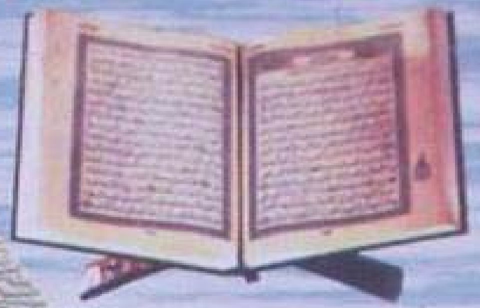


عبادات

فضائل و مسائل

سراج الدّین ندوی



ملّت اکیڈمی، دہلی

عبادات

فضائل و مسائل

سراج الدین ندوی



ملت اکیڈمی دہلی

نام کتاب : عبادات (فضائلِ ومسائل)
مؤلف : سراج الدین ندوی
صفحات : ۴۱۶
طبع اول : مارچ ۲۰۰۷ء
تعداد : ۱۰۰۰
ناشر : ملت اکیڈمی ابوالفضل انکلیو-II شاہین باغ
جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی-110025
کمپوزنگ : خیر کمپیوٹر سینٹر F-149/2 شاہین باغ، نئی دہلی 110025
مطبع : بھارت آفسیٹ پریس، دہلی-110006

ملنے کے پتے

☆ مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، D-307 دعوت نگر، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی-110025

☆ نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی، 2035 قاسم جان اسٹریٹ، دہلی-110006

☆ ساتھی پبلیکیشنز، سرکڑہ، ضلع بجنور (یوپی) 246761

فہرست

نماز ۶۷ تا ۱۸۶

عشر وزکوٰۃ ۱۹۳ تا ۲۵۱

روزہ ورمضان ۲۵۳ تا ۳۱۴

حج وعمرہ ۳۱۵ تا ۴۱۰

عرض ناشر

اسلامی عبادات پر ہر زبان کی طرح اردو میں بھی بہت سی کتابیں تحریر کی گئی ہیں۔ جن میں کچھ کتابیں علمی و تحقیقی اعتبار سے لکھی گئیں، بعض کتابوں میں اسلامی عبادات کی حکمتیں اس کے فوائد اور مقاصد و محاصل پر روشنی ڈالی گئی ہے اور کچھ کتابوں میں دیگر مذاہب کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا ہے اور کچھ خالص فقہی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں۔

اس اہم موضوع پر ایک ایسی کتاب کی ضرورت تھی جس میں ہر فریضۂ عبادت کے مفہوم، اس کے حکم، اس کی فضیلت و اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے ضروری فقہی مسائل بھی بیان کر دیے جائیں تاکہ قاری بہت سی کتابوں سے بے نیاز ہو جائے۔

لہٰذا اس کام کا بیڑا ہندوستان کے مشہور مؤلف مولانا سراج الدین ندوی حفظہ اللہ ناظم جامعۃ الفیصل تاجپور (ضلع بجنور) نے اٹھایا اور بڑی تفصیل کے ساتھ اسلامی عبادات پر سیر حاصل بحث کی اور اس کے ضروری مسائل شرح وبسط کے ساتھ بیان کئے۔ اور انہوں نے اس موضوع پر ایک وقیع کتاب تیار کی اور ساتھ ہی ساتھ اس کی حقیقی روح کو اجاگر کر کے نہایت مؤثر انداز میں اس کے مطلوبہ فوائد اور برکات کا احاطہ بھی کیا ہے۔

مذکورہ خصوصیت کے پیش نظر یہ بات بڑے اعتماد کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ یہ کتاب اہمیت اور قدر و قیمت کے لحاظ سے اپنے موضوع پر ایک منفرد کتاب ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ قارئین کی طرف سے اس کتاب کا خاطر خواہ استقبال کیا جائے گا اور اسے ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا۔

ملت اکیڈمی کے لیے بڑی خوشی کی بات ہے کہ مصنف محترم نے اکیڈمی کو اس کتاب کی اشاعت کے لیے اجازت مرحمت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اکیڈمی کی دینی، علمی اور ادبی سرگرمیوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

سراج الدین ندوی

اسلامی عبادات پر ہر زبان کی طرح اردو میں بھی بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ بعض کتابیں علمی و تحقیقی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں۔ کچھ کتابوں میں عبادات کے حکم وفوائد اور مقاصد ومحاصل پر روشنی ڈالی گئی۔ بعض کتابوں میں مذاہب کا تقابلی مطالعہ پیش کیا گیا کچھ کتابیں خالص فقہی نقطۂ نظر سے لکھی گئی ہیں۔

میں عرصہ سے شدت کے ساتھ یہ ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ عبادات پر ایک ایسی کتاب تیار کی جائے۔ جس میں ہر فریضۂ عبادت کے مفہوم، اس کے حکم، اس کی فضیلت واہمیت اور فوائد ومقاصد پر گفتگو کرتے ہوئے ضروری فقہی مسائل بھی بیان کردیے جائیں تا کہ قاری کو ایک ہی کتاب میں اس سے متعلق ضروری معلومات مل جائیں اور وہ بہت سی کتابوں کا ضرورت مند نہ رہے۔

اللہ کا نام لے کر میں نے یہ کام شروع کیا اور چند سال کی کاوش ومحنت کے بعد یہ کام پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ یہ محض اللہ کا فضل وکرم اور اس کی توفیق ہے کہ اس نے مجھ جیسے بے مایہ اور کم علم شخص سے یہ کام لے لیا۔ اس فضل ونعمت پر میں اس کے حضور سجدہ ریز ہوں اور بصد خلوص دعا کرتا ہوں کہ اس حقیری کوشش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ اس کے نفع کو عام فرمائے اور دنیا وآخرت میں ہم سب کے لیے اسے ذریعۂ کامیابی وکامرانی بنائے۔ (آمین)

ہندوستان میں چونکہ فقہ حنفی کے ماننے والے زیادہ ہیں۔ اس لیے فقہی مسائل حنفی

فقہ کے مطابق بیان کیے گئے البتہ حسب ضرورت دیگر فقہاء کے مسائل حاشیہ پر دے دیے گئے ہیں تا کہ کتاب سے تمام مسائل فقہ کے لوگ استفادہ کر سکیں۔

اس کتاب کی تیاری میں میرے جن رفقاء اور عزیزان گرامی نے تسوید وتبویب اور نشر وطباعت کے جملہ مراحل میں میرا تعاون کیا ہے میں ان کا تہۂ دل سے مشکور ہوں۔ اگر ان کا تعاون شاملِ حال نہ ہوتا تو یہ کتاب اتنی جلد منظر عام پر نہ آتی۔ خصوصاً مولانا عبدالغفار صدیقی، مولانا محمد ذوالفقار ندوی، مولانا احتشام الدین علیم ندوی، ظفر عالم صاحب اور پسرِ من محمد طلحہ قابلِ ذکر ہیں۔ جنہوں نے کمپوزنگ وطباعت کے لیے دن رات ایک کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ اس پرفتن دور میں ہر شر سے ان کی حفاظت فرمائے اور ہر خیر سے مالا مال فرمائے۔

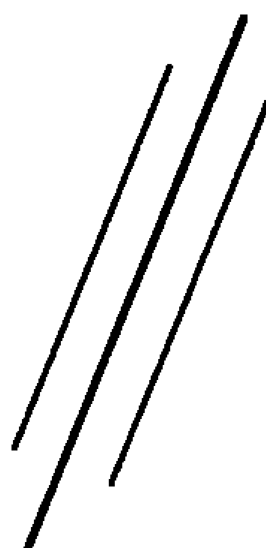
ملت اکیڈمی دہلی نے جس بلند معیار سے اس کتاب کی طباعت واشاعت کا اہتمام کیا۔ اس کے لیے میں کارکنان اکیڈمی کا دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں۔

دورانِ مطالعہ قارئین کو جو فروگذاشتیں، کوتاہیاں اور نقائص محسوس ہوں۔ ان سے مصنف اور ناشر دونوں کو مطلع کر کے مشکور فرمائیں تا کہ اگلے ایڈیشن میں ان کی تصحیح کی جا سکے۔ بقول حضرت عمر فاروقؓ اصل خیر خواہ اور دوست وہی ہے جو عیوب سے باخبر کرے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر کاوش کو قبول کرتے ہوئے دنیا میں ہم سب کے لیے نافع اور آخرت میں ذریعۂ نجات بنائے۔ (آمین)

۱۹ر صفر المظفر ۱۴۲۸ھ

۱۰ر مارچ ۲۰۰۷ء

طہارت (پاکیزگی)



الطہور شطر الایمان

پاکی ایمان کا حصہ ہے

(الحدیث)

طہارت-فضیلت واہمیت

اسلام میں طہارت وپاکیزگی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ طہارت کی صرف یہی حیثیت نہیں ہے کہ وہ نماز وتلاوت اور طوافِ کعبہ جیسی عبادات کے لیے ایک لازمی شرط ہے۔ بلکہ طہارت وپاکیزگی دین کا ایک اہم شعبہ ہے اور بذاتِ خود محمود ومطلوب ہے۔ قرآن وحدیث اور فقہ کی کتابوں میں طہارت کے احکام کی تفصیل ہمیں بتاتی ہے کہ اسلام نے طہارت وپاکیزگی اختیار کرنے پر کس قدر زور دیا ہے۔ بول وبراز، استنجا وطہارت اور نجاست سے متعلق بڑے تفصیلی احکامات ہمارے علماء وائمہ نے مدون کیے ہیں مگر افسوس کہ آج مسلمان، ان کے محلے اور ان کی آبادیاں گندگیوں کا نظارہ پیش کرتی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گندگی مسلمانوں کا شعار بن گئی ہے۔ آپ کسی بستی سے گزر رہے ہوں وہاں گندگیوں کا ڈھیر ہو، نالیاں سڑ رہی ہوں، سڑکوں پر کوڑا کرکٹ ہو اور آپ کسی سے پوچھیں یہاں کون لوگ رہتے ہیں جواب ملے گا "مسلمان" اس کے برعکس آپ دیکھیں کہ سڑکیں صاف ہیں، نالیوں میں کوئی گندگی نہیں ہے۔ کہیں سے کوئی تعفن نہیں اٹھ رہا ہے اور آپ پوچھیں کہ یہاں کون لوگ رہتے ہیں تو جواب ملے گا یہاں "غیر مسلم" رہتے ہیں۔ حالانکہ صورتِ حال الٹی ہونا چاہیے تھی۔ کسی قوم کے مذہب نے طہارت وپاکیزگی پر اس قدر زور نہیں دیا ہے جتنا اسلام نے دیا ہے۔ قرآن پاک نہایت واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ
(البقرة:۲۲۲)

''اللہ توبہ کرنے والوں اور بہت زیادہ پاک وصاف رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔''

قبا میں جو اہلِ ایمان رہتے تھے وہ طہارت و پاکیزگی کا بڑا اہتمام کرتے تھے ان کی تعریف کرتے ہوئے قرآن پاک میں فرمایا گیا:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (توبہ:۱۰۸)

''اس میں ہمارے ایسے بندے ہیں جو بہت زیادہ صفائی ستھرائی کو پسند کرتے ہیں اور اللہ بہت زیادہ پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''طہارت و پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔'' (مسلم، ترمذی)

گویا کہ آدھا ایمان قلب وروح کی پاکیزگی ہے اور آدھا ایمان جسمانی پاکیزگی ہے۔ اس موضوع پر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ان کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ سلیم الفطرت انسان جب کسی نجاست سے آلودہ ہوتا ہے خواہ وہ نجاست ظاہری ہو یا معنوی تو اس کو اپنی طبیعت میں بے لطفی اور گرانی محسوس ہوتی ہے۔ طہارت و پاکیزگی کی یہ حالت فرشتوں سے بہت مناسبت رکھتی ہے۔ کیونکہ وہ ہر قسم کی آلودگیوں سے پاک اور طہارت کی نورانی کیفیات سے سرشار رہتے ہیں۔ چنانچہ پاکیزگی کا اہتمام اور اس پر مداومت انسان کو فرشتوں کی صفات وکمالات حاصل کرنے اور ان سے استفادہ کرنے کے قابل بنا دیتی ہے۔ جبکہ نجاست شیطان کے وساوس قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہے۔[۱]

اسلام نے ایک طرف طہارت و پاکیزگی اور صفائی ستھرائی پر ابھارا ہے تو دوسری طرف نجاست وگندگی پر سخت وعید سنائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم کا گزر دو قبروں

---

[۱] ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۵۴ جلد ۱

کے پاس سے ہوا۔آپ ؐ نے فرمایا:

''ان دونوں قبروں میں جو لوگ دفن ہیں ان پر عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کسی بڑے معاملہ کے سلسلہ میں نہیں ہو رہا ہے۔ ان میں سے ایک پر عذاب اس لئے ہو رہا ہے کیونکہ وہ پیشاب کی گندگیوں سے بچتا نہیں تھا اور دوسرے پر عذاب اس لئے ہو رہا ہے کہ وہ چغلیاں کھاتا پھرتا تھا۔''

اس حدیث سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ نجاست و ناپاکی سے بچاؤ کی فکر و تدبیر نہ کرنا، عذابِ قبر کو دعوت دیتا ہے۔قرآن واحادیث سے طہارت و پاکیزگی کی اہمیت واضح ہو جانے کے بعد اس کا اہتمام نہایت ضروری ہے۔ گندگی سے دور رہنا، اپنے بدن، لباس، رہائش گاہ اور قرب و جوار کو صاف ستھرا رکھنا، ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ بہت سے صحابہ کرامؓ اور بزرگانِ دین کا یہ معمول تھا کہ وہ ہمیشہ باوضو رہتے تھے۔اندازہ لگایئے جب وہ معنوی طہارت کا اس قدر اہتمام کرتے تھے تو ظاہری طہارت کا کس قدر اہتمام کرتے ہوں گے۔

نجاست وگندگی نہ صرف دینی اعتبار سے مذموم شئے ہے بلکہ جسمانی صحت کے لیے بھی نہایت مضر ہے اس لئے کہ غلاظت وگندگی سے مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اسپتالوں میں اور ڈاکٹروں کے یہاں بڑی تعداد میں مسلمان نظر آتے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مسلمان صفائی ستھرائی کا اہتمام نہیں کرتے اور گندگی ان کے اندر بہت سے امراض کا سبب بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں خوب پاک وصاف رہنے اور زیادہ سے زیادہ پاکیزگی اختیار کرنے اور ہر قسم کی نجاست وگندگی سے اجتناب کی توفیق عطا فرمائے۔

طہارت کے مسائل

نجاست دور کرنے کو طہارت کہتے ہیں اس کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) باطنی طہارت۔

(۲) ظاہری طہارت۔

(۱) باطنی طہارت: دل کو شرک وکفر، دماغ کو گندے خیالات اور زبان کو گندے الفاظ کے استعمال سے پاک رکھنے کو باطنی طہارت کہتے ہیں، ظاہری طہارت سے پہلے یہ طہارت ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر اعمالِ صالحہ کی درستی اور قبولیت کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

(۲) ظاہری طہارت: ظاہری طہارت میں بدن کا پاک ہونا، کپڑے کا پاک وصاف ہونا ہے۔ ظاہری طہارت حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ پانی ہے۔ پانی کی پانچ قسمیں ہیں[۱]۔ جو درج ذیل ہیں:

(الف) طاہر مطہر غیر مکروہ پانی: وہ پانی جو خود بھی پاک ہو اور دوسری چیزوں کو بھی پاک کرسکتا ہو جیسے نل، کنویں، تالاب، دریا، بارش وغیرہ کا پانی۔ اسے ''مطلق'' پانی کہا جاتا ہے۔

(ب) طاہر غیر مطہر پانی: وہ پانی جو خود تو پاک ہو لیکن دوسری کسی چیز کو پاک نہ کرسکتا ہو جیسے وضو اور غسل کے بعد استعمال کیا گیا پانی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی

---

[۱] امام شافعیؒ کے نزدیک پانی کی چار قسمیں ہیں ان کے یہاں مشکوک پانی نہیں ہوتا۔

کپڑے یا بدن پر طاہر غیر مطہر پانی لگ جائے تو کپڑا، برتن ناپاک نہ ہوں گے۔البتہ ناپاک چیز کو پاک کرنے کی صلاحیت اس پانی میں نہیں ہے۔

(ج) **طاہر مطہر مکروہ پانی**: وہ پانی جو خود پاک ہو اور پاک کر بھی سکتا ہو لیکن اس کا استعمال طبیعت کو ناگوار لگے، جیسے پانی میں کوئی ہاتھ ڈال دے یا کوا، چڑیا کوئی پرندہ چونچ ڈال دے۔ایسی صورت میں اگر مطلق پانی موجود ہو تو مطلق پانی استعمال کرے ورنہ اس پانی سے وضو اور غسل کر سکتے ہیں۔

(د) **مشکوک پانی**: جس پانی کے پاک ہونے میں شک ہو وہ مشکوک کہلاتا ہے۔جیسے کسی پانی میں گدھے نے منھ ڈال دیا۔ اگر دوسرا پاک پانی موجود نہ ہو تو مشکوک پانی سے وضو یا غسل کرے اور ساتھ میں شک دور کرنے کے لئے تیمم بھی کرے۔صرف تیمم درست نہیں کیونکہ تیمم صرف اسی شکل میں درست ہوتا ہے جب کہ پانی میسر نہ ہو لیکن یہاں مشکوک پانی میسر ہے۔

(ہ) **نجس**: وہ پانی ہے جو ناپاک ہو، جس میں نجاست گر جائے۔اس کا استعمال کسی بھی صورت میں درست نہیں ہے بلکہ نجس پانی کسی چیز میں گر جائے یا لگ جائے تو وہ بھی نجس ہو جاتی ہے۔

وہ پانی جس سے پاکی حاصل کرنا جائز نہیں:

(۱) پھل اور درخت سے نچوڑا ہوا پانی (۲) وہ پانی جس کی ماہیت پکانے سے بدل گئی ہو جیسے شوربا وغیرہ (۳) وہ پانی جو کسی چیز کے مل جانے سے گاڑھا ہو گیا ہو۔(۴) وہ پانی جس میں کوئی بہنے والی چیز اس طور پر مل گئی ہو کہ اس کا مزہ، بو اور رنگ بدل گیا ہو جیسے دودھ پانی میں مل جائے اور پانی کا رنگ بدل جائے (۵) وہ پانی جس پر نجاست کا اثر غالب ہو (۶) وہ پانی جس سے وضو یا غسل کیا گیا ہو (۷) وہ پانی جس میں نجاست گر گئی ہو یا کوئی جانور گر کر مر گیا ہو (۸) گلاب، سونف وغیرہ سے نکالا ہوا عرق (۹) حرام جانوروں کا جھوٹا پانی۔

وہ جاندار جن کا جھوٹا پاک ہے:

(۱) انسان کا جھوٹا پاک ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم لیکن اگر شراب پینے یا حرام گوشت کھانے کے بعد پانی پئے تو اس کا جھوٹا پاک نہ ہوگا (۲) حلال جانوروں کا جھوٹا پاک ہے چاہے وہ پرندہ ہو جیسے کبوتر، گوریا وغیرہ یا چرند جیسے گائے، بھینس وغیرہ (۳) گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔

وہ جانور جن کا جھوٹا ناپاک ہے:

(۱) خنزیر (۲) کتا (۳) درندہ[۱] جانور جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا وغیرہ (۴) بلی[۲] کا جھوٹا (۵) وہ آدمی جس نے شراب پی کر فوراً پانی پی لیا ہو۔

وہ جانور جن کا جھوٹا مکروہ ہے:

(۱) چوہا (۲) چھپکلی (۳) ایسی مرغی جو آزاد پھرتی ہو اور غلاظت کھاتی ہو (۴) نجاست کھانے والے حلال جانور (۵) کوا (۶) شکرہ (۷) گدھ (۸) چیل (۹) تمام حرام پرندے۔

پانی کے متفرق مسائل

☆ بہتا ہوا پانی یا بڑے حوض یا بڑے تالاب کا پانی نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ اس میں نجاست کا اثر نمایاں نہ ہو یعنی جب تک پانی کا مزہ، رنگ اور بو نہ بدل جائے۔

☆ جو جانور پانی میں پیدا ہوتے ہیں اور پانی ہی میں رہتے ہیں جیسے مچھلی، مینڈک وغیرہ ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

☆ وہ جانور جن میں بہتا ہوا خون نہیں ہے جیسے مکھی، چیونٹی اور مچھر وغیرہ پانی کے اندر ان کے مرجانے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

☆ جو پانی دھوپ میں گرم ہو جائے اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے۔

---

[۱] یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ کا مسلک ہے۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کا مسلک یہ ہے کہ تمام درندوں کا جھوٹا پاک ہے اور اس سے وضو کیا جا سکتا ہے۔ [۲] دیگر ائمہ کے نزدیک بلی کا جھوٹا مکروہ ہے۔

کنویں کے احکام

کنواں ناپاک ہونے کی صورتیں:

مندرجہ ذیل صورتوں میں کنواں ناپاک ہوجاتا ہے۔

(۱) کنویں میں نجاست گر جائے خواہ نجاستِ غلیظہ ہو یا خفیفہ (۲) کوئی جانور گر کر مرجائے (۳) مرا ہوا جانور گر جائے (۴) کوئی ایسا جانور گر جائے جس کے جسم پر نجاست لگی ہو اور وہ زندہ نکل آئے (۵) کوئی ایسا جانور گر جائے جس کا جھوٹا ناپاک ہو اور وہ زندہ نکل آئے۔

جن صورتوں میں کنواں ناپاک نہیں ہوتا:

(۱) وہ جانور جن کا جھوٹا ناپاک نہیں ہے اور ان کے جسم پر نجاست بھی نہ لگی ہو اگر کنویں سے زندہ نکل آئیں تو کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ (۲) پرندوں کی بیٹ کے گرنے سے کنواں ناپاک نہیں ہوتا البتہ مرغی اور بطخ کی بیٹ سے کنواں ناپاک ہوجاتا ہے۔

کنویں کو پاک کرنے کا طریقہ:

(۱) جب نجاست گر جائے یا آدمی، خنزیر، کتا، بکری یا اتنا ہی بڑا جانور گر کر مرجائے یا کوئی جانور گر کر پھول پھٹ جائے خواہ وہ جانور چھوٹا ہو یا بڑا تو ان تینوں شکلوں میں تمام پانی نکالنا ہوگا اگر کنویں کا سارا پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو کم از کم دو سو ڈول اور احتیاطاً تین سو ڈول پانی نکالنا ہوگا۔ (۲) اگر بلی، مرغی، کبوتر یا اتنا ہی بڑا کوئی جانور گر کر مرجائے تو چالیس ڈول نکالے جائیں گے اور ساٹھ ڈول نکالنا مستحب ہے۔

(۳) اگر چوہا، چڑیا یا اتنا ہی بڑا کوئی جانور گر کر مر گیا تو بیس ڈول نکالے جائیں گے اور تیس ڈول نکالنا مستحب ہے۔

کنویں کے متفرق مسائل

جس کنویں پر جو ڈول پڑا رہتا ہے اس ڈول کا اعتبار کیا جائے گا۔ اگر کنویں پر مختلف سائزوں کے ڈول استعمال کئے جاتے ہوں تو درمیانی سائز کے ڈول کا اعتبار کیا جائے گا۔

☆ اگر کنویں میں گر کر مرنے والے جانور کے بارے میں معلوم نہ ہو کہ کب گرا ہے تو کنویں کو اسی وقت سے ناپاک سمجھا جائے گا جس وقت معلوم ہو۔

☆ کنویں سے جتنا پانی نکالنا ضروری تھا اگر اتنا پانی نکال دیا گیا تو ڈول رسی وغیرہ خود بخود پاک ہو جاتے ہیں۔

☆ جتنا پانی نکالنا ضروری ہے وہ ایک بار بھی نکالا جا سکتا ہے اور کئی دفعہ میں بھی۔



نجاست کے مسائل

نجاست کی تعریف: ہر وہ گندگی جس کو دیکھ کر آدمی کو کراہت آئے اور وہ اس سے گریز کرے۔ نجاست کہلاتی ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نجاستِ حکمی (۲) نجاستِ حقیقی

(۱) نجاستِ حکمی: وہ گندگی ہے جس کو قرآن وحدیث نے گندگی قرار دیا ہو اور وہ دیکھی یا محسوس نہ کی جا سکے جیسے وضو کا ٹوٹ جانا، غسل کا واجب ہو جانا، وغیرہ۔ نجاستِ حکمی کی دو قسمیں ہیں:

(الف) حدثِ اصغر (ب) حدثِ اکبر

حدثِ اصغر: وہ ناپاکی ہے جو صرف وضو یا تیمم کرنے سے ختم ہو جائے جیسے ریح کا خارج ہونا۔ بدن کے کسی حصہ سے خون یا پیپ کا نکلنا۔

حدثِ اکبر: وہ ناپاکی ہے جس کے باعث غسل فرض ہو جائے جیسے عورت سے مباشرت کرنا، احتلام ہونا۔ کسی بھی طرح سے منی کا نکلنا، حیض اور نفاس کا خون آنا۔

(۲) نجاست حقیقی: وہ ناپاکی ہے جو دیکھی جا سکے، جس کی بدبو محسوس کی جا سکے جیسے پاخانہ، پیشاب وغیرہ نجاستِ حقیقی کی بھی دو قسمیں ہیں۔

(الف) نجاست غلیظہ (ب) نجاستِ خفیفہ

نجاستِ غلیظہ: وہ ناپاکی ہے جس کے ناپاک اور نجس ہونے میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو اور شریعت نے اس کے نجس ہونے کا واضح الفاظ میں اعلان کر دیا ہو۔ وہ دس ہیں:

(۱) مردار: تمام مردار حرام نجس ہیں۔

☆ غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے جانے والے تمام جانور حرام و نجس ہیں۔

☆ کوئی مردار اگر کسی پانی میں گر جائے تو وہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے۔

☆ مردہ مچھلی اور ٹڈی حلال ہیں۔

☆ مردہ جانوروں کی وہ چیزیں جن میں خون نہیں ہوتا وہ پاک ہیں جیسے ہڈی، بال، دانت، اون وغیرہ۔[۱]

☆ مردہ مکھی، مچھر، چیونٹی وغیرہ[۲] پاک ہیں کیونکہ ان میں خون نہیں ہوتا ان کے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ پانی وغیرہ میں گر جائیں تو وہ پانی، کھانا ناپاک نہ ہوگا۔ انسان کا ضمیر گوارہ کرے تو استعمال کرے ورنہ پھینک دے۔

(۲) خون: خون کسی کا بھی ہو انسان کا یا حیوان کا، زندہ کا یا مردہ کا، حلال جانوروں کا یا حرام جانوروں کا وہ نجس اور حرام ہے۔

☆ اگر خون کسی کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوگا۔

☆ خون کی دو چار چھینٹیں پاک ہیں۔

☆ مچھلی، جوں اور مچھر کا خون پاک ہے۔

☆ شہد کی مکھی کا خون پاک ہے۔

(۳) سوّر: یہ جانور مکمل طور پر نجس ہے اس کی ہر چیز ناپاک ہے[۳]

---

[۱] امام شافعیؒ کے نزدیک ہڈی اور بال نجس ہیں۔ امام حنبلؒ اور مالکؒ کے نزدیک ہڈی ناپاک اور بال پاک ہیں کیونکہ ہڈی میں جان ہوتی ہے اور بال میں نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دونوں میں جان نہیں ہوتی۔ (بدایة المجتهد صفحہ ٦٠ جلد اول)

[۲] امام شافعیؒ کے نزدیک مچھر اور چیونٹی پاک نہیں ہیں کیونکہ رسولؐ نے صرف مکھی کے بارے میں ہی حکم دیا ہے کہ وہ اگر کسی کھانے میں گر جائے تو اس کو ڈبو کر نکالا جائے کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے پر میں شفا ہے۔

[۳] امام مالکؒ کے نزدیک سور کا گوشت ناپاک ہے بقیہ اعضا نہیں، باقی ائمہ کے نزدیک سور کی تمام چیزیں ناپاک ہیں۔

(۴) **کتا:** کتے کا لعاب ناپاک ہے۔ اگر کسی برتن یا کپڑے کو کتا چاٹ لے تو وہ کپڑا یا برتن ناپاک ہو جاتا ہے۔ اس کو بغیر پاک کئے استعمال نہیں کر سکتے۔

(۵) **شراب:** شراب ناپاک ہے۔ یہ جس کپڑے یا برتن پر لگ جائے اس کو دھونا ضروری ہے۔

(۶) **منہ بھر قے:** قے اگر منہ بھر کے ہو تو ناپاک ہے اور اگر منہ بھر نہ ہو تو نجاستِ خفیفہ ہے۔

(۷) **حیض اور نفاس کا خون:** حیض اور نفاس کا خون نجس ہے۔ جس کپڑے پر لگ جائے تو بغیر دھوئے پاک نہ ہوگا۔

(۸) **حرام جانوروں کا گوشت:** حرام جانوروں کا گوشت ناپاک ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کپڑے وغیرہ پر لگ جائے تو اس کو دھو کر استعمال کیا جا سکتا ہے۔

(۹) **پیشاب اور پاخانہ:** انسان اور حرام جانوروں کا پیشاب، پاخانہ ناپاک ہے۔[1]

☆ دودھ پیتے لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مار کر پاک کیا جا سکتا ہے۔

☆ دودھ پیتی لڑکی کے پیشاب کو دھونا ضروری ہے۔

(۱۰) **منی:** منی انسان کی ہو یا جانور کی نجس ہے جس چیز پر لگ جائے اس کا دھونا ضروری ہے۔[2]

نجاست خفیفہ: نجاست خفیفہ وہ نجاست ہے جس کے بارے میں قرآن میں

---

[1] پیشاب اور پاخانہ حلال جانوروں کا بھی ناپاک ہے لیکن ان کی ناپاکی نجاستِ خفیفہ کے حکم میں آتی ہے۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک تمام جانوروں کا پیشاب اور پاخانہ ناپاک ہے۔

[2] امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کے نزدیک منی پاک ہے اس لئے صرف رگڑ کر صاف ہو سکتی ہے دھونا ضروری نہیں۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک منی ناپاک ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سوکھی منی کو رگڑ کر اور تر منی کو دھو کر صاف کرنا ضروری ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک دھونا ضروری ہے۔ یہ صرف کپڑے کا حکم ہے جسم کا دھونا سب کے نزدیک متفق ہے۔

صراحت نہ کی گئی ہو[1]

☆ حلال جانوروں کا پیشاب، پاخانہ۔

☆ حرام پرندوں کی بیٹ۔

☆ حلال پرندوں کی بیٹ۔

☆ گھوڑے کا پیشاب۔

نجاست سے پاک ہونے کا طریقہ:

(الف) دھونے سے: جس چیز پر نجاست لگی ہو تو اس کو دھو کر پاک کرنا چاہیے پاک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نجاست ختم ہو جائے اس کا رنگ اور بدبو زائل ہو جائے۔

(ب) رگڑنے سے: جن چیزوں پر سوکھی نجاست لگی ہو اور اس کو رگڑ کر دور کیا جا سکتا ہو تو اس کو رگڑ کر پاک کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً جوتے پر کوئی نجاست لگی ہو تو اس کو کھرچنے یا رگڑنے سے پاک کیا جا سکتا ہے۔

(ج) سکھانے یا جلانے سے: کچی زمین پر پیشاب کر دیا اور وہ سوکھ گیا یہاں تک کہ اس کا اثر اور بدبو زائل ہو گئی تو وہ زمین پاک ہو جاتی ہے۔ کوئی تنور نجس ہو گیا اس میں آگ جلائی گئی اور نجاست کا اثر زائل ہو گیا تو وہ تنور پاک ہو جائے گا۔

(د) وضو کرنے سے: حدثِ اصغر واقع ہو جانے پر وضو کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔

(ہ) غسل کرنے سے: حدث اکبر کو غسل سے پاک کیا جا سکتا ہے۔

اگر پانی نہ ملے یا پانی کے استعمال سے کسی نقصان کا اندیشہ ہو تو وضو اور غسل کی جگہ تیمّم سے ناپاکی دور کی جا سکتی ہے۔

---

[1] نجاست کی یہ تقسیم صرف امام اعظمؒ کے نزدیک ہے بقیہ تمام ائمہ نجاستِ خفیفہ کو بھی نجاستِ غلیظہ کے حکم میں مانتے ہیں۔

نجاست کی مقدار جو معاف ہے:

نجاستِ غلیظہ اگر گاڑھی ہے تو وہ ساڑھے تین ماشہ کے برابر معاف ہے اگر وہ پتلی ہے تو ایک روپے کے پھیلاؤ یا ہتھیلی کے گہراؤ کے برابر معاف ہے۔ نجاستِ خفیفہ جس عضو یا جس کپڑے پر لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہے تو معاف ہے نجاست کے معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کپڑے یا جسم پر اتنی نجاست لگی ہو اور آدمی نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی اسے دہرانا ضروری نہیں ہے۔ مگر مکروہ ہوگی اور قصداً اتنی نجاست لگے رکھنا مناسب نہیں۔

استنجا کے آداب وفضائل

پیشاب پاخانہ سے فراغت کے بعد پاکی حاصل کرنے کو استنجا کہتے ہیں اگر پیشاب پاخانہ کرتے وقت نجاست اپنے مخصوص مقام سے بڑھ کر اِدھر اُدھر نہ پھیلی ہوتو استنجا کرنا سنت ہے اور اگر ادھر ادھر پھیل گئی ہوتو فرض ہے۔

استنجے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ پہلے ڈھیلوں کا استعمال کیا جائے اور پھر پانی کا۔ پیشاب کے بعد ڈھیلے وغیرہ سے پیشاب کو سکھایئے اور پھر پانی سے دھو دیجیے پاخانہ کے بعد ضرورت کے مطابق طاق (تین، پانچ، سات) ڈھیلوں سے پاخانہ کے مقام کو صاف کیجیے اور پھر پانی سے دھوڈالیے اگر ڈھیلے یا پتھر وغیرہ میسر نہ ہوں تو صرف پانی سے استنجا کر لیجیے۔ اگر پانی دستیاب نہ ہوتو ڈھیلوں سے استنجا کر لیجیے اور جب پانی مل جائے تو اس کا استعمال کر لیجیے۔

استنجا کی سب سے بہتر شکل یہ ہے کہ ڈھیلوں اور پانی دونوں کا استعمال کیا جائے اس سے کمتر شکل یہ ہے کہ صرف پانی کا استعمال کیا جائے اور سب سے کم تر شکل یہ ہے کہ صرف ڈھیلوں کا استعمال کیا جائے۔

استنجا کرنے سے پیشاب، پاخانہ کی گندگی دور ہوتی ہے۔ بیماری کے جراثیم تباہ ہوتے ہیں۔ مٹی میں یہ خاصیت ہے کہ وہ گندگی کے جراثیم کو تباہ کر دیتی ہے۔ چنانچہ جدید طب وسائنس نے بھی لوگوں سے یہ اپیل کی ہے کہ جراثیم سے تحفظ کے لئے مٹی یا صابن کا استعمال کیا جائے۔

استنجے کے سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جو ہدایات ہمیں ملتی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

☆ استنجا بائیں ہاتھ سے کیجیے۔ دایاں ہاتھ استنجے کے لیے استعمال نہ کیجیے۔ اسی طرح ناک صاف کرنے اور گندی چیزوں کے لیے بایاں ہاتھ استعمال کیجیے۔ کھانا کھانے، وضو کرنے اور لکھنے پڑھنے کے لئے دایاں ہاتھ استعمال کیجیے۔

☆ رفعِ حاجت کے لئے نہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھئے نہ اس کی طرف پیٹھ کیجیے۔

☆ رفعِ حاجت کے بعد ڈھیلے اور پانی سے استنجا کیجیے، طاق ڈھیلوں کا استعمال کیجیے۔ استنجے کے لئے لید، ہڈی اور کوئلہ وغیرہ کا استعمال نہ کیجیے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''میں تم لوگوں کے لئے ایسا ہوں جیسے کوئی باپ اپنی اولاد کے لئے ہوتا ہے۔ سنو! میں تمہیں بتاتا ہوں کہ جب تم رفعِ حاجت کے لئے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھو اور نہ اس کی طرف پشت کرو۔ پھر آپؐ نے تین پتھروں سے استنجا کرنے کا حکم دیا اور اس بات سے روکا کہ لید یا ہڈی سے استنجا کیا جائے یا دائیں ہاتھ سے استنجا کیا جائے۔'' (ابنِ ماجہ)

احادیث میں استنجے کے لئے پتھر کے استعمال کا ذکر آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب کی سرزمین پتھریلی ہے وہاں پتھر کے ٹکڑے ہی دستیاب ہوتے تھے۔ مٹی کے ڈھیلے اور اس قسم کی پاک چیزیں استنجے کے لیے استعمال کی جاسکتی ہیں بلکہ مٹی کے ڈھیلے زیادہ موزوں ہیں۔

☆ پھل دار اور سایہ دار درختوں کے نیچے رفعِ حاجت سے گریز کیجیے۔ لوگوں کی گزرگاہوں، پگڈنڈیوں، راستوں اور سڑکوں پر بھی بول و براز کرنے سے پرہیز کیجیے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''لعنت کرنے والی دو باتوں سے بچو'' لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ وہ دو باتیں کیا ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: ''یہ کہ آدمی لوگوں کے راستہ میں یا ان کے سایہ کی جگہ میں قضائے حاجت کرے۔'' (صحیح مسلم)

مطلب یہ کہ اگر کوئی آدمی راستہ میں یا ایسی جگہ بول و براز کرے جہاں آدمی سایہ

پا کر آرام کرنے کے لئے بیٹھتے ہوں تو لوگوں کو اس سے زحمت ہوگی اور وہ اس پر لعنت کریں گے۔

☆ کسی بل یا سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کیجیے مبادا اس میں کوئی موذی جانور ہو اور اچانک نکل کر آپ کو اذیت پہنچا دے یا خواہ مخواہ حشرات الارض کو تکلیف پہنچے۔ حضرت رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص کسی سوراخ میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔''

☆ رفعِ حاجت کے وقت ستر پوشی کا پورا خیال رکھیے آپ کے ستر پر کسی کی نگاہ نہ پڑ سکے گھر کے اندر بیت الخلاء کا استعمال کیجیے اور اگر کبھی جنگل میں رفعِ حاجت کی ضرورت پیش آ جائے تو ایسی جگہ کا انتخاب کیجیے جہاں آپ کے ستر پر کسی کی نظر نہ پڑ سکے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو رفعِ حاجت کے لئے جانا ہوتا تو اتنی دور اور ایسی جگہ تشریف لے جاتے کہ کوئی آپ کو دیکھ نہ سکے۔

☆ غسل خانہ میں پیشاب کرنے سے پرہیز کیجیے۔ کیونکہ وضو یا غسل کرتے وقت جب پانی پیشاب پر پڑے گا تو اس کی چھینٹیں آپ پر آئیں گی یا کم از کم چھینٹوں کے پڑنے سے وسوسہ پیدا ہوگا اور حصول طہارت میں شک ہوگا اور مشکوک طہارت کے ساتھ آپ عبادت کریں گے تو عبادت میں بھی شک ہوگا اور مشکوک عبادت بارگاہِ ایزدی میں قبول نہیں کی جاتی۔ نبی کریمؐ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی ایسا ہرگز نہ کرے کہ اپنے غسل خانے میں پہلے پیشاب کرے پھر اس میں غسل یا وضو کرے کیونکہ اس طرح بہت سے وسوسے پیدا ہوتے ہیں۔'' (ابوداؤد)

یہ تاکیدی حکم اس وقت کے لئے ہے جبکہ غسل خانہ کی زمین کچی ہو یا پکے فرش پر پیشاب کر کے پانی نہ بہا دیا گیا ہو لیکن اگر غسل خانہ میں پیشاب کرنے کی جگہ الگ بنی ہوئی ہے یا اس کا فرش ایسا ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد پانی بہا دینے سے پوری صفائی ہو جاتی ہے تو پھر پیشاب کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ غسل کرنے سے پہلے باہر ہی بیت الخلاء میں پیشاب سے فارغ ہو جائے اور پکے غسل خانہ میں بھی پیشاب نہ کرے۔

☆ نرم زمین پر پیشاب کیجیے۔ اونچائی پر بیٹھ کر نیچے کی طرف پیشاب کیجیے اگر سخت زمین پر پیشاب کریں گے یا نیچی جگہ بیٹھ کر اونچائی کی طرف پیشاب کریں گے تو پیشاب کی چھینٹیں آپ پر آنے کا خدشہ ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ کو پیشاب کا تقاضہ ہوا تو آپؐ دیوار کے نیچے نرم اور نشیبی زمین کی طرف آئے اور وہاں پیشاب سے فارغ ہوئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے جس کو پیشاب کرنا ہو تو اس کے لئے مناسب جگہ تلاش کرے۔'' (سنن ابوداؤد)

☆ کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیجیے کہ پیشاب کی چھینٹیں پڑنے کا اندیشہ رہتا ہے اور یہ بات شائستگی کے بھی خلاف ہے۔ البتہ اگر کہیں گندگی کا ڈھیر ہو اور وہاں بیٹھ کر پیشاب کرنے میں کپڑوں کے گندہ ہونے کا خدشہ ہو یا کسی عذر کی وجہ سے بیٹھنا ناممکن ہو تو کھڑے ہو کر بھی پیشاب کیا جا سکتا ہے۔

☆ جب آپ رفعِ حاجت کے لئے جائیں تو ننگے سر یا ننگے پیر نہ جائیں۔ سترعورت کھولنے سے پہلے یہ دعا پڑھ لیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ (ابوداؤد)

''اے اللہ خبیثوں اور خبیثیوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔''

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قضائے حاجت کے ان مقامات میں خبیث مخلوق، شیاطین وغیرہ رہتے ہیں۔ چنانچہ تم میں سے جب کوئی بیت الخلاء جائے تو یہ (مذکورہ) کلمات کہے۔''

☆ ذکر و عبادت کے مقامات سے جس طرح فرشتوں جیسی مخلوق کو خاص مناسبت ہے اسی طرح غلاظت و گندگی کے مقامات سے شیاطین جیسی خبیث مخلوق کو خاص مناسبت ہے۔ اس لئے گندگی کے مقامات پر جاتے ہوئے خبیثوں اور خبیثیوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

☆ رفعِ حاجت کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی الْأَذٰی وَعَافَانِیْ۔

''تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے مجھ سے گندگی دور فرمائی اور مجھے عافیت بخشی۔'' (نسائی)

اس دعا کا اہتمام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرماتے تھے۔

☆ استنجے سے فراغت کے بعد ہاتھوں کو اچھی طرح دھو لیجئے۔ صابن یا مٹی ملکر ہاتھوں کو اچھی طرح صاف کر لیجئے۔ بہتر یہ ہے کہ وضو کر کے ہمیشہ باوضو رہنے کی عادت ڈالئے۔ نبی کریمؐ استنجے سے فراغت کے بعد وضو فرماتے اور کبھی کبھار اس لئے وضو نہ کرتے کہ آپؐ کی پابندی سے لوگ کہیں اسے فرض نہ سمجھ بیٹھیں۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ جب استنجے کے لئے جاتے تو میں آپؐ کو تور یا رکوہ[1] میں پانی لا کر دیتا آپؐ اس سے استنجا فرماتے پھر اپنے ہاتھ کو زمین کی مٹی پر ملتے۔ میں آپؐ کے لئے دوسرے برتن میں پانی لاتا تو آپؐ اس سے وضو فرماتے۔'' (ابوداؤد)

☆ رفعِ حاجت کے وقت کوئی ایسی چیز اپنے پاس نہ رکھئے جس پر اللہ اور رسول کا نام ہو یعنی ایسی کوئی انگوٹھی، کوئی بلا، مونوگرام وغیرہ۔ البتہ اگر کسی کاغذ پر لکھا ہوا جیب میں رکھا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

☆ استنجے کے بعد پاجامے وغیرہ پر شرم گاہ کی جگہ پانی کی چھینٹیں مار لینا چاہیے تاکہ ذہن سے وسوسہ دور ہو جائے۔

☆ قیمتی چیزیں جیسے کہ سونا چاندی، ریشمی کپڑا وغیرہ ان سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

☆ قابلِ احترام چیزوں جیسے کاغذ، روئی وغیرہ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

☆ تکلیف دہ چیزوں جیسے کوئلہ، شیشہ، نوکیلا پتھر وغیرہ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

☆ استنجے کے مذکورہ بالا احکام و آداب کا پورا پورا خیال رکھیے۔

---

[1] تور پتھر یا پیتل کا بنا ہوا چھوٹا برتن۔ رکوہ چمڑے کا برتن جو پانی پینے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

متفرق مسائل

☆ کاغذ سے استنجا کرنا مکروہ ہے کیونکہ وہ لکھائی کے کام آتا ہے اور قابلِ احترام ہے مگر ایسا کاغذ جو استنجے ہی کے لیے بنایا گیا ہو یا اس پر لکھنا ممکن نہ ہوں تو اس سے استنجا کرنا جائز ہے۔

☆ آج کل اس قسم کے پیشاب خانوں کا رواج عام ہوتا جارہا ہے کہ جہاں کھڑے ہو کر ہی پیشاب کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح بیت الخلاء بھی اس ہیئت پر بنائے جارہے ہیں کہ جن پر آدمی کرسی کی طرح بیٹھ کر ہی رفعِ حاجت کرسکتا ہے۔

☆ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت حدیث سے ثابت ہے اور جملہ فقہاء نے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ اسی طرح مذکورہ طریقہ پر بیٹھ کر رفعِ حاجت کرنا سنتِ نبویؐ اور طریقۂ اسلاف کے خلاف ہے۔ اس لیے کوشش یہی ہونی چاہیے کہ اسی ہیئت پر بیٹھ کر پیشاب اور پاخانہ سے فراغت حاصل کی جائے جو ہندوستان میں عام مسلمانوں کے یہاں رائج ہے۔ البتہ جہاں کوئی دوسرا متبادل نہ ہو وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے اور کرسی والی ہیئت پر بیٹھ کر پاخانہ کرنے کی گنجائش ہے۔ کیونکہ کہ نبی کریم ﷺ سے بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی روایت موجود ہے۔

وضو کی فضیلت و اہمیت

طہارت و پاکیزگی کے سلسلہ میں اسلام نے جو احکامات دیے ہیں ان میں سے ایک وضو ہے۔ وضو پاک صاف رہنے کا نہ صرف ایک بہترین ذریعہ ہے بلکہ یہ شرطِ نماز بھی ہے۔ وضو بندہ میں احساس پیدا کرتا ہے کہ وہ دنیا کی آلائشوں سے پاک ہو کر ایسی حالت میں آ گیا ہے کہ خدا سے ہم کلام ہوسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بغیر وضو کے کوئی نماز قبول نہیں ہوسکتی۔ خواہ وہ کتنے ہی خشوع و خضوع سے پڑھی جائے بلکہ نماز میں خشوع و خضوع بغیر وضو کے پیدا ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ حدث سے جو تکدر اور انقباض پیدا ہوتا ہے، جب تک وضو کر کے اس کے تکدر کو دور نہ کر لیا جائے اور طبیعت میں فرحت و انبساط پیدا نہ ہو جائے نماز بے مزہ اور بے لطف رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے واضح لفظوں میں یہ ہدایت دی کہ نماز سے پہلے وضو کر لیا جائے۔ ارشاد ربانی ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلوٰةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُؤُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہروں کو دھوؤ اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوؤ، اپنے سروں کا مسح کرو اور پیروں کو ٹخنوں تک دھوؤ۔''

نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص کو حدث ہے یعنی جو بے وضو ہے اس کی نماز قبول نہیں

ہوگی تاوقتیکہ وہ وضو نہ کرلے۔" (متفق علیہ)

وضو پورے اہتمام سے کیجیے۔ سردی کے موسم میں کسمساتے ہوئے یا بے دلی سے وضو نہ کیجیے۔ ہر عضو کو اطمینان سے دھویئے بال برابر جگہ بھی خشک نہ رہنے دیجئے۔ وضو کے تمام آداب و مستحباب کو ملحوظ رکھئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"کیا میں تمہیں وہ اعمال نہ بتاؤں جن کے ذریعہ اللہ گناہوں کو مٹاتا اور درجات کو بلند فرماتا ہے؟" صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ ضرور بتلایئے۔" آپ ؐ نے فرمایا: "تکلیف و ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا۔ مسجد کی طرف زیادہ قدم رکھنا، ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی اصل رباط ہے۔"

رباط کے معنی ہیں اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے مجاہدین کا دشمنوں سے حفاظت کے لئے ہمہ وقت سرحد پر مستعد اور تیار رہنا۔ اسلامی سرحدوں کی حفاظت کے لئے ہتھیلی پر جان رکھے ہر وقت دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار رہنا دل گردہ کا کام ہے جس کے لئے بڑا حوصلہ اور عزم و استقلال درکار ہے۔ انسان کی زندگی میں یہ سب سے مہتم بالشان اور جلیل القدر نیک عمل ہے۔ مذکورہ اعمال چونکہ شیطانی قوتوں سے پنجہ آزمائی اور ان کے حملوں سے ایمانی تحفظ کا بہترین ذریعہ ہیں اس لئے ان اعمال کو اصل کے اعتبار سے ملک کی سرحدوں کی حفاظت سے بہتر قرار دیا ہے۔

"تکلیف و ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا۔" اس کا مطلب یہ ہے کہ سردی کا موسم ہو پانی ٹھنڈا ہو یا کم پانی ہو جس سے ہر عضو کو تین تین بار دھونا اور سنت کے مطابق وضو کرنا مشکل ہو اور زیادہ پانی حاصل کرنے کے لئے دور جانا پڑ رہا ہو یا مشقت اٹھانا پڑ رہی ہو تو ایسی صورت میں مشقت اٹھا کر وضو کے لئے پانی حاصل کرنا بڑے اجر کا کام ہے۔ غرض کہ تکلیف و مشقت برداشت کرکے پورا پورا وضو کرنا انسان کی نیکیوں کو بڑھاتا ہے۔

اگر سنت کے مطابق وضو کیا جائے تو اس سے نہ صرف ظاہری و باطنی پاکیزگی حاصل

ہوتی ہے بلکہ گناہوں کی گندگی بھی دھل جاتی ہے اور آدمی بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمانؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

''جس شخص نے وضو کیا اور خوب اچھی طرح وضو کیا تو اس کے جسم کے سارے گناہ نکل جائیں گے یہاں تک کہ ناخن کے نیچے سے بھی۔'' (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا:

''جب کوئی مسلم بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے چہرہ کو دھوتا ہے تو اس کے چہرے سے پانی کے ساتھ ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جو اس کی نگاہ نے کیا ہوتا ہے۔ جب وہ ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے ہاتھ سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جو اس کے ہاتھ نے کیا ہوتا ہے۔ جب وہ پیر دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے پیر سے ہر وہ گناہ نکل جاتا ہے جو اس کے پیروں نے کیا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے بالکل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔'' (مسلم)

امام نسائی نے جو روایت بیان کی ہے اس میں یہ تفصیل بھی موجود ہے کہ کلّی کرنے سے منہ کے گناہ، ناک میں پانی ڈال کر پانی نکالنے سے ناک کے گناہ، کانوں کا مسح کرنے سے کانوں کے گناہ نکل جاتے ہیں۔

گناہ نکلنے کا مفہوم یہ ہے کہ اعضاءِ وضو نے جو گناہ کئے ہوتے ہیں وہ اعضاءِ وضو کے دھونے کے ساتھ دھل جاتے ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نہ صرف یہ کہ اس کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے بلکہ گناہوں کا جو معنوی اثر اس کے اعضاء پر اور پھر اس کے دل پر ہوتا ہے وہ اثر ختم ہو جاتا ہے۔ دل گناہوں کے گندے اثرات اور روحانی تاریکیوں سے پاک ہو جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن میری امت کے لوگوں کو بلایا جائے گا تو وضو کے

اثر سے ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں روشن ہوں گے تو تم میں سے
جو بھی قیامت کے دن اپنی روشنی اور نورانیت بڑھانا چاہے تو ضرور
بڑھائے۔'' (متفق علیہ)

تمام آداب کے ساتھ وضو کرنے کے بعد دو رکعت نماز نفل تحیۃ الوضو ادا کیجیے اگر فرض نماز کی جماعت میں وقت باقی ہو۔ اگر فرض سے پہلے سنتِ موکدہ ہیں تو اس کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ وہ نہ چھوٹ جائیں کیونکہ سنتِ موکدہ ترک کر کے نفل پڑھنا درست نہیں ہے اس سے نفل کا ثواب نہیں ملتا۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص میرے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق وضو کرے
پھر دو رکعت نماز ادا کرے تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے
جائیں گے۔ بشرطیکہ وہ شخص وضو اور نماز میں اپنے نفس سے بات نہ
کرے۔'' (متفق علیہ)

نفس سے بات کرنے کا مطلب یہ ہے کہ دل میں اگر کوئی خیال آ جائے تو اس میں مگن نہ ہو جائے اس خیال میں کھو نہ جائے بلکہ اس خیال کو ذہن سے نکال دے اور یکسو ہو کر نماز پڑھے۔

وضو ایک عبادت ہے جو اپنے اندر بے پناہ نیکیاں اور اجر و ثواب سمیٹے ہوئے ہے۔ طبی اور سائنسی اعتبار سے بھی اس کے بے شمار فائدے ہیں۔ آپ غور فرمائیں تو دیکھیں گے کہ وضو میں صرف ان اعضاء کا دھونا ضروری قرار دیا گیا ہے جو اکثر کھلے رہتے ہیں۔ کھلے ہوئے حصے پر سورج کی کرنیں براہِ راست پڑتی ہیں۔ زیادہ شعاعیں پڑنے سے جلد میں بہت سی بیماریاں پنپنے کا خطرہ رہتا ہے مثلاً جلد میں خارش آنے لگتی ہے۔ جلد کا رنگ کالا پڑنے لگتا ہے۔ جلد موٹی ہو جاتی ہے۔ مختلف قسم کے دانے پیدا ہونے لگتے ہیں اور کینسر کا امکان بھی بڑھ جاتا ہے۔ وقفہ وقفہ سے ان اعضا کو دھونے سے ان اعضا کی صفائی ہوتی رہتی ہے اور انہیں ٹھنڈک ملتی ہے۔ نتیجتاً ان بیماریوں کو پنپنے کا موقع نہیں

ملتا۔اسی طرح دانتوں کی گندگی، تالو اور حلق کی گندگی سے بہت سی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔خاص طور پر دانتوں کی صفائی نہ کرنے سے دانتوں پر جراثیم کی تہہ (Dental Plalue) جم جاتی ہے P.H کی کمی ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے تیزابیت (Acidity) پیدا ہوجاتی ہے جس سے پلیگ کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں۔دانتوں میں کیڑا لگ جاتا ہے۔مسوڑھوں میں مواد پیدا ہوجاتا ہے۔یہ مواد کان کے گوشت میں بھی پھیل جاتا ہے جسے طب کی زبان میں سیلولائٹس (Cellulites) کہتے ہیں اگر اس مرض پر قابو نہ پایا جائے تو حلق میں سوزش ہوجاتی ہے۔دانتوں کی گندگی سے پائریا ہوجاتا ہے جس سے نہ صرف بدبو آتی ہے بلکہ دانت بھی گرنے لگتے ہیں۔تھوک بنانے والے غدود میں خرابی پیدا ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے پیٹ میں قبض رہنے لگتا ہے اور آدمی کا معدہ متاثر ہوجاتا ہے، منہ کا کینسر بھی اسی وجہ سے ہوتا ہے۔جب ایک مسلمان دن میں پانچ بار وضو کرتا ہے، کلی کرتا ہے، مسواک کرتا ہے، غرارے کرتا ہے تو ظاہر ہے اس کے اندر یہ بیماریاں پیدا ہی نہیں ہوپاتیں۔

مختصر یہ کہ وضو اپنے اندر بے شمار جسمانی، طبی اور روحانی فوائد لئے ہوئے ہے۔

وضو کی قسمیں

وضو کی تین قسمیں ہیں: (۱) فرض، (۲) واجب، (۳) مستحب

(۱) فرض: درج ذیل چیزوں کے لئے وضو فرض ہے۔

(الف) نماز کے لئے خواہ فرض ہو یا نفل۔

(ب) نماز جنازہ کے لئے۔

(۲) واجب: درج ذیل مواقع کے لئے وضو واجب ہے۔

(الف) قرآن کی تلاوت کے لئے۔ قرآن چھونے کے لئے[1]

(ب) بیت اللہ کے طواف کے لئے۔

(۳) مستحب: اس کے بہت سے مواقع ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

(الف) عام حالات میں باوضو رہنا یعنی جب وضو ٹوٹ جائے تو اسی وقت وضو کرنا۔

(ب) سوتے وقت وضو کرنا تاکہ طہارت کی حالت میں سوئے۔

(ج) نیند سے بیدار ہو کر وضو کرنا۔

(د) غیبت، چغل خوری جیسے گناہوں اور ہر گناہ کے بعد وضو کرنا۔

(ہ) نماز سے باہر قہقہہ لگانے کے بعد وضو کرنا۔

(و) میت کو غسل دینے کے لئے وضو کرنا۔

(ز) میت کو کاندھا دینے کے لئے وضو کرنا۔

---

[1] حنفیہ کے علاوہ دیگر ائمہ تلاوت قرآن یا مسِ قرآن کے لئے وضو کو فرض گردانتے ہیں۔

(ح) غسل کرتے وقت غسل سے پہلے وضو کرنا۔

(ط) اذان اور اقامت کہنے کے لئے وضو کرنا۔

(ی) خطبہ پڑھتے وقت۔

(ک) دینی تعلیم دیتے وقت۔

(ل) روضۂ اقدس پر حاضری کے وقت۔

(م) میدانِ عرفات میں قیام کے وقت۔

وضو کے فرائض

وضو میں چار چیزیں فرض ہیں۔

(۱) ایک بار پورے چہرے کو پیشانی کے بالوں سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک دھونا۔

(۲) ایک بار دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

(۳) ایک بار چوتھائی سر کا مسح کرنا۔[1]

(۴) ایک بار دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا۔

اگر دھونے والے اعضا میں سے کسی عضو میں بال کے برابر بھی جگہ دھلنے سے رہ گئی تو وضو نہیں ہوگا اس لئے اعضا کو دھوتے وقت نہایت اہتمام سے کام لینا چاہیے۔

---

[1] مذاہب اربعہ میں سے مالکیہ، حنبلیہ کے نزدیک پورے سر کا مسح فرض ہے۔ حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا اور شافعیہ کے نزدیک اتنے حصے کا جس پر چار انگلیاں آسکیں۔

وضو کی سنتیں

وضو میں تیرہ سنتیں ہیں:

(۱) وضو کی نیت کرنا۔

(۲) شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔[۱]

(۳) دونوں ہاتھوں کو پہلے گٹوں تک دھونا۔

(۴) تین مرتبہ کلی کرنا۔

(۵) مسواک یا منجن یا صرف انگلی سے دانت صاف کرنا۔

(۶) ناک میں پانی ڈالنا دائیں ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالا جائے اور بائیں ہاتھ سے ناک صاف کی جائے۔[۲]

(۷) داڑھی میں خلال کرنا۔

(۸) ہاتھ اور پیر کی انگلیوں میں خلال کرنا۔

(۹) ایک بار پورے سر کا مسح کرنا۔[۳]

(۱۰) دونوں کانوں کا مسح کرنا۔

(۱۱) ہر عضو کو تین تین مرتبہ دھونا۔

(۱۲) ترتیب سے وضو کرنا۔[۴]

(۱۳) ایک عضو دھونے کے بعد فوراً دوسرے عضو کو دھونا۔[۵]

---

۱ امام احمدؒ بن حنبلؒ کے نزدیک بسم اللہ فرض ہے۔

۲ امام شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ کے نزدیک کلی اور ناک کے لئے ایک ساتھ پانی لینا افضل ہے۔ حنفیہ اور مالکیہ کے یہاں الگ الگ پانی لینا افضل ہے۔

۳ امام شافعیؒ کے نزدیک مسح بھی تین بار سنت ہے۔ ۴ شافعیہ وحنبلیہ کے نزدیک ترتیب فرض ہے۔

۵ مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک یہ فرض ہے۔

وضو کے مستحبات

وضو میں بارہ چیزیں مستحب ہیں:

(۱) پاک اور اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

(۲) قبلہ رو ہو کر وضو کرنا۔

(۳) پہلی بار دھوتے وقت اعضا کو ملنا۔

(۴) جفت اعضا میں پہلے داہنے عضو کو دھونا۔

(۵) دائیں ہاتھ سے کلی کرنا۔

(۶) گردن کا مسح کرنا۔

(۷) سر کا مسح آگے کی طرف سے کرنا۔

(۸) وضو میں کسی دوسرے سے مدد نہ لینا۔

(۹) وضو سے متعلق مسنون دعاؤں کا اہتمام کرنا۔

(۱۰) پانی کے استعمال میں احتیاط سے کام لینا پانی ضرورت سے نہ کم نہ زیادہ۔

(۱۱) وضو کے دوران صرف خدا کا ذکر کرنا۔

(۱۲) آخر میں قبلہ رو ہو کر بچا ہوا پانی پینا۔

وضو کے مکروہات

وضو میں چھ چیزیں مکروہ ہیں۔

(۱) کسی سنت کو چھوڑ دینا۔

(۲) وضو میں ضرورت سے زیادہ پانی استعمال کرنا۔

(۳) وضو میں ضرورت سے کم پانی استعمال کرنا۔

(۴) وضو کرتے وقت دنیاوی باتیں کرنا۔

(۵) اعضاء پر زور سے پانی مارنا اور چھینٹے اڑانا۔

(۶) نئے پانی سے سر کا تین بار مسح کرنا۔

وضو کے نواقض

وضو کو توڑنے والی چیزیں دس ہیں۔

(۱) پیشاب، پاخانہ کا خارج ہونا یا ان دونوں مقامات میں سے کسی مقام سے کسی دیگر چیز کا نکلنا جیسے کیچوا، کیڑا، خون، منی اور مذی وغیرہ۔

(۲) پاخانہ کے مقام سے ریح کا خارج ہو جانا۔

(۳) بدن کے کسی حصہ سے خون کا نکل کر بہہ جانا۔ یا نکسیر پھوٹنا۔

(۴) منہ بھر قے ہونا[۱]، خواہ پانی اور غذا کی ہو یا خون اور پیپ وغیرہ کی۔ منہ بھر قے وہ کہلائے گی کہ اس کے منہ میں ہوتے ہوئے بلا تکلف منہ بند نہ کیا جا سکے۔ اگر قے ایک ساتھ نہ ہو بلکہ تھوڑی تھوڑی ہو تو اندازہ کیا جائے گا کہ وہ جمع ہو کر منہ بھر قے کے برابر ہے کہ نہیں اگر برابر ہوگی تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۵) تھوک میں اگر خون غالب ہو تو اس تھوک سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

(۶) لیٹ کر یا سہارا لگا کر سو جانا[۲]

(۷) بیماری کی وجہ سے بے ہوش ہو جانا۔

(۸) پاگل پن کی وجہ سے ہوش و حواس کھو بیٹھنا۔

(۹) کسی نشہ آور چیز سے نشہ ہو جانا۔

(۱۰) نماز میں بالغ آدمی کا قہقہہ لگانا (نماز جنازہ اس سے مستثنیٰ ہے)[۳]

نوٹ: اپنی شرمگاہ کو چھونے یا عورت کو چھونے یا اس کا بوسہ لینے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔[۴]

---

۱ دیگر ائمہ کے نزدیک قے سے وضو نہیں ٹوٹتا خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔

۲ امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک گہری نیند سے وضو ٹوٹتا ہے خواہ وہ کیسے بھی ہو۔

۳ بقیہ ائمہ کے نزدیک قہقہہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

۴ دیگر ائمہ کے نزدیک شرمگاہ کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے یہ حکم صرف اس حالت میں ہے کہ ہاتھ اور شرمگاہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔

وضو کرنے کا طریقہ

صاف اور پاک برتن میں پاک پانی لے کر کسی اونچی جگہ اور پاک جگہ پر بیٹھے اور اپنا رخ قبلہ کی طرف کرے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھے۔ پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے۔ اس کے بعد کلی کرے۔ اس موقع پر مسواک بھی کرے، مسواک کیکر، پیلو یا نیم کی ہو تو بہتر ہے۔ اگر مسواک نہ ہو تو برش یا منجن کا استعمال کرے یہ چیزیں بھی دستیاب نہ ہوں تو شہادت کی انگلی کو دانتوں پر اچھی طرح ملے اور دانت صاف کرے۔ کلی کرتے ہوئے پانی کو منہ میں خوب پھرائے اور اگر روزہ سے نہ ہو تو غرارہ کرے یعنی حلق تک پانی لے جائے۔ اس کے بعد تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے، داہنے ہاتھ سے ناک میں پانی ڈالے اور اسے سانس کے ذریعہ نتھنوں تک لے جائے مگر روزہ کی حالت میں سانس سے پانی اوپر کو نہ کھینچے، بائیں ہاتھ سے ناک اچھی طرح صاف کرے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے تین مرتبہ چہرے کو دھوئے اگر داڑھی ہلکی ہو تو اس کی جڑ تک پانی پہنچائے اگر داڑھی گھنی ہو تو خلال کرے۔ پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ خوب مل کر دھوئے اس موقع پر ہاتھ کی انگلیوں میں بھی خلال کرے۔ اس کے بعد نیا پانی لے کر پورے سر کا ایک بار مسح کرے۔ سر کے مسح کا طریقہ یہ ہے کہ انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کو چھوڑ کر باقی تینوں انگلیوں کو ملائے اور ان کے اندرونی حصہ کو پیشانی پر رکھ کر پیچھے کی طرف لے جائے۔ پھر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں پیچھے کی طرف سے آگے کی طرف لائے اس طرح پورے سر کا مسح ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد کان کے اندرونی حصہ کا شہادت کی انگلی سے اور کان کے بیرونی حصہ کا انگوٹھے سے مسح کرے۔ پھر انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے۔ اس کے بعد ٹخنوں تک دونوں پیر دھوئے پہلے دایاں پیر دھوئے پھر بایاں پیر۔ پیر دھوتے وقت داہنے ہاتھ سے پیر پر پانی ڈالے اور بائیں ہاتھ سے پیر کو ملے۔ بائیں ہاتھ کی چھوٹی سے انگلی سے بھی خلال کرے۔ وضو کرنے کے بعد قبلہ رو ہو کر شہادتین پڑھے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔

وضو کے چند ضروری مسائل

☆ جن اعضا کا وضو میں دھونا ضروری ہے ان میں سے کوئی زائد حصہ ہوتو اس کا دھونا بھی فرض ہے مثلاً اگر کسی کے چھ انگلیاں ہوں تو چھٹی انگلی کا دھونا بھی فرض ہے۔

☆ سر کا مسح کرنے کے لئے اگر کوئی شخص نیا پانی نہ لے بلکہ بھیگے ہوئے ہاتھ سے مسح کرے تو سر کا مسح ہو جائے گا۔

☆ اگر کسی کا ہاتھ کٹا ہوا ہے اور کہنی بھی غائب ہے تو دھونا ضروری نہیں لیکن اگر کہنی یا کہنی کے آگے کا ذرا سا حصہ بھی ہے تو اس کا دھونا فرض ہے۔

☆ اگر کوئی شخص دریا میں گر گیا یا بارش میں بھیگ گیا تو اس کا وضو ہو جائے گا اور نماز درست ہوگی۔

☆ گر ننگے سر پر بارش کی بوندیں گر گئیں اور پھر سر پر ہاتھ پھیر لیا تو سر کا مسح ہو گیا۔

☆ وضو میں آنکھوں کے اندر کا حصہ دھونا ضروری نہیں۔

☆ وضو کے بعد سر منڈایا تو دوبارہ مسح کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح ناخن کٹوائے تو دوبارہ ہاتھ دھونے کی ضرورت نہیں۔

☆ اگر آنکھ میں خون یا پیپ نکلا اور وہ آنکھ کے اندر ہی رہا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

☆ اگر زخم پر خون ظاہر ہوا اسے صاف کر لیا پھر نکلا اور پھر صاف کر لیا تو دیکھا جائے گا کہ کل ملا کر خون کتنا تھا اگر وہ اتنا تھا کہ نہ پونچھا جاتا تو بہہ جاتا تب وضو جاتا رہے گا ورنہ نہیں۔

☆ اگر جونک نے بدن پر چمٹ کر خون پیا اور وہ بھر گئی تو وضو جاتا رہا۔

☆ اگر مچھر یا پسو نے کاٹا چاہے دیر تک خون چوستا رہا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

غسل۔فضیلت وآداب

نیند، پیشاب، پاخانہ اور ریاح خارج ہونے سے وضوٹوٹ جاتا ہے۔جس کی وجہ سے سلیم الفطرت آدمی اپنی طبیعت میں کچھ انقباض اور تکدر محسوس کرتا ہے۔اسی حالت کو حدثِ اصغر کہتے ہیں۔حدثِ اصغر سے پاکی حاصل کرنے کے لئے اسلام نے وضو کا طریقہ اپنے پیروکاروں کے سامنے پیش کیا تاکہ وضوکر کے طبیعت کا تکدر دور کیا جاسکے اور فرحت وانبساط حاصل ہوسکے۔

البتہ مجامعت اور حیض ونفاس سے طبیعت میں جو تکدر پیدا ہوتا ہے وہ نسبتاً زیادہ ہوتا ہے۔اس لئے اسے حدثِ اکبر کہتے ہیں۔اوراس تکدرکو دور کرنے کے لئے اسلام نے غسل کا طریقہ پیش کیا ہے۔

جس شخص کو حدثِ اکبر لاحق ہواس کے لئے غسل کرنا فرض ہے۔ایسا شخص غسل کئے بغیر نہ نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ قرآن حتیٰ کہ وہ مسجد میں بھی داخل نہیں ہوسکتا۔حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

''حیض والی عورت اور جنبی (ناپاک آدمی) قرآن پاک میں سے کچھ بھی نہ پڑھے۔'' (ترمذی)

جب غسل واجب ہوجائے تو فوراً غسل کر کے پاکی حاصل کیجیے۔غسل کرتے وقت جسم کو ملئے تاکہ میل دور ہوجائے اور خوب صفائی ہوجائے کم ازکم پورے جسم پر تین بار پانی بہائیے۔حضرت عائشہؓ نبی کریمؐ کے غسل کی تفصیل بتاتے ہوئے بیان کرتی ہیں:

''جب آپ غسلِ جنابت فرماتے تو سب سے پہلے اپنے ہاتھ دھوتے پھر بائیں ہاتھ سے مقامِ استنجا کو دھوتے اور دائیں ہاتھ سے اس پر پانی ڈالتے پھر وضو فرماتے جیسا کہ نماز کے لئے وضو فرمایا کرتے تھے پھر پانی لیتے تھے اور انگلیاں بالوں کی جڑوں میں ڈال کر وہاں تک پانی پہنچاتے تھے یہاں تک کہ جب آپ سمجھ لیتے کہ پانی جڑوں میں پہنچ گیا ہے تو دونوں ہاتھوں سے بھر کر تین بار پانی سر پر ڈالتے پھر پورے بدن پر پانی بہاتے۔ اس کے بعد وہاں سے دور ہٹ جاتے اور اپنے دونوں پیر دھوتے۔'' (مسلم)

غسل کرتے وقت ستر پوشی کا بھرپور خیال رکھئے، غسل خانہ میں نہایئے اور اگر باہر نہانا پڑ جائے تو لوگوں سے کوئی آڑ کر لیجیے اور تہبند پہن کر غسل کیجیے۔ غسل کے بعد صاف کپڑے سے بدن پونچھ لیجیے یا ہاتھوں سے پانی سونت کر جھاڑ دیجیے۔

صرف غسلِ جنابت پر اکتفا نہ کیجیے بلکہ حصولِ پاکیزگی کے لئے گرمیوں میں روزانہ اور سردیوں میں ہفتہ میں دو تین بار ضرور نہایا کیجیے۔ پسینہ کی شکل میں انسانی جسم سے طرح طرح کے فضلے اور فاضل وزہریلے مادے نکلتے ہیں۔ ان فضلات کی صفائی اس لئے بھی ضروری ہے تاکہ ان کے نکلنے کے راستے جنہیں مسامات کہا جاتا ہے صاف ہوں۔ اندر سے نکلنے والا فضلہ اور کچھ باہر کا گرد وغبار ان مسامات کو بند کر دیتا ہے اگر غسل کر کے ان مسامات کو صاف نہ کیا جائے تو آئندہ جسم سے نکلنے والی غلاظت جسم کے اندر ہی سڑتی رہتی ہے۔ نتیجتاً بہت سے خطرناک امراض پیدا ہو سکتے ہیں۔ جسم پر جمی ہوئی غلاظت کو دور کرنے اور مسامات کو صاف رکھنے کے لئے نہانا ضروری ہے۔ نبی کریمؐ نے دیکھا کہ ایک شخص گرد وغبار سے اٹا ہوا ہے آپؐ نے اس سے فرمایا:

''کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم غسل کر کے آتے۔''

کبھی کبھی صابن کا بھی استعمال کیجیے۔ عورتوں کو چاہیے کہ سر کے بالوں کو کھول کر

غسل کریں تا کہ بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچ جائے۔

اسلام نے غسل کرنے کی نہ صرف ترغیب دی ہے بلکہ بعض مواقع پر اسے اجروثواب کا ذریعہ بتا کر اسے مسنون وافضل قرار دیا ہے۔ جمعہ کے دن، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کے دن اور میت کو نہلانے کے بعد غسل کرنے کے سلسلہ میں متعدد احادیث ہمیں مہمیز کرتی ہیں۔

عراق کے کچھ لوگ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے پوچھا کیا آپ کے نزدیک جمعہ کا غسل واجب ہے۔ انہوں نے فرمایا: ''میرے نزدیک واجب تو نہیں ہے لیکن اس میں بڑی طہارت و پاکیزگی ہے اور بڑی خیر ہے۔ اس لئے جو اس دن غسل کرے اور جو اس دن غسل نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے کیونکہ اس پر یہ غسل واجب نہیں ہے۔ اس کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ غسلِ جمعہ کے حکم کی شروعات کیسے ہوئی۔ واقعہ یوں ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں مسلمان لوگ غریب اور محنت کش تھے۔ صوف یعنی اونٹ بھیڑ وغیرہ کی اون سے بنے موٹے کپڑے استعمال کرتے تھے۔ اور محنت ومزدوری میں اپنی پیٹھوں پر بوجھ لادتے تھے۔ اور ان کی مسجد (مسجدِ نبوی) بھی تنگ تھی اور اس کی چھت بہت نیچی تھی اور ساری مسجد بس ایک چھپر کا سائبان تھی جس کی وجہ سے اس میں گرمی اور گھٹن رہتی تھی۔ رسول اللہؐ ایک جمعہ کو جبکہ سخت گرمی کا دن تھا گھر سے مسجد میں تشریف لائے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ صوف کے موٹے موٹے کپڑوں میں ان کو پسینے چھوٹ رہے تھے۔ اور ان سب چیزوں نے مل ملا کر مسجد میں بدبو کی فضا پیدا کردی تھی جس سے سب کو تکلیف اور اذیت ہو رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا اَيُّهَا النَّاسُ اِذَا كَانَ هٰذَا الْيَوْمَ فَاغْتَسِلُوْا وَلْيَمَسَّ اَحَدُكُمْ اَفْضَلَ مَا يَجِدُ مِنْ دُهْنِهٖ وَطِيْبِهٖ۔

''اے لوگو! جب جمعہ کا یہ دن ہوا کرے تو تم لوگ غسل کیا کرو اور جو

اچھا خوشبودار تیل اور جو بہتر خوشبو جس کو دستیاب ہو وہ لگالیا کرے۔''

(حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں) اس کے بعد خدا کے فضل سے فقر وفاقہ کا دور ختم ہوگیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خوش حالی اور وسعت نصیب فرمائی۔ پھر صوف کے وہ کپڑے بھی نہیں رہے۔ جن سے بدبو پیدا ہوتی تھی اور وہ محنت ومشقت بھی نہیں رہی اور مسجد کی وہ تنگی بھی ختم ہوگئی اور اس کو وسیع کرلیا گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جمعہ کے دن لوگوں کے پسینہ وغیرہ سے جو بدبو مسجد کی فضا میں پیدا ہوجاتی تھی وہ بات نہیں رہی۔'' (سنن ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ اسلام کے ابتدائی دور میں اس خاص حالت کی وجہ سے جس کی تفصیل اوپر بیان کی گئی ہے۔ غسلِ جمعہ مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دیا گیا تھا، اس کے بعد جب وہ حالت نہیں رہی تو اس حکم کا وہ درجہ تو نہیں رہا پھر بھی اس میں پاکیزگی ہے جو اللہ کو پسند ہے۔ اور اب بھی اس میں خیر اور ثواب ہے۔

غسل کے فرائض

غسل میں تین فرض ہیں[1]

(۱) کلی کرنا

(۲) ناک میں پانی ڈالنا

(۳) سارے بدن پر اس طرح پانی ڈالنا کہ بال برابر بھی جگہ خشک نہ رہے۔

---

[1] امام احمد بن حنبلؒ کے یہاں غسل میں صرف ایک فرض ہے یعنی تمام جسم پر پانی پہنچانا۔ ناک اور منہ بھی اس میں شامل ہے۔

امام شافعیؒ کے نزدیک غسل میں دو چیزیں فرض ہیں۔

(۱) غسل کی نیت کرنا

(۲) تمام بدن پر پانی پہونچانا

امام مالکؒ کے نزدیک غسل میں پانچ چیزیں فرض ہیں۔

(۱) نیت کرنا

(۲) تمام جسم پر پانی ڈالنا

(۳) پانی ڈالتے وقت جسم کو ملنا

(۴) تمام اعضاء کو یکے بعد دیگرے جلدی جلدی دھونا

(۵) بالوں میں پانی کے ساتھ خلال کرنا

غسل کے سنن و مستحبات

غسل کی سنتیں: غسل میں پانچ سنتیں ہیں۔

(۱) غسل کی نیت کرنا[1]

(۲) دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا

(۳) استنجا کرنا اور جسم پر لگی نجاست دھونا

(۴) پھر وضو کرنا

(۵) پورے بدن پر پانی ڈالنا۔

غسل کے مستحبات: غسل میں پانچ چیزیں مستحب ہیں۔

(۱) پاک جگہ پر غسل کرنا

(۲) پردہ کی جگہ غسل کرنا

(۳) بیٹھ کر غسل کرنا اگر کھڑے ہو کر غسل کرنا ہو تو ستر ڈھانپ کر غسل کرنا

(۴) پانی اعتدال کے ساتھ خرچ کرنا

(۵) پہلے دائیں جانب پانی بہانا اور پھر بائیں جانب پانی بہانا۔

غسل کے مکروہات: غسل میں چار چیزیں مکروہ ہیں۔

(۱) سنت کے خلاف غسل کرنا۔

(۲) اس طرح غسل کرنا کہ آدمی کا ستر لوگوں کے سامنے کھلا ہوا ہو۔

(۳) قبلہ کی طرف رخ کر کے غسل کرنا۔

(۴) پانی میں اسراف یا کمی کرنا۔

---

[1] ابو حنیفہؒ کے علاوہ دیگر ائمہ کے نزدیک نیت فرض ہے۔

غسل کی قسمیں

غسل کی تین قسمیں ہیں۔

(۱)فرض (۲) سنت (۳)مستحب۔

فرض:

درج ذیل صورتوں میں غسل فرض ہے۔

☆ جنبی پر غسل فرض ہے۔

☆ کسی بھی طرح منی نکلنے پر غسل فرض ہے۔

☆ دن یا رات میں احتلام ہوا اگر منی نکل گئی تو غسل فرض ہے ورنہ نہیں۔

☆ کسی نے کسی سے مباشرت کی، منی نکلی یا نہ نکلی تو فاعل ومفعول دونوں پر غسل فرض ہے۔

☆ غسل کیا اور پھر منی نکل آئی تو دوبارہ غسل فرض ہوگا۔

☆ حائضہ پر حیض کے ختم ہونے پر غسل فرض ہے۔[1]

☆ حیض بند ہوگیا تھا لیکن ایک دودن بعد پھر خون آ گیا تو غسل فرض نہ ہوگا۔

☆ نفاس کا خون آنے پر بھی غسل فرض ہے۔

☆ اگر کسی کو بالکل نفاس کا خون نہ آئے تو غسل فرض نہیں۔

سنت:

درج ذیل کاموں کے لئے غسل کرنا سنت ہے۔

---

[1] حیض کی مدت کم سے کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔

☆ جمعہ کی نماز کے لئے۔[1]

☆ عیدین کے لئے۔

☆ حج یا عمرہ کا احرام باندھنے کے لئے۔

☆ عرفات میں ٹھہرنے کے لئے۔

مستحب:

غسل بہت سی چیزوں کے لئے مستحب ہے جن میں سے چند یہ ہیں۔

☆ کافر کا مسلمان ہونے کے بعد غسل کرنا۔

☆ میت کو غسل دینے کے لئے غسل کرنا۔

☆ مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لئے غسل کرنا۔

☆ نمازِ استسقا، نمازِ کسوف وخسوف کے لئے غسل کرنا۔

☆ عرفات میں قیام کے لئے جانے سے پہلے غسل کرنا۔

☆ عمر کے لحاظ سے بالغ ہونے پر غسل کرنا۔

☆ پاگل کے اچھا ہو جانے پر غسل کرنا۔

☆ مزدلفہ میں قیام کے لئے صبح کو نمازِ فجر کے بعد غسل مستحب ہے۔

☆ گناہ سے توبہ کرنے پر۔

☆ سفر سے واپسی پر۔

---

[1] اہل حدیث علماء کے نزدیک جمعہ وعیدین کے لئے غسل مستحب ہے۔

غسل کے متفرق مسائل

☆ اگر کوئی شخص ندی یا نہر میں غوطہ لگا لے یا بارش میں پورا بھیگ جائے اور کلی وغیرہ کرلے تو غسل ہو جائے گا۔ اگر وہ ناپاک تھا تو پاک ہو جائے گا۔

☆ غسل کرنے سے پہلے یا بعد میں وضو ضروری نہیں بلکہ غسل کرنے میں وہ تمام اعضاء خود بخود دھل جاتے ہیں جو وضو میں دھوئے جاتے ہیں۔

☆ ناخن میں آٹا بھرا ہو یا ایسی کوئی چیز لگی ہو کہ اس کو چھڑائے بغیر اندر تک پانی پہنچانا ناممکن ہو تو اس کا چھڑانا ضروری ہے۔ بغیر چھڑائے غسل نہ ہوگا۔

☆ عورت کو اپنے بالوں کی تہہ تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

☆ اگر سر پر پانی ڈالنے سے کسی مرض کے بڑھ جانے کا خوف ہو تو سر پر بغیر پانی ڈالے بھی غسل ہو جائے گا۔

☆ حقنہ کرانے سے غسل فرض نہیں ہوتا۔

☆ پیشاب کے بعد اگر منی نکل آئے تو غسل فرض نہیں ہوتا۔ اسی منی کے نکلنے سے غسل فرض ہوتا ہے جو خواہش اور اچھال کے ساتھ ہو۔

تیمّم کا حکم اور آداب

اگر آدمی کسی وجہ سے پانی کے استعمال پر قادر نہ ہو اور اسے پاکی حاصل کرنا ہو تو شریعت نے ایسے موقع پر پاکی حاصل کرنے کے لئے تیمّم کا طریقہ بتایا ہے۔ مولانا منظور نعمانیؒ تیمّم کی حکمت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بسا اوقات آدمی ایسی حالت اور کسی ایسی بیماری میں مبتلا ہوتا ہے کہ غسل یا وضو کرنا اس کے لئے مضر ہوتا ہے۔ اسی طرح کبھی آدمی ایسی جگہ ہوتا ہے کہ غسل یا وضو کے لئے وہاں پانی ہی میسر نہیں ہوتا۔ ان حالات میں اگر بلا غسل اور بلا وضو یوں ہی نماز پڑھنے کی اجازت دے دی جاتی تو اس کا ایک نقصان تو یہ ہوتا کہ ان اتفاقات سے طبیعتیں ترکِ طہارت کی عادی ہو جاتی اور دوسرا اس سے بڑا ضرر یہ ہوتا کہ غسل اور وضو کی پابندی سے اللہ تعالیٰ کے دربار کی حاضری کا جو اہتمام محسوس ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے اس حاضری کی عظمت اور اس کے تقدس کا جو تصور ذہن پر چھایا ہوا رہتا ہے وہ مجروح ہوتا اس لئے اللہ کی حکمت نے مجبوری جیسے حالات میں تیمّم کو وضو و غسل کا قائم مقام بنا دیا۔ اب غسل اور وضو سے مجبور ہونے کی حالات میں جب آدمی نماز وغیرہ کے لئے تیمّم کا اہتمام کرے گا تو اس کی عادت اور اس کے ذہن پر ان شاء اللہ اس طرح کا کوئی غلط اثر نہیں پڑے گا۔''

غسل اور وضو میں پانی استعمال ہوتا ہے۔ اللہ نے مجبوری کی حالت

میں اس کے بجائے تیمم کا حکم دیا جس میں مٹی اور پتھر وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے۔اس کی ایک حکمت تو بعض اہلِ تحقیق نے یہ بیان کی ہے کہ پوری زمین کے دو ہی حصہ ہیں ایک بڑے حصہ کی سطح پانی ہے اور دوسرے حصہ کی سطح مٹی، پتھر وغیرہ۔ اس لئے پانی اور مٹی میں خاص مناسبت ہے نیز انسان کی ابتدائی تخلیق بھی مٹی اور پانی سے ہی ہوئی ہے۔علاوہ ازیں مٹی ہی ایسی چیز ہے جس کو انسان سمندر کے علاوہ ہر جگہ پاسکتا ہے اور مٹی کو ہاتھ لگا کر منھ پر پھیرنے میں تذلل اور خاکساری کی بھی ایک خاص شان ہے اور چونکہ انسان کا آخری ٹھکانا مٹی اور خاک ہی ہے اور اس کو خاک ہی میں ملنا ہے اس لئے تیمم میں موت اور قبر کی یاد بھی ہے''۔(معارف الحدیث جلد سوم صفحہ ۹۰ تا ۹۶)

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ تیمم کی حکمت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''(تیمم کے) حکم کی تفصیلی صورت تو یہ ہے کہ اگر آدمی بے وضو ہے یا اسے غسل کی حاجت ہے اور پانی نہیں ملتا تو تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے ۔اگر مریض ہے اور غسل یا وضو کرنے سے اس کو نقصان کا اندیشہ ہے تو پانی موجود ہونے کے باوجود تیمم کی اجازت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے......بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس طرح مٹی پر ہاتھ مار کر منھ اور ہاتھوں پر پھیر لینے سے آخر طہارت کس طرح حاصل ہوسکتی ہے لیکن درحقیقت یہ آدمی میں طہارت اور نماز کا احترام قائم رکھنے کے لئے ایک اہم نفسیاتی تدبیر ہے۔اس سے فائدہ یہ ہے کہ آدمی خواہ کتنی ہی مدت تک پانی استعمال کرنے پر قادر نہ ہو بہر حال اس کے اندر طہارت کا احساس باقی رہے گا۔پاکیزگی کے جو قوانین شریعت نے مقرر کر دیئے ہیں ان کی پابندی وہ برابر کرتا رہے گا۔اس کے ذہن میں قابلِ نماز ہونے اور قابلِ نماز نہ ہونے کا امتیاز ہر لمحہ باقی رہے

گا''۔(تفہیم القرآن جلد اول صفحہ ۳۵٦)

سورہ نساء میں تیمم کا حکم پہلی بار ان الفاظ میں نازل ہوا:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا۔ (النساء)

''اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی شخص استنجا سے آیا ہو یا تم نے عورت سے مجامعت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔ (یعنی اپنے ہاتھ مٹی میں مار کر) انہیں اپنے ہاتھوں اور چہروں پر پھیر لیا کرو۔ بیشک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔''

تیمم کا طریقہ جمہور ائمہ کے نزدیک یہ ہے کہ دونوں ہاتھ زمین پر یا کسی گرد آلود چیز پر مارے جائیں اور انہیں چہرہ پر پھیر لیا جائے، دوبارہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر مار کر ہاتھوں پر کہنیوں تک پھیر لیا جائے۔ بعض علماء کے نزدیک ہاتھوں کو صرف ایک بار زمین پر مارا جائے اور انہیں چہرہ اور ہاتھوں پر کلائی تک پھیر لیا جائے۔

آیئے اس واقعہ کا مطالعہ کریں جس میں تیمم کا حکم نازل ہوا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

''ایک بار ہم رسول ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر نکلے جب ہم مقامِ بیداء یا مقامِ جیش پر پہنچے تو وہاں میرا ایک ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا اور گم ہو گیا۔ اس کی تلاش میں آپؐ وہیں ٹھہر گئے۔ دیگر لوگ بھی آپؐ کے ساتھ ٹھہر گئے جبکہ وہاں پانی کا کوئی بندوبست نہ تھا لوگ میرے والد ماجد حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور بولے دیکھئے ''آپ کی صاحبزادی نے کیا کیا ہے؟ انہوں نے ہار کھو کر رسولؐ اور ہم لوگوں کو یہاں رکنے پر مجبور کر دیا ہے''۔ چنانچہ ابوبکر صدیقؓ میرے پاس آئے

اس وقت رسول ﷺ میری ران پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے اور آپؐ کو نیند آ گئی تھی۔ میرے والد نے مجھ کو مخاطب کر کے کہا: ''تو نے (ہار گم کر کے) اللہ کے رسول ﷺ اور لوگوں کو رکنے پر مجبور کر دیا ہے جبکہ یہاں پانی نہیں ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی کا انتظام ہے۔''

''حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میرے والد جتنا ڈانٹ سکتے تھے مجھے ڈانٹا اور جو کچھ اللہ کو منظور تھا وہ سب کچھ کہا اور میرے کونچے لگائے مگر میں ذرا نہ ہلی کیونکہ آپؐ میری ران پر سر رکھے آرام فرما رہے تھے۔ آپ آرام کرتے رہے صبح کو بیدار ہوئے تو پانی کا نام ونشان نہ تھا ایسے وقت میں اللہ نے تیمم والی آیت نازل فرمائی۔ حضرت اسید بن حضیرؓ جو نقباء تھے (وہ ذمہ دار صحابہ جو کہ انصار تھے اور جنہوں نے ہجرت سے پہلے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی) فرمایا: ''اے خاندانِ ابوبکر کے لوگو! تیمم کا یہ حکم تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ (بلکہ تمہاری وجہ سے اس سے پہلے بھی بہت سی برکتیں نازل ہو چکی ہیں)۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب اس اونٹ کو اٹھایا گیا جس پر میں سوار تھی تو ہار اس کے نیچے مل گیا۔''

اللہ تعالیٰ نے امتِ مسلمہ کے لئے مٹی کو نہ صرف پاک قرار دیا ہے بلکہ اسے پاک کرنے کی خاصیت بھی دی ہے۔ وضو اور غسل کی ضرورت کے وقت پانی کے استعمال پر قدرت حاصل نہ ہونے کی صورت میں تیمم کر کے مسلمان پاکی حاصل کر سکتا ہے۔

یہ بات ذہن میں رکھیے کہ غسل کے لئے تیمم کیا جا سکتا ہے خواہ کئی سال گزر جائیں۔ حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

''پاک مٹی مسلمان کے لئے ذریعۂ طہارت ہے اگرچہ دس سال تک بھی پانی نہ ملے اور جب پانی مل جائے تو اس کو استعمال کرے کیونکہ یہ بہت اچھا ہے۔'' (ترمذی)

تیمّم کے فرائض وسنن

تیمم کے فرائض:

تیمم میں تین چیزیں فرض ہیں۔

(۱) نیت کرنا

(۲) دونوں ہاتھوں کو مٹی پر مار کر پورے چہرے پر پھیرنا۔

(۳) دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر کہنیوں تک پھیرنا۔

تیمم کی سنتیں:

تیمم میں سات سنتیں ہیں۔

(۱) بسم اللہ پڑھنا۔

(۲) ترتیب قائم رکھنا۔

(۳) مٹی پر ہتھیلی مارنا، نہ کہ ہاتھ کی پشت کو۔

(۴) مٹی پر ہاتھ رکھ کر ہاتھوں کو آگے پیچھے کرنا اور انگلیاں کھلی رکھنا۔

(۵) اگر ہاتھ مارنے سے مٹی زیادہ لگ جائے تو اسے جھاڑنا۔

(۶) چہرے پر ہاتھ پھیرنے اور ہاتھوں پر مسح کے درمیان زیادہ فصل نہ کرنا۔

(۷) داڑھی کا خلال کرنا۔

جن چیزوں سے تیمّم جائز یا ناجائز ہے

درج ذیل چیزوں سے تیمم جائز ہے:

(۱) مٹی

(۲) ریت

(۳) غبار یا مٹی کے برتن اور دیوار وغیرہ

(۴) جن چیزوں پر غبار ہو ان سے بھی تیمم جائز ہے۔

(۵) جو چیزیں مٹی کی جنس سے ہیں

جو چیزیں مٹی کی جنس سے نہ ہوں ان سے تیمّم جائز نہیں۔ مٹی کی جنس کے بارے میں معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کوئی چیز آگ میں ڈالی جائے اور وہ نہ جلے اور نہ پگھلے تو وہ مٹی کی جنس سے ہے جیسے ریت، چونا، سرمہ، پتھر وغیرہ اور اگر وہ جل کر راکھ ہو جائے تو وہ مٹی کی جنس سے نہیں ہے جیسے لوہا، لکڑی، سونا اور چاندی وغیرہ۔

☆ جن چیزوں سے تیمم ناجائز ہے اگر ان پر گرد و غبار لگی ہے تو ان سے بھی تیمم جائز ہے۔

☆ جن چیزوں سے تیمّم جائز ہے اگر چہ وہ بہت صاف ہوں اور ان پر گرد و غبار نہ ہوں تب بھی ان سے تیمّم جائز ہے۔

تیمّم جائز ہونے کی صورتیں

(۱) پانی کم از کم ایک میل کی دوری پر ہو۔[۱]
(۲) پانی تو موجود ہو مگر پانی حاصل کرنا ممکن نہ ہو۔
(۳) پانی حاصل کرنے میں جان، مال، عزت وآبرو کا خطرہ[۲] ہو۔
(۴) پانی تو ہے لیکن وہ پینے کے لئے اگر اسے وضو یا غسل میں استعمال کر لیا تو پیاس کا کوئی انتظام نہ ہو سکے گا۔
(۵) پانی موجود ہے مگر کوئی وضو کرانے والا نہیں اور خود وضو کر نہیں سکتا۔
(۶) پانی کے استعمال سے بیمار پڑ جانے یا بیماری بڑھ جانے کا خطرہ ہو۔
(۷) سفر میں بھیڑ کی وجہ سے وضو کرنا ممکن نہ ہو یا سواری سے اتر کر وضو کرنے کی صورت میں سواری کے چھوٹ جانے کا خطرہ ہو۔
(۸) نماز جنازہ یا نماز عیدین کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو۔

---

۱ مالکیہ کے نزدیک دو میل، شافعیہ کے نزدک ڈیڑھ میل اور حنابلہ کے نزدیک اتنی دور ہو جس کو دوری کہا جا سکتا ہو۔
۲ امام احمدؒ اور ایک روایت میں امام شافعیؒ کے نزدیک صرف ڈر کی وجہ سے تیمم جائز نہیں یقینی اور قطعی صورت میں جائز ہے۔

تیمّم کو توڑنے والی چیزیں

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) جس عذر کی وجہ سے تیمم کیا جاتا ہے اس عذر کے ختم ہوتے ہی تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔

(۳) اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے وضو کیا تھا اور پانی میسر آ گیا تو وضو کرنا ضروری ہے۔ خواہ دورانِ نماز ہی کیوں نہ ہو البتہ اگر پوری نماز کے بعد ملا تو نماز کو دہرانا نہیں پڑے گا۔[1]

---

[1] امام شافعیؒ کے نزدیک پانی میسر آ جانے پر نماز دہرانا ہوگی بشرطیکہ پانی وقت کے اندر میسر آ جائے۔

تیمّم کے متفرق مسائل

☆ معذور شخص کو دوسرا آدمی بھی تیمم کرا سکتا ہے۔

☆ دو برتنوں میں پانی ہے ایک میں پاک اور ایک میں ناپاک مگر پتہ نہیں کون سا پانی پاک ہے تو ایسی صورت میں تیمم کر لینا چاہیے:

☆ وضو یا غسل کے بدلے میں تیمم ہوتا ہے ایک ہی تیمم دونوں کے لئے کافی ہے۔

☆ ایک ہی تیمم سے کئی وقت کی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں بشرطیکہ تیمم ٹوٹا نہ ہو۔

☆ ایک ہی مٹی کے ڈھیلے سے کئی آدمی تیمم کر سکتے ہیں۔

☆ تیمم اگر نفل کام کے لئے ہو تو اس سے فرائض کی ادائیگی درست نہیں۔

☆ تیمم اگر فرض کے لئے ہو تو اس سے سنن و نوافل پڑھنا درست ہے۔

☆ تیمم کے بعد تمام وہ کام جائز ہیں جو وضو یا غسل کے بعد جائز ہیں۔

موزوں پر مسح

کن موزوں پر مسح جائز ہے:

تین طرح کے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے[1]

(۱) چمڑے کے موزوں پر۔

(۲) اونی یا سوتی موزے جن پر چمڑے کا تلا چڑھا ہوا ہو۔

(۳) اونی یا سوتی موزے جو اس قدر دبیز ہوں کہ انہیں پہن کر تین میل تک پیدل چلا جا سکے اور وہ نہ پھٹیں۔

موزوں پر مسح کی شرائط:

مذکورہ موزوں پر اسی وقت مسح جائز ہے جبکہ درج ذیل شرائط موجود ہوں۔

(۱) موزے ٹخنوں کو ڈھانکے ہوئے ہوں۔

(۲) بغیر کسی چیز کے باندھے پیروں پر رکے ہوں۔

(۳) اتنے مضبوط ہوں کہ ان کو پہن کر متواتر تین میل چلا جا سکے۔

(۴) اتنے دبیز ہوں کہ اگر ان پر پانی پڑے تو پیروں تک نہ پہنچے۔

(۵) موزہ پیر کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا نہ ہو۔

(۶) موزے کو حالت وضو میں پہنا گیا ہو۔

---

[1] امام مالکؒ کے نزدیک صرف چمڑے کے موزوں پر مسح جائز ہے اور کسی پر نہیں۔ امام شافعیؒ صرف انہیں موزوں پر مسح کو درست سمجھتے ہیں جو پیروں کے اندر ہوں۔

مسح کرنے کا طریقہ:

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ تر کر کے داہنے ہاتھ کی انگلیاں داہنے موزے پر اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں بائیں موزے پر رکھ کر پنجوں کی طرف سے ٹخنوں کی طرف کھینچے۔ مسح موزوں کے صرف اوپر والے حصہ پر کیا جائے گا اور کہیں نہیں[1]

مسح کی مدت:

مسح کی مدت مقیم شخص کے لئے ایک دن اور ایک رات ہے اور مسافر کے لئے تین دن اور تین رات ہے۔ اس مدت کا حساب موزہ پہننے کے وقت سے نہیں لگایا جائے گا بلکہ وضو ٹوٹنے کے وقت سے لگایا جائے گا۔

مسح توڑنے والی چیزیں:

موزوں کا مسح چار چیزوں سے ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) موزے اتار دیئے جائیں یا تین انگلیوں کے برابر پھٹ جائیں۔

(۳) مسح کی مقررہ مدت پوری ہو جائے۔

(۴) موزہ پہنے پہنے پیر بھیگ جائیں۔

---

[1] امام شافعی کے نزدیک پیر کے نچلے حصہ پر بھی مسح کرنا بہتر ہے ضروری نہیں۔

مسح کے چند ضروری مسائل

☆ ایک موزہ اگر کئی جگہوں سے پھٹا ہے اور اس کی مجموعی پھٹن تین انگلیوں سے کم ہے تو مسح جائز ہے ورنہ نہیں اور اگر دونوں موزے کئی جگہوں سے پھٹے ہوں لیکن ہر ایک تین انگلیوں سے کم ہے اگر چہ دونوں ملا کر تین انگلیوں کے برابر ہی کیوں نہ ہوں تو مسح جائز ہے۔

☆ کسی شخص نے وضو کی حالت میں موزہ اتار دیا تو اب صرف پیر دھولینا کافی ہے پورا وضو ضروری نہیں۔

☆ اگر مقیم نے ایک دن ایک رات مکمل ہونے سے پہلے سفر شروع کر دیا تو وہ مسافر کے حکم میں ہوگا۔

☆ اگر مسافر نے تین دن تین رات سے پہلے سفر ختم کر دیا تو اس کی مدت مسح اسی وقت ختم ہو جائے گی۔ البتہ اگر وقت تنگ ہو اور اندیشہ ہو کہ موزے اتار کر پیر دھونے میں کوئی واجب چھوٹ جائے گا تو مسح جائز ہے۔

☆ دو موزے پہن رکھے ہوں تو صرف اوپر والے موزے پر مسح درست ہے۔

☆ تیمم کرنے والے کو موزے پر مسح کرنا ضروری نہیں۔

☆ جس پر غسل واجب ہو اور وہ غسل کر رہا ہو تو پاؤں کا دھونا ضروری ہے مسح درست نہیں۔ البتہ اگر غسل کے بدلے تیمم کر رہا ہو تو مسح کی ضرورت ہی نہیں۔

جبیرہ پر مسح

جبیرہ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو کسی زخم یا چوٹ پر باندھی جائے۔ مسح کے حکم میں جو حکم جبیرہ کا ہے وہی حکم پٹی، پلاسٹر، پھایہ اور لیپ وغیرہ کا ہے۔ جبیرہ پر مسح کرنے کے مسائل حسب ذیل ہیں:

☆ جس عضو کو دھونا ضروری ہے اگر اس پر جبیرہ یا پٹی بندھی ہوئی ہو تو اس کے بیشتر حصہ پر مسح کرنا چاہیے۔

☆ اگر جبیرہ کھول کر مسح کرنے میں نقصان نہ ہو تو جبیرہ کھول کر مسح کرنا ضروری ہے۔

☆ اگر زخم اچھا ہونے پر جبیرہ کھل کر گر جائے تو اس جگہ کا دھونا ضروری ہے۔

☆ کسی عضو پر زخم ہو یا بند چوٹ ہو اور اس پر مسح کرنے میں نقصان ہو تو مسح نہ کرے۔

☆ اگر ہاتھ وغیرہ پھٹ گئے ہوں اور ان میں دوا بھری ہو تو دوا کا نکالنا ضروری نہیں صرف پانی بہانا کافی ہے۔

☆ اگر اوپر کی پٹی پر مسح کیا تھا وہ کھل کر گر گئی اور نئی پٹی باندھی تو دوسری پٹی پر نیا مسح کرنا ضروری نہیں۔

☆ پٹی پر مسح کی مدت متعین نہیں جب تک زخم اچھا نہ ہو مسح کرتا رہے۔

متفرق مسائل

☆ انجکشن لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ہے۔ خواہ انجکشن پر خون دکھائی دے کیونکہ وہ خون بہنے والا نہیں ہے۔

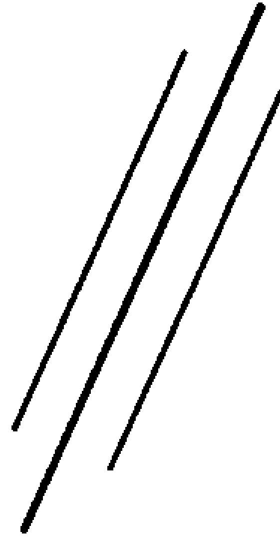
☆ ٹرین یا بس میں اگر تیمم کی ضرورت پیش آجائے تو ٹرین یا بس کی دیوار پر تیمم جائز نہیں کیونکہ وہ لکڑی، لوہے یا پلاسٹک کی ہوتی ہے۔ البتہ اگر ان پر گرد وغبار جمی ہو تو تیمم کرنا درست ہے۔

☆ نرودھ کے ساتھ مجامعت کرنے کی صورت میں بھی غسل واجب ہوگا۔

☆ ٹسٹ ٹیوب کے ذریعہ جو منی عورت کے رحم میں پہنچائی جاتی ہے اس سے غسل واجب نہیں ہوتا ہے۔

☆ قرآنی آیات کے کیسٹ کو بلا وضو چھونا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ قرآن کے احترام کے خلاف ہے۔ اگر فیتہ کے اوپر پلاسٹک کا کیس ہے تو اس وقت کیسٹ کو چھو سکتے ہیں کیونکہ کیس کی حیثیت غلاف کے مانند ہے۔

صلوة (نماز)



الصلوة عماد الدين

نماز دین کا ستون ہے

(الحديث)

نماز کا مفہوم اور حکم

نماز کا مفہوم: صلوٰۃ (نماز کے لغوی معنیٰ رحمت وسلامتی اور دعائے صبر کے ہیں۔ ہم جب اللہ سے دعا کرتے ہیں اللھم صل علیٰ محمد تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اے اللہ حضرت محمد ﷺ پر رحمت نازل فرما۔ اسی طرح قرآن میں آپ کو حکم دیا گیا ہے وصلّ علیھم یعنی آپ ان کے لیے دعائے خیر کیجیے۔

شریعت کی اصطلاح صلوٰۃ اس عمل کو کہتے ہیں جو تکبیر تحریمہ سے شروع ہو کر سلام پر ختم ہو اور جس میں قیام، قرآت، رکوع، سجدہ، قعود شامل ہیں۔

نماز کا حکم: اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ ایمان لانے کے بعد یہ اسلام کا سب سے اولین فریضہ ہے جس کی ادائیگی ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے تاکہ مومن ایمان کا اقرار کرنے کے بعد اپنے عمل سے اس کا ثبوت پیش کر سکے۔

نماز کی فرضیت سے انکار کرنے والا شخص کافر ہے، قصداً اس کو چھوڑنے والا گنہگار اور موجب سزا ہے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ آنحضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

> ''پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں، جس شخص نے ان کے لیے اچھی طرح وضو کیا، ان کے وقت پر ان کو پڑھا، رکوع وسجد اچھی طرح کیا اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھی تو اس کے لیے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اس کو بخش دے گا اور جس شخص نے ایسا نہیں کیا (یعنی نماز کے بارے میں کوتاہی کی) تو اس کے لیے اللہ کا کوئی وعدہ نہیں وہ چاہے گا تو اس کو بخش دے گا اور چاہے گا تو سزا دے گا۔''

نماز کی فضیلت واہمیت

نماز دین کا بنیادی ستون ہے۔ایمان لانے کے بعد یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ آدمی اپنے عمل سے یہ ثابت کرے کہ وہ خدا کا بندہ اور اس کے حکم کا پابند ہے۔نماز دراصل خدا کی بندگی کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے اور سب سے بڑا ثبوت ہے اسی لئے کفر اور بندگی کے درمیان نماز ہی کو وجہ امتیاز بتایا گیا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ (مسلم)

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:" بندہ اور کفر کے درمیان نماز چھوڑ دینے کا فاصلہ ہے۔"

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"یہ نماز ہر آزاد اور غلام، امیر اور غریب، بیمار اور تندرست، مسافر اور مقیم پر ہمیشہ کے لئے اور ہر حال میں فرض ہے۔کسی بالغ انسان کو کسی حال میں اس سے مستثنیٰ نہیں کیا جاسکتا بخلاف روزہ، حج اور زکوۃ کے جو مختلف شرائط وصفات کے ساتھ وابستہ ہیں اور ان کے متعین حدود واوقات ہیں۔نماز میدانِ جنگ میں بھی فرض ہے۔یہ ایک ایسا فریضہ ہے جو کسی نبی اور رسول سے بھی ساقط نہیں ہوتا چہ جائے کہ کسی ولی، عارف اور مجاہد سے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وہ نماز سے مستغنی ہے اور ان مقاصد کو حاصل کر چکا ہے جن کے لئے نماز کا حکم ہے یا اسلام اور مسلمانوں کی کسی بڑی خدمت یا عبادت وریاضت یا جہاد وسرفروشی یا تحریک ودعوت میں اپنے انہماک

وشغولیت پر بھروسہ کر کے نماز کو حقیر یا بے ضرورت سمجھتا ہے اور اس سے
غفلت برتتا ہے تو وہ تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے اور اس کے سارے اعمال
اور ساری خدمات نہ صرف رائیگاں بلکہ وبالِ جان ہیں اور اس کی مثال
اس بکری یا بھیڑ کی ہے جو اپنے گلہ اور چرواہے سے علیحدہ ہو کر دور رہ
جائے اور بالآخر بھیڑیے کا لقمۂ تر بن جائے۔'' (ارکانِ اربعہ)

عذرِ شرعی کے بغیر نماز چھوڑ دینا انسان کو کفر کے نزدیک پہنچا دیتا ہے۔ دورِ نبوی ؐ میں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ مسلمان تارکِ نماز بھی ہو سکتا ہے۔ کسی شخص کا نماز نہ پڑھنا، اس بات کی علامت سمجھا جاتا تھا کہ ابھی وہ دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں جامع ترمذی کے حوالہ سے یہ روایت منقول ہے۔

كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَرَوْنَ شَيْئًا مِّنَ الْاَعْمَالِ تَرْكَهٗ كُفْرًا غَيْرَ الصَّلٰوةِ۔

''رسول ﷺ کے صحابۂ کرامؓ نماز کے سوا کسی عمل کے ترک کر دینے کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔''

مطلب یہ ہے کہ صحابۂ کرامؓ دوسرے اعمال کے ترک کر دینے کو تو گناہ اور معصیت سمجھتے تھے مگر نماز چھوڑ دینے کو وہ اسلام سے بے تعلقی اور کفر سمجھتے تھے۔

حضرت ابوداؤدؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے خلیل و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی کہ:

''اللہ کے ساتھ کبھی کسی چیز کو شریک نہ کرنا چاہے تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں اور تمہیں آگ میں بھون دیا جائے اور کبھی جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑنا کیونکہ جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس سے اللہ کی ذمہ داری ختم ہوگئی اور کبھی شراب نہ پینا کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔'' (ابن ماجہ)

اللہ کی ذمہ داری ختم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایمان لانے والوں کو خدا نے اپنے انعام و اکرام سے نوازنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ جس کا ظہور آخرت میں ہوگا مگر جو شخص جان بوجھ کر نماز

چھوڑتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بری الذمہ ہے اور ایسے شخص کے لئے انعام واکرام کا وعدہ ختم ہو جاتا ہے۔

نماز انسان کو گناہوں سے اس طرح پاک کرتی ہے جس طرح غسل کرنے سے جسم کا میل کچیل دور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح نماز پڑھنے سے گناہوں کی آلودگی دور ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا:

> "یہ بتاؤ کہ تم میں سے کسی کے دروازے پر نہر جاری ہو وہ اس میں روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو تو کیا اس کے جسم پر کچھ میل کچیل باقی رہ سکتا ہے۔" صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: "کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گا"۔ آپؐ نے فرمایا: "بالکل یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ گناہوں کو دھوتا اور مٹاتا ہے۔" (متفق علیہ)
>
> ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موسم سرما میں آبادی سے باہر تشریف لائے حضرت ابوذر غفاریؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ موسم خزاں ہونے کی وجہ سے درختوں کے پتے گر رہے تھے آپؐ نے ایک درخت کی دو ٹہنیوں کو پکڑ کر ہلایا تو ان کے پتے گرنے لگے آپ نے فرمایا: "اے ابوذرؓ جب بندۂ مومن صرف خوشنودیٔ رب کے لئے نماز پڑھتا ہے تو اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے اس پیڑ کے پتے جھڑ رہے ہیں۔" (سند احمد)

نماز نہایت خشوع وخضوع اور سکون واطمینان سے پڑھئے۔ کسمساتے ہوئے، سستی و بے دلی غفلت ولا پرواہی کے ساتھ نماز نہ پڑھئے۔ تمام ارکان کو اچھی طرح ادا کیجئے بلا وجہ ہاتھ پیر نہ ہلائیے۔ کپڑوں سے کھیلنے، بدن کھجانے، ناک یا کان میں انگلی ڈالنے سے پرہیز کیجئے۔ جس طرح آپ کا جسم نماز میں خدا کے حضور جھکا ہوتا ہے اسی طرح دل ودماغ، احساسات وجذبات اور خیالات کو بھی خدا کی طرف رجوع کر کے یکسوئی اور انہاک کے ساتھ نماز پڑھئے۔ سستی وغفلت کے ساتھ نماز پڑھنا مومنوں کا نہیں بلکہ منافقوں کا شعار ہے۔ قرآن نے منافقوں کی کیفیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى۔

''جب وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کسمساتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں۔''

اسی طرح غفلت و بے دلی سے نماز پڑھنے والوں کو وعید سنائی گئی ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ (الماعون)

''ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غفلت برتتے ہیں۔''

رکوع و سجود اور تمام ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کیجئے۔ رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے ہوجایئے پھر سجدہ کے لئے جھکئے۔ بعض لوگ رکوع سے اٹھنے کے بعد سیدھے کھڑے بھی نہیں ہو پاتے اور سجدہ میں چلے جاتے ہیں یہ مناسب نہیں۔ سجدہ کو بھی اطمینان سے کیجئے۔ دونوں سجدوں کے درمیان مناسب وقفہ رکھئے۔ سجدوں کے درمیان یہ دعا پڑھ لیا کیجئے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَارْحَمْنِيْ وَاهْدِنِيْ وَاجْبُرْنِيْ وَعَافِنِيْ وَارْزُقْنِيْ (ابوداؤد)

''اے اللہ میری مغفرت فرما۔ مجھ پر رحم فرما۔ مجھے سیدھے راستہ پر چلا۔ میرے حالات درست فرما مجھے عافیت عطا فرما اور مجھے روزی دے۔''

نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

''بدترین چوری نماز کی چوری ہے۔'' لوگوں نے پوچھا: ''یارسول اللہ نماز کی چوری کیا ہے؟'' آپؐ نے فرمایا: ''نماز کی چوری یہ ہے کہ رکوع اور سجدے ادھورے کئے جائیں۔''

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لارہے تھے رات کو ایک جگہ پڑاؤ کیا اور فرمایا کہ آج رات فوج کی حفاظت و نگرانی کے فرائض کون انجام دے گا۔

اس اعلان پر حضرت عمار بن یاسرؓ اور عباد بن بشیرؓ نے اپنی خدمات پیش کیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام کے لئے ایک پہاڑی کی نشاندہی فرمائی جہاں سے دشمن کے اندر آنے کا اندیشہ تھا۔ دونوں صحابیؓ اس پہاڑ پر پہنچ گئے اور پہرے داری شروع کردی۔

حضرت عباد بن بشیرؓ کو خیال آیا کہ رات بھر دونوں کے جاگنے میں اس کا امکان ہے کہ کسی وقت نیند کا غلبہ ہوجائے اور دونوں کی آنکھ لگ جائے اور دشمن دونوں کو غافل پاکر اسلامی فوج کو

کوئی نقصان پہنچادے چنانچہ انہوں نے اپنے رفیق کار حضرت عمار بن یاسرؓ سے کہا:

"کیوں نہ ہم رات کو دو حصوں میں تقسیم کرلیں ایک حصہ میں آپ آرام فرمائیں اور میں جاگتا رہوں۔ دوسرے حصہ میں میں سو جاؤں اور آپ جاگتے رہیں۔ جاگنے والا رفیق کوئی خطرہ محسوس کرے تو وہ اپنے سونے والے رفیق کو بھی جگالے۔"

حضرت عمار بن یاسرؓ کو یہ رائے بہت پسند آئی اور انہوں نے اس رائے سے اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور طے پایا کہ رات کے پہلے حصہ میں عباد بن بشیرؓ جاگیں اور حضرت عمار بن یاسرؓ سو جائیں اور رات کے آخری حصہ میں عمار بن یاسرؓ جاگیں اور عباد بن بشیرؓ آرام فرمالیں۔

چنانچہ حضرت عمار بن یاسرؓ سو گئے اور حضرت عباد بن بشیر نگرانی کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد عباد بن بشیرؓ نے سوچا مجھے جاگنا تو ہے ہی کیوں نہ یہ وقت نماز جیسی محبوب عبادت میں گزار دوں۔ اس سے جاگنے میں بھی مدد مل جائے گی۔ چنانچہ قبلہ رو ہوئے اور نماز کی نیت باندھ لی سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد ایک طویل سورت (سورہ کہف) شروع کردی۔

دور سے دشمن نے آپ کو تنہا کھڑا دیکھ کر ایک تیر مارا لیکن آپ نماز میں اتنے منہمک اور مشغول تھے کہ نماز ختم کرنے کو جی نہ چاہا۔

اس نے جب کوئی حرکت نہ دیکھی تو دوسرا تیر مارا پھر اسی طرح تیسرا، ہر تیر آپ کے بدن میں گھستا رہا آپ اس کو نکال کر پھینکتے رہے مگر نماز ختم نہ کی۔ اطمینان سے رکوع و سجدے کیے۔

نماز پوری کرکے اپنے رفیق کار حضرت عمار بن یاسرؓ کو جگایا۔ وہ بیدار ہوئے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ رفیق کار کا جسم لہولہان ہے پوچھا: "تم نے مجھے شروع ہی میں کیوں نہ جگالیا؟"

"میں نے نماز میں سورہ کہف شروع کردی تھی۔ میرا دل نہ چاہا کہ اس کو ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ بار بار تیر لگنے سے مرجاؤں گا اور آنحضرتؐ نے حفاظت و نگرانی کی جو خدمت سپرد کی ہے وہ ادا نہ ہو پائے گی تو میں تیر کھا کھا کر مرجاتا مگر نماز ختم نہ کرتا۔ حضرت عباد بن بشیرؓ نے حسرت بھری آواز میں جواب دیا۔"

اللہ اکبر! کیا گہرا شغف تھا نماز سے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ایسا شغف نصیب فرمائے۔)

نماز کے فوائد و مقاصد

نماز کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے اور یہی اس کا مقصد ہے کہ نماز پڑھنے سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ بندہ اللہ کی جانب متوجہ ہوتا، اس کے سامنے گڑگڑاتا، اور اس کی عنایات کا طالب ہوتا ہے پھر اس نتیجہ میں اللہ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور رحمت و برکات نازل فرماتا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اپنے جن اعمال سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں مجھ کو سب سے زیادہ محبوب وہ اعمال ہیں جن کو میں نے اس کے اوپر فرض کیا ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ برابر میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ میرا محبوب بن جاتا ہے اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔'' (بخاری)

نماز سے بندے کے گناہ معاف ہوتے اور اسے اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ نماز پڑھنے سے انسان کے گناہ اس طرح معاف ہوتے ہیں جیسے پت جھڑ کے موسم میں پیڑ سے پتے جھڑتے ہیں۔ کیونکہ نماز پڑھنے سے بندہ میں توبہ واستغفار کرنے کا جذبہ ابھرتا ہے اور بندہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا (میں گناہ کرکے) ''میں حد سزا کو پہنچ چکا ہوں اس لیے مجھ پر حد جاری

> فرما دیں'' تبھی نماز کا وقت آ گیا اس شخص نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ شخص پھر کھڑا ہوا اور بولا اے اللہ کے رسول ﷺ میں واقعی حد کو پہنچ چکا ہوں، مجھ پر اللہ کا حکم نافذ کیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: ''کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟'' اس نے کہا ''پڑھی ہے'' آپؐ نے فرمایا: ''اللہ نے تیرا گناہ بخش دیا۔'' (صحیح بخاری)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کی رحمت اور بخشش بہت وسیع ہے۔ نماز کے سبب اللہ نے اس کا وہ گناہ معاف فرما دیا۔ جسے وہ اپنی سمجھ کے مطابق حد کو پہنچنا کہہ رہا تھا۔

انسانی فطرت میں یہ جذبہ ودیعت کیا گیا ہے کہ وہ کسی بالاتر ہستی کے سامنے اپنی عاجزی و بے بسی ظاہر کرے اور اس طور پر انساں کو ذہنی و قلبی تسکین حاصل ہوتی ہے چنانچہ نماز اس جذبہ کی تسکین کا سب سے مؤثر ذریعہ ہے۔ مومن اللہ کے سامنے تضرع، گریہ زاری کرتا، خشوع و خضوع کے ساتھ نذرانہ عقیدت پیش کرتا اور اس کے سامنے گڑگڑا کر اپنے دل کا بوجھ ہلکا کرتا ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا ہے۔ ترمذی اور ابوداؤد کی روایت ہے کہ آپؐ نماز میں ہیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی ہیں گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چکی چل رہی ہے یا ہانڈی ابل رہی ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''نماز دو دو رکعت ہے اور ہر دو رکعت میں تشہد ہے، تضرع و زاری ہے، خشوع و خضوع ہے، بے چارگی اور لاچاری ہے۔ اور ہاتھ اٹھا کر یارب! یارب! کہنا ہے۔ جس نے ایسا نہ کیا تو اس کی نماز ناقص ہے۔

نماز آدمی کے اندر طہارت و پاکیزگی کا نہ صرف جذبہ پیدا کرتی ہے بلکہ ہر پہلو سے اسے پاکیزگی و طہارت کا عادی بناتی ہے کیونکہ مومن جب نماز پڑھتا ہے تو وہ اپنے دل و دماغ کو ہر قسم کی گندگی اور وسوسے سے پاک کر کے اللہ کے لیے یکسو کر لیتا ہے۔ پھر وہ اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ اس کے جسم اور کپڑے اور جانماز پر گندگی نہ ہو، وہ نماز پڑھنے سے پہلے پورے اہتمام کے ساتھ وضو کرتا ہے، وہ استنجا، نجاست اور طہارت کے مسائل

سے واقفیت حاصل کرتا ہے تاکہ وہ ہر قسم کی گندگی سے اپنے آپ کو دور کر سکے۔ وہ دن میں پانچ مرتبہ وضو کر کے جسم کے کھلے ہوئے اعضاء کو دھوتا ہے تاکہ گرد وغبار سے بھی اس کا جسم پاک وصاف رہے۔ وہ مسواک یا برش کرنے کا بھی اہتمام کرتا ہے تاکہ اس کے دانت بھی صاف رہ سکیں۔ حدیث میں طہارت و پاکیزگی کو آدھا ایمان قرار دیا گیا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ صفائی وستھرائی انسان کے دل ودماغ پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ اگر انسان صاف ستھرا رہتا ہے تو اس کی طبیعت فرحت وانبساط محسوس کرتی ہے اور اگر آدمی گندہ اور ناپاک رہتا ہے تو اس کی طبیعت گرانی وتکدر محسوس کرتی ہے۔ اس کی روح تاریکیوں میں گھری رہتی ہے اور وہ نورانی کیفیات سے محروم رہتا ہے۔ اس کی روح طرح طرح کے وسوسوں میں گرفتار رہتی ہے۔ وہ مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا رہ سکتا ہے چنانچہ وضو کے بعد بندہ کو جو دعا سکھائی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں۔

نماز پانچ وقت فرض کی گئی ہے۔ اوقات کی اس تعین اور پابندی سے وقت کی قدر واہمیت معلوم ہوتی ہے اور وہ اپنے تمام معمولات میں وقت کی پابندی کا عادی ہوتا ہے اور اس طرح مومن کی زندگی میں ڈسپلن کی وہ صفت پیدا ہوتی ہے۔ جسے ہر شعبۂ زندگی میں کامیابی کی کنجی کہا جا سکتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ نماز کے اوقات دنیا میں ظاہر ہونے والی اہم تبدیلیوں اور نشانیوں کے لحاظ سے مقرر کیے گئے ہیں۔ یہ تبدیلیاں اور نشانیاں خدا کی عظمت وجلال کو ظاہر ہونے کے وقت اللہ کے سامنے سربسجود ہو کر اپنے آپ کو ان عظیم تبدیلیوں اور نشانیوں سے ہم آہنگ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نماز کو وقت پر ادا کرنے کی تاکید کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَوْقُوْتًا (نساء)

''بیشک نماز اہل ایمان پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔''

نماز کو جماعت سے پڑھنے کی تاکید آئی ہے۔ صحابۂ کرامؓ نمازِ باجماعت کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے جماعت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''باجماعت نماز پڑھنا اکیلے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ افضل ہے۔'' (بخاری ومسلم)

علماء نے لکھا ہے کہ ستائیس درجہ سے تعداد کا تعین مقصود نہیں ہے بلکہ ثواب کی کثرت بیان کرنا مقصود ہے۔

نماز باجماعت سے مومن کی زندگی میں اجتماعی شعور پیدا ہوتا ہے۔ اجتماعیت کے تقاضوں کو سمجھنے اور انہیں ادا کرنے کی صلاحیت واستعداد پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً جب جماعت قائم ہوتی ہے تو صفیں بنائی جاتی ہیں۔ صفیں بالکل درست اور سیدھی رکھی جاتی ہیں اصحابِ علم وفہم اگلی صفوں میں امام کے قریب کھڑے ہوتے ہیں اس طرح مسلمانوں کو پوری زندگی میں صف بندی اور مراتب کے لحاظ سے درجہ بندی اور اتحاد واتفاق کی تربیت دی جاتی ہے پھر امام اس شخص کو بنایا جاتا ہے جو علم وتقویٰ میں سب سے بہتر ہو گویا کہ ہم اپنی زندگی میں امامت وقیادت بھی اس شخص کو سونپنے کی تربیت حاصل کرتے ہیں جو تقویٰ ، پرہیزگاری، علم، محاسنِ اخلاق میں زیادہ بہتر ہو۔

مقتدیوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ امام کی پیروی کریں۔ اور تمام ارکان نماز اس کی اتباع میں ادا کریں۔ اگر امام کوئی غلطی کرے تو نہایت ادب واحترام سے سبحان اللہ (اللہ پاک ہے) یا ''اللہ اکبر'' اللہ سب سے بڑا ہے کہہ کر اس کو لقمہ دیں۔ گویا کہ لقمہ دیتے وقت ہم امام سے یہ کہتے ہیں کہ صرف اللہ کی ذات ہی گناہوں سے پاک ہے اور وہی ہم میں سب سے بڑا ہے۔ اگر آپ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو یہ انسانی تقاضہ ہے۔ بھول چوک انسان ہی سے ہوتی ہے۔ البتہ بھول چوک سے رجوع کرلینا اور اپنی اصلاح کرلینا ہی اصل انسانیت بلکہ کمال انسانیت ہے۔ جب ہم امام کو لقمہ دیتے ہیں تو وہ بھی نہایت خندہ پیشانی سے ہماری بات سنتا اور فوراً اپنی اصلاح کرلیتا ہے۔

اس طرح ہم اس بات کی تربیت حاصل کرتے ہیں کہ اگر ہماری اجتماعی زندگی میں ہمارا امیر یا ہمارا سربراہ کوئی غلطی کر بیٹھے تو ہم اسے اپنے نہایت ادب واحترام اور خلوص اپنائیت سے اس کی غلطی پر توجہ دلائیں اور وہ بھی نہایت خوش دلی سے اپنی کوتاہی کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی اصلاح کرے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ

اس پہلو سے ہم تنقید کے آداب سے روشناس ہوتے ہیں۔

امام کو بھی یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے مقتدیوں کی ضروریات کا خیال رکھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَاِنَّ فِيهِمُ السَّقِيمَ وَالضَّعِيفَ وَالْكَبِيرَ وَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ لِنَفْسِهٖ فَلْيُطَوِّلْ مَاشَاءَ (بخاری و مسلم)

''تم میں سے جب کوئی لوگوں کو نماز پڑھائے تو اسے چاہیے کہ ہلکی نماز پڑھائے (یعنی نماز کو زیادہ طول نہ دے) کیونکہ مقتدیوں میں بیمار بھی ہیں، کمزور بھی اور بوڑھے بھی اور جب کوئی تنہا نماز پڑھے تو جتنی چاہے لمبی پڑھے۔''

رسول اللہ کی اس ہدایت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی معاملات کے ذمہ دار شخص کو چاہیے کہ وہ اپنے ماتحتوں کی ضرورتوں کا ہر وقت خیال رکھے خصوصاً کمزور اور ضرورت مند لوگوں کا ہر پہلو سے خیال رکھا جائے۔ روزانہ پانچ وقت نماز باجماعت ادا کر کے ہم اجتماعی امور کی انجام دہی کی تربیت حاصل کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر نماز کے وقت محلہ اور بستی کے لوگوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ ان کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے۔ نئے لوگوں سے تعارف ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو جاننے کا موقع ملتا ہے۔ آپس میں اخوت و بھائی چارگی بڑھتی ہے۔ دوریاں ختم ہوتی ہیں۔

بندہ جب دن میں پانچ مرتبہ پاک صاف ہو کر خدا کے حضور کھڑا ہوتا ہے اور یہ عہد کرتا ہے کہ میرا تیرا بندہ اور پوری زندگی تیرے احکام کے تحت بسر کروں گا۔ جن چیزوں سے تو نے روکا ہے ان سے لوگوں کا اور جن کاموں کے کرنے کا تو نے حکم دیا ہے ان کو بجالاؤں گا۔ تو اس کے اندر بڑی تبدیلی آنے لگتی ہے۔ وہ گناہوں سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ اچھائیوں کو اپناتا ہے۔ حلال و حرام کا خیال رکھتا ہے وہ لوگوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ کسی پر ظلم و زیادتی نہیں کرتا ہے۔ کسی کو تکلیف نہیں پہنچاتا۔ یہ ایک کے ساتھ بھلائی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ نیکیوں کا خوگر اور برائیوں سے کنارہ کش ہو جاتا ہے۔

قرآن پاک میں نماز کی اس خصوصیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت:۴۵)

''بیشک نماز فحش اور بری باتوں سے روکتی ہے۔''

نماز انسان کے اندر صبر کی صفت پیدا کرتی ہے۔صبر اور نماز کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ بے صبر آدمی اطمینان اور خشوع وخضوع سے نماز نہیں پڑھ سکتا ہے چنانچہ قرآن پاک میں نماز اور صبر کا ایک ہی جگہ ذکر کیا گیا۔ارشاد ربانی ہے۔

یَا ٰیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْ اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ (البقرہ:۱۵۳)

''اے ایمان لانے والو! صبر اور نماز کے ذریعہ اللہ کی مدد طلب کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔''

صبر ایمان کا لازمی تقاضہ اور نماز کا لازمی نتیجہ ہے۔صبر وہ وصف ہے جو انسان کے کردار کو پاکیزگی اور بلندی عطا کرتا ہے۔اسے زندگی کے ہر میدان میں کامیابی سے ہمکنار کرتا ہے۔ بے صبر آدمی دنیا میں کوئی بڑا کام انجام نہیں دے سکتا اور نہ ہی دین کی کوئی خدمت کرسکتا ہے۔سردی، گرمی کے موسم میں وقت پر نماز پڑھنا انسان کے اندر صبر وعزیمت کی صفات پیدا کرتا ہے۔ جب شدید سردی ہو اور وضو کے لئے صرف ٹھنڈا پانی موجود ہو جب گھر سے باہر لو کے تھپیڑے چل رہے ہوں اور مسجد جاتا ہو تو صبر کی صفت رکھنے والا ہی انسان یہ فرض ادا کرسکتا ہے۔

بندۂ مومن نماز اللہ کی رضا وخوشنودی کے لئے پڑھتا ہے۔اس لیے وہ ہر وقت اللہ کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔وہ نماز میں اللہ سے بار بار عہد کرتا ہے کہ وہ اس کی رضا ہی کے لیے کام کرے گا۔وہ جب نماز پڑھتا ہے تو اسے یقین ہوتا ہے کہ وہ اللہ سے کلام کررہا ہے۔اللہ اس کے ساتھ موجود ہے۔اس وقت نمازی کے دل کی جو کیفیت ہوتی ہے۔اس کا اندازہ اس کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا کسی نے خوب کہا ہے:

''جب اللہ کی باتیں سننے کو جی چاہتا ہے تو قرآن پڑھتا ہوں اور جب اپنی باتیں سنانے کو دل چاہتا ہے تو نماز شروع کردیتا ہوں۔نماز جب سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے تو اللہ ہر

آیت کا جواب دیتا ہے۔''

نماز بندۂ مومن کے اندر اللہ کی یاد کو لبھاتی ہے۔ اس کا دل ہر قسم کی گندگی سے پاک ہو کر اللہ کا مسکن بن جاتا ہے اور جس دل میں اللہ کی یاد ہو اس کی عظمت کا کیا کہنا اللہ نے قرآن پاک میں حکم دیا۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ:۱۴)

''نماز قائم کرو میری یاد کے لئے۔''

نماز کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ یہ بندۂ مومن میں خدا ترسی، تقویٰ اور خوفِ آخرت پیدا کرتی ہے۔ نمازی جب شعور کے ساتھ قرأت کرتا ہے اور قیامت میں عذاب کے مناظر اس کے سامنے آتے ہیں تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ وہ یہ عزم کرتا ہے کہ وہ ایسا کوئی کام نہیں کرے گا جو اسے جہنم میں لے جائے۔ احادیث میں آتا ہے کہ بہت سے صحابہ کرامؓ آیاتِ عذاب کو سن کر اتنا روتے تھے کہ ان کی سسکیاں بندھ جاتی تھیں۔ آنسوؤں سے داڑھیاں تر ہو جاتی تھیں۔ بسا اوقات ان کی چیخیں بلند ہو جاتی تھیں۔

نماز کی یہی کیفیت انسان کو گناہوں سے باز رکھتی ہے۔ اس کے لئے جنت کو واجب کرتی اور جہنم کی آگ کو اس پر حرام کرتی ہے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو مسلمان اچھی طرح وضو کر کے پھر اللہ کے حضور کھڑے ہو کر قلبی توجہ اور یکسوئی کے ساتھ دو رکعت نماز پڑھے تو جنت اس کے لیے واجب ہو جاتی ہے۔'' (مسلم)

نماز انسان کے اندر خدا کا خوف اور آخرت میں جواب دہی کا احساس پیدا کرتی ہے۔ جب مسلمان کو یہ یقین ہو کہ اللہ ہر وقت، اور ہر جگہ اسے دیکھ رہا ہے، دن کے اجالے میں بھی اور رات کے سناٹے میں بھی، اس کے لیے تمام دنیا سے چھپ جانا ممکن ہے مگر اللہ سے نہیں۔ وہ دنیا کی سزا سے بچ سکتا ہے مگر اللہ کی پکڑ سے نہیں بچ سکتا۔ یہی وہ تصور ہے جس کو نماز پانچ بار مومن کے قلب و ذہن میں مستحکم کرتی ہے اور اسے اس بات

کے لیے تیار کرتی ہے کہ وہ زندگی کے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کی پابندی کرے گا۔

نماز انسان کو بار بار یہ بات یاد دلاتی ہے کہ وہ صرف اللہ کا بندہ ہے اور اسے اللہ کی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے تاکہ وہ ان لاکھوں شیاطین سے محفوظ رہ سکے جو ہر طرف دنیا میں انسان سے اپنی بندگی کرانے کے لیے پھیلے ہوئے ہیں۔ صبح اٹھتے ہی تمام کاموں سے پہلے پھر دوپہر میں جب آپ دنیاوی کاموں میں مشغول ہوتے ہیں، پھر سہ پہر کے وقت جب آپ کاموں سے فرصت پانے کے قریب ہوتے ہیں پھر جب دن اپنے اختتام کو پہنچتا اور رات کی آمد آمد ہوتی ہے۔ پھر اس وقت جب رات اچھی طرح چھا جاتی ہے۔ شیطان دندناتا پھرتا ہے اور رات کی تاریکیاں اور تنہائیاں گناہوں کا ماحول پیدا کرتی ہیں۔ نماز آپ کو اللہ کی یاد دلاتی اور اس کی اطاعت کرنے کی مشق کراتی ہے۔ دن میں پانچ مختلف اوقات میں نماز کی ادائیگی آپ کے اندر ہر حال میں اللہ کی اطاعت کرنے اور اس کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کی ایسی مشق پیدا کر دیتی ہے کہ آپ ہر حال میں اور ہر وقت اللہ کے بندے کی حیثیت سے زندگی گزارنے لگتے۔

جب آپ شعور کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ نماز میں جو کچھ پڑھتے ہیں، اسے اچھی طرح سمجھتے ہیں تو اللہ کے احکام آپ کو معلوم ہوتے ہیں۔ اس کا خوف آپ کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ گناہوں اور بدکاریوں سے توبہ کرنے کی توفیق حاصل ہوتی ہے۔ اخلاق کی اصلاح ہوتی ہے۔ معاملات درست ہوتے ہیں۔ اگر آپ روایتی نماز پڑھتے ہیں۔ نماز میں جو کچھ پڑھا جا رہا ہے اسے سمجھتے نہیں تو پھر آپ کو نماز سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ ایسی نماز آپ کی تربیت و اصلاح اور تزکیۂ نفس میں کوئی رول ادا نہ کر سکے گی۔

نماز سے متعلق ضروری اصطلاحات

(۱) **فرض**: وہ ہے جو قطعی دلیل سے ثابت ہو یعنی اس کے ثبوت میں کوئی شبہ نہ ہو اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہوتا ہے اور بلا عذر چھوڑنے والا فاسق اور گنہگار رہوتا ہے۔

فرض کی دو قسمیں ہیں (۱) **فرضِ عین** (۲) **فرضِ کفایہ**

فرضِ عین: وہ فرض ہے جس کا ادا کرنا ہر شخص کے لئے ضروری ہو جیسے نماز، روزہ وغیرہ۔

فرض کفایہ: وہ فرض ہے جو چند آدمیوں کے ادا کر لینے سے سب کے ذمہ سے اتر جاتا ہے جیسے نماز جنازہ۔

(۲) **واجب**[۱]: وہ ہے جو ظنی دلیل سے ثابت ہو یعنی اس کا ثبوت قطعی نہ ہو بلکہ غالب گمان سے ہو اس کا انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا البتہ اس کو چھوڑنے والا فاسق اور گنہگار رہوتا ہے۔

(۳) **سنت**: وہ ہے جس کو آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ نے کیا ہو یا کرنے کا حکم دیا ہو۔

سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) **سنتِ مؤکدہ** (۲) **سنتِ غیر مؤکدہ**

سنت مؤکدہ: وہ سنت ہے جس کو آنحضورؐ نے ہمیشہ کیا ہو یا ہمیشہ کرنے کا حکم دیا ہو ایسی سنت کو بغیر عذر چھوڑ دینا گناہ ہے۔

سنت غیر مؤکدہ: وہ سنت ہے جس کو آنحضورؐ نے اکثر کیا ہو مگر کبھی کبھی بغیر عذر

---

[۱] واجب کی اصطلاح صرف امام اعظمؒ کے نزدیک ہے بقیہ ائمہ واجب کو سنتِ مؤکدہ شمار کرتے ہیں۔

کے چھوڑ دیا ہو ایسی سنت کو چھوڑ دینے میں کوئی گناہ نہیں مگر ادا کرنے میں بہت ثواب ہے۔

(۴) **مستحب**: مستحب وہ ہے جس کو آنحضورؐ نے کبھی کبھی کیا ہو یا جس کی فضیلت ثابت ہو مستحب کو ادا کرنے میں ثواب ہے اور چھوڑنے میں کوئی گناہ نہیں۔ مستحب کو نفل بھی کہتے ہیں۔

(۵) **حرام**: وہ کام ہے جس کی ممانعت قطعی دلیل سے ثابت ہو۔ اس کام کا کرنے والا فاسق و گنہگار ہوتا ہے اور اس کی حرمت کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

(۶) **مکروہ تحریمی**: وہ کام جس کی ممانعت ظنی دلیل سے ثابت ہو اس کام کا کرنے والا گنہگار ہوتا ہے البتہ انکار کرنے والا کافر نہیں ہوتا۔

(۷) **مکروہ تنزیہی**: وہ کام ہے جو شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں۔ اس کو نہ کرنے پر ثواب ملتا ہے اور کرنے پر کوئی خاص گناہ نہیں۔

(۸) **مباح**: جائز کام کو کہتے ہیں اس کے کرنے پر کوئی ثواب نہیں اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔

(۹) **تکبیر تحریمہ**: نماز شروع کرتے وقت "اللہ اکبر" کہنا۔

(۱۰) **ثنا**: سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ الخ پڑھنا۔

(۱۱) **تعوذ**: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھنا۔

(۱۲) **تسمیہ**: بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا۔

(۱۳) **تسمیع**: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنا۔

(۱۴) **تحمید**: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہنا۔

(۱۵) **تسبیح**: سبحان ربی العظیم یا سبحان ربی الاعلیٰ کہنا۔

(۱۶) **قومہ**: رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہونے کو کہتے ہیں۔

(۱۷) **قعدۂ اولیٰ**: چار رکعت والی نماز میں دو رکعت کے بعد تشہد پڑھنے کے لئے

بیٹھنا۔

(۱۸) **قعدۂ اخیرہ:** آخری رکعت میں تشہد پڑھنے کے لئے بیٹھنا۔

(۱۹) **تشہد:** اَلتَّحِیَاتُ لِلّٰہِ الخ پڑھنے کو کہتے ہیں۔

(۲۰) **جلسہ:** دوسجدوں کے درمیان بیٹھنا اوران کے درمیان اَللّٰھُمَّ اغفِرلِیْ الخ پڑھنا۔

فرض نمازوں کی تعداد: دن رات میں اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔(۱) فجر (۲) ظہر (۳) عصر (۴) مغرب (۵) عشاء

ان کے علاوہ وتر کی نماز واجب ہے[1]

نمازوں کی رکعات:

نمازفجر: پہلے دو رکعت سنتِ مؤکدہ۔ پھر دو رکعت فرض (کل چار رکعات)۔

نمازظہر: پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ۔ پھر چار رکعت فرض۔ پھر دو رکعت سنتِ مؤکدہ (کل (۱۰ رکعات)

نمازعصر: پہلے چار رکعت سنت غیر مؤکدہ۔ پھر چار رکعت فرض (کل ۸ رکعات)

نمازمغرب: پہلے تین رکعت فرض پھر دو رکعت سنتِ مؤکدہ (کل ۵ رکعات)

نمازعشاء: پہلے چار رکعت سنت غیر موکدہ پھر چار رکعت فرض پھر دو رکعت سنتِ مؤکدہ پھر تین[2] رکعت وتر (کل ۱۳ رکعت)

(**نوٹ**) بعض کتابوں میں فرضوں یا سنتوں کے بعد نفل رکعتوں کی تعداد بھی لکھی گئی ہے۔اس کی ضرورت اس لیے نہیں کہ آدمی نفل نمازیں جتنی چاہے پڑھ سکتا ہے۔ ان کی تعداد کو محدود نہیں کیا جاسکتا۔

---

[1] حنفیہ کے نزدیک وتر واجب ہے جبکہ دوسرے ائمہ کے نزدیک وتر سنتِ مؤکدہ ہے کیونکہ واجب کی اصطلاح صرف امام ابوحنیفہؒ کے یہاں ہے دیگر اس کو سنتِ مؤکدہ ہی مانتے ہیں۔

[2] شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک وتر ایک سے لے کر گیارہ تک پڑھے جاسکتے ہیں۔

وقت پر نماز

نماز کو وقت پر ادا کرنے کی کوشش کیجیے۔ ٹال مٹول کے ذریعہ نماز کا وقت کبھی ختم نہ ہونے دیجیے۔ نماز وقت کی پابندی کے ساتھ فرض ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا (نساء)

"بے شک نماز اہلِ ایمان پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کی گئی ہے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک بار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ خدا کے نزدیک سب سے محبوب عمل کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

"نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا"۔ (متفق علیہ)

حدیث میں آتا ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

"اللہ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا، خشوع وخضوع کے ساتھ مقررہ وقت پر انہیں ادا کیا تو خدا پر اس کا یہ حق ہے کہ اس کو بخش دے اور جس نے ان نمازوں میں کوتاہی کی تو خدا پر اس کی مغفرت ونجات کی کوئی ذمہ داری نہیں چاہے تو عذاب دے چاہے تو بخش دے۔"

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر صرف پانچ وقت کی نماز فرض کی ہے۔ معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کو اطلاع دی تھی کہ پچاس نمازیں فرض کی جارہی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورے پر آنحضورؐ نے خدا سے کئی بار تخفیف کی درخواست کی جو

بارگاہِ ایزدی میں قبول ہوئی اور پچاس نمازوں کی جگہ صرف پانچ نمازیں فرض قرار پائیں مگران پانچ نمازوں کا اجروثواب پچاس نمازوں کے برابر ہی رکھا گیا۔ ذرا سوچئے اگر پچاس نمازیں فرض ہوگئی ہوتیں تو ہم جیسے کوتاہ لوگوں کے لئے کتنی دقت ہوتی حالانکہ اللہ کے مطیع وفرماں بردار اور برگزیدہ بندے پچاس نمازیں بھی نہایت اہتمام اورخشوع وخضوع سے پڑھتے۔ اللہ کا کتنا بڑا کرم ہے اوراس کے رسولؐ کا ہم پر کتنا بڑا احسان ہے کہ صرف پانچ وقت کی نمازیں فرض کیں حالانکہ اللہ کی نعمتیں بے حد وحساب ہیں۔ اگر ایک سانس پر ایک سجدہ بھی کیا جائے تو کم ہے۔ مگر صدقہ جایئے رسولؐ اللہ کی شفقت ومحبت پر کہ انہوں نے سفارش کر کے نمازوں کے اوقات میں کتنی تخفیف کرادی اگر ہم اب بھی نمازیں نہ پڑھیں اور صرف پانچ وقتوں میں ہمارا سراپنے خالق ورازق کے سامنے نیازمندی کے احساس کے ساتھ نہ جھک سکے تو ہم سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں۔

نماز کے جو اوقات مقرر کئے گئے ہیں وہ اتنے حکیمانہ ہیں کہ نماز کے تمام فوائد ومقاصد بھی حاصل ہوجاتے ہیں اور آدمی کی دوسری مصروفیتوں اور ذمہ داریوں میں کوئی خلل بھی نہیں پڑتا۔

صبح سویرے نیند سے بیدار ہونے کے بعد طہارت وپاکی حاصل کر کے بندہ اپنی جبینِ نیاز خدا کے حضور جھکا کر اپنے دن کا آغاز خدا کے نام سے کرتا ہے تاکہ پورے دن وہ خدا کی عنایتوں کا مستحق قرار پائے۔ ایک طرف نئی ملنے والی زندگی پر خدا کا شکر بجالاتا ہے اور دوسری طرف اس عہد کی تجدید کرتا ہے کہ وہ خدا کا بندہ ہے اور بندے کی حیثیت سے اسے اپنی زندگی گزارنی ہے تاکہ وہ دن بھر کی مصروفیتوں میں خدا کی بالاتری اور بندگی کو متحضر رکھ سکے۔

نمازِ فجر کے بعد ایک طویل وقفہ دیا گیا تاکہ آدمی اپنی گوناگوں مصروفیتوں کو اطمینان سے انجام دے سکے۔ آدھا دن گزر جانے کے بعد نمازِ ظہر فرض کی گئی تاکہ مصروفیتوں اور معاشِ دنیا کی ہمہ جہتی سرگرمیوں کے درمیان بندے کو پھر یاددہانی کرائی

جاسکے کہ وہ خدا کا بندہ ہے اور اسے اپنا تعلق خدا سے ضرور قائم رکھنا چاہیے۔
ظہر کی نماز اول وقت میں پڑھی جاسکتی ہے اور ڈیڑھ دو گھنٹہ کی تاخیر کے ساتھ بھی تا کہ لوگ اپنی ضرورتوں اور احوال و کوائف کے پیش نظر آسانی سے نمازِ ظہر ادا کر سکیں۔
شام کے آثار شروع ہونے سے پہلے نمازِ عصر فرض کی گئی کیونکہ اس وقت اکثر لوگ اپنے کاموں سے فارغ ہوتے ہیں، تفریحی مشاغل اختیار کرتے ہیں۔ دفتروں سے واپس آکر بال بچوں میں مگن ہو جاتے ہیں تو اس مصروف وقت میں خدا کو یاد کرنا ضروری قرار دیا گیا تا کہ مشاغلِ دنیا آدمی کو اللہ سے غافل کر کے شیطانی راہوں پر نہ ڈال سکیں۔

سورج غروب ہوتا ہے۔ رات کی آمد آمد ہے۔ دن اپنے خاتمہ کو پہنچ جاتا ہے زندگی کا ایک مرحلہ ختم ہوتا ہے اور دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ اس موقعہ پر نمازِ مغرب فرض کی گئی تا کہ دن کے خاتمہ اور رات کے آغاز پر بندہ خدا سے اپنا ربط قائم کر سکے۔ اور اس سے کئے گئے عہد کی تجدید کر سکے۔

پھر رات دنیا کو اپنی آغوش میں لے لیتی ہے ہر طرف سناٹا چھا جاتا ہے تاریکی کی حکومت ہوتی ہے دن بھر محنت کرنے والے لوگ تھک کر چور ہو چکے ہوتے ہیں رات کی خاموش تنہائیوں میں انسان کو ورغلانے اور انسان کو غلط کاریوں میں مبتلا کرنے کے لئے ابلیس کی ذرّیت ہر طرف پھیل جاتی ہے ایسے عالم میں نمازِ عشاء فرض کی گئی تا کہ بندہ خدا اور آخرت کی یاد تازہ کر لے۔ شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رہنے کا سامان فراہم کرے اور رات کی تاریکیوں میں بھی گناہوں سے کوسوں دور رہ سکے۔

واقعی نماز کے اوقات کی تعیین بڑی حکیمانہ ہے اس لئے وقت پر نماز پڑھنے کو سب سے اچھا عمل قرار دیا گیا ہے۔ اگر آدمی ان اوقات پر پابندی سے نماز ادا کرتا رہے تو توقع ہے کہ آدمی گناہوں سے دور رہے گا اور اگر اس سے کوئی گناہ سرزد بھی ہو جائے گا تو سچی توبہ کرے گا۔ خدا کے سامنے گڑگڑائے گا اور خدا اس کی توبہ قبول کرے گا۔

صحابۂ کرامؓ وقت پر نماز پڑھنے کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ آپ کے بعد بزرگانِ دین کا بھی یہی معمول رہا۔ جنگ جیسے سخت حالات میں بھی اگر معرکہ آرائی کے دوران نماز کا وقت آجاتا تو لوگ بارگاہِ ایزدی میں جھک پڑتے اور نماز ادا فرماتے۔ بقولِ علامہ اقبال ۔

آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
قبلہ رو ہو کے زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز

اورنگ زیب، عالمگیر ہندوستان کے نامور بادشاہ گزرے ہیں۔ وہ صرف بادشاہ ہی نہ تھے بلکہ وہ خداترس عالمِ دین بھی تھے۔ ان کی بادشاہت کا دورِ عدل وانصاف اور امن ومساوات کے لئے مشہور ہے۔ انہوں نے اسلام کی سربلندی کے لئے بہت سے کام کئے۔ اپنے دادا اکبر کے ایجاد کردہ دینِ الٰہی اور اس کی پھیلائی ہوئی بدعات وگمراہیوں کا قلع قمع کردیا۔ وہ شریعت کی پوری پابندی کرتے، نہایت سادہ زندگی بسر کرتے۔ دینی علوم کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اصولِ حکمرانی سے بھی واقف تھے۔

آپ نوجوان ہی تھے کہ آپ کے والد شاہ جہاں نے جو مسندِ حکومت پر رونق افروز تھے، آپ کو فوج کا سپہ سالار بنا کر کابل کی ایک مہم پر روانہ کیا تھا۔ آپ نے دشمن کو اطاعت قبول کرنے کی دعوت دی۔ دشمن کے انکار پر فوج کی مورچہ بندی کرکے جنگ کی تیاریاں مکمل کیں۔

دونوں طرف سے سخت جنگ شروع ہوئی۔ گھمسان کا رن پڑا۔ دونوں طرف سے کشتوں کے پشتے لگ رہے تھے۔ معرکہ آرائی زوروں پر تھی۔ ہر فریق فتح وشکست کی کشمکش میں تھا۔ ہر طرف کی فوجیں مدِمقابل پر غالب آنے کی جان توڑ کوششیں کررہی تھیں۔ میدان نعروں کے شور، ہتھیاروں کی گنگناہٹ، زخمیوں کی آہ وبکا، لاشوں کے گرنے کی آوازوں اور فوجیوں کے شوروغل سے گونج رہا تھا کہ اچانک لڑنے والوں کی نظریں ایک سمت پر مرکوز ہوگئیں۔ فضا میں لہراتی ہوئی تلواریں رک گئیں۔ نیزوں کی

بارش تھم گئی نعروں کی گونج ختم ہوگئی۔ فوجیوں کا شور سناٹے کا شکار ہوگیا۔ تمام میدانِ جنگ حیرت کا مرقع بنا اس سپہ سالار کو دیکھ رہا تھا جو عین لڑائی میں نماز کا وقت آ جانے پر اپنے گھوڑے سے اتر کر تلواروں کی جگمگاہٹ، نیزوں کی بارش، دشمنوں کی یلغار کے درمیان اپنے خدا کے حضور سجدہ ریز ہو کر اپنے خالق و مالک کی عبادت و اطاعت کا فرض ادا کر رہا تھا۔

دشمنوں کی فوج کا سپہ سالار شجاعت و بہادری اور اپنے خدا کی اطاعت کا یہ جذبہ دیکھ کر دنگ ہو رہا تھا اور اس سے متاثر ہو کر اپنے فوجیوں کو ہدایت دے رہا تھا۔

''اپنے ہتھیار میان میں کر لو ہم اس فوج سے نہیں جیت سکتے جس کے سپہ سالار کا یہ کردار ہو۔ ہمیں یہ چاہیے کہ ایسے کردار پر ہم ہتھیار نہ اٹھائیں بلکہ ہم ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور ان کی فتح تسلیم کرتے ہوئے اپنے کو ان کے حوالہ کرتے ہیں۔''

نمازوں کے اوقات

فجر کا وقت: صبح صادق سے شروع ہوتا ہے اور سورج نکلنے سے پہلے تک رہتا ہے۔

ظہر کا وقت: سورج ڈھلنے کے بعد شروع ہوتا ہے اور اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ سایۂ اصلی کے علاوہ دو مثل ہو جائے۔ ٹھیک دوپہر میں جو سایہ ہوتا ہے اس کو سایۂ اصلی کہتے ہیں۔[1]

عصر کا وقت: ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد شروع ہوتا ہے اور غروبِ آفتاب تک رہتا ہے۔

مغرب کا وقت: غروب آفتاب کے بعد سے شفق کی سرخی غائب ہونے تک رہتا ہے۔

عشاء کا وقت: شفق کی سرخی اور سفیدی غائب ہو جانے کے بعد سے صبحِ صادق سے پہلے تک رہتا ہے۔

وتر کا وقت: وتر کا وقت وہی ہے جو عشاء کا ہے وتر کی نماز عشاء کے بعد پڑھنا چاہیے بہتر یہ ہے کہ رات کے آخری حصہ میں پڑھے لیکن اگر بیدار نہ ہونے کا خطرہ ہو تو عشاء کے بعد پڑھ لے۔

نمازوں کے اوقات اور قرآنی آیات: بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ تین وقت

---

[1] صاحبین، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ ظہر کا وقت اس وقت تک رہتا ہے جب تک ہر چیز کا سایہ سایۂ اصلی کے علاوہ ایک مثل نہ ہو جائے اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔

کی نماز پڑھتے ہیں اوران کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں تین وقت کا ہی ذکر ہے۔ ذیل میں قرآنی آیات نقل کی جاتی ہیں جن سے قاری خود بخود اندازہ کرے گا کہ پانچ نماز فرض ہیں یا تین؟

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْآنَ الْفَجْرِ (الاسراء)

''نماز قائم کروسورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (ظہر ،عصر،مغرب اورعشاء) اورقرآن پڑھنا فجر کا۔''

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ۔

''نماز قائم کرو دن کے دونوں کناروں پر (فجر اور مغرب) اور رات گزرنے پر (عشاء)۔''

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِھَا وَمِنْ اٰنَاءِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّھَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی (طٰہٰ)

''اپنے رب کی خوبیاں پڑھتارہ سورج نکلنے سے پہلے (فجر) اوراس کے ڈوبنے سے پہلے (عصر) اور کچھ گھڑیوں میں رات کی (عشاء) اوردن کی حدوں پر (فجر،ظہر،مغرب) شاید کہ تو راضی ہوگا۔''

نمازوں کے اوقات کے تعین کے باب میں حدیثِ جبرئیلؑ مستند حدیث ہے۔

''حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی کریمؐ کے پاس جبرئیلؑ آئے اور آپؐ سے کہا کہ آیئے نماز پڑھیے' ظہر کی نماز آپؐ نے اس وقت پڑھی جب کہ سورج کا زوال ہوگیا۔ پھر عصر کے وقت آئے اور آپؐ سے کہا' اٹھیے نماز پڑھیے' عصر کی نماز آپؐ نے اس وقت پڑھی جب ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا پھر مغرب کے وقت آئے اور کہا آیئے نماز پڑھیے' مغرب کی نماز آپؐ نے اس وقت

پڑھی جبکہ سورج غروب ہوگیا پھر عشاء کے وقت آئے اور کہا' اٹھئے نماز پڑھئے' عشاء کی نماز آپؐ نے اس وقت پڑھی جب شفق غائب ہوگیا۔ پھر صبح کے وقت اس وقت آئے جبکہ فجر طلوع ہوئی۔ پھر دوسرے روز ظہر کے وقت جبرئیل آئے اور نبیؐ سے کہا' اٹھئے نماز پڑھئے' ظہر کی نماز آپؐ نے اس وقت پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس کے برابر ہوگیا۔ پھر عصر کے وقت آئے کہا اٹھئے نماز پڑھئے عصر کی نماز آپؐ نے اس وقت پڑھی جبکہ ہر چیز کا سایہ اس سے دوگنا ہوگیا۔ پھر مغرب کے لیے اس وقت آئے جس وقت پہلے روز آئے تھے۔ پھر جب صبح کی روشنی خوب پھیل گئی اس وقت آئے اور کہا اٹھئے نماز پڑھئے اور فجر کی نماز پڑھی۔ اس کے بعد جبرئیلؑ نے کہا: ''نماز کا وقت ان دونوں وقتوں کے درمیان ہے۔''

نماز کے ممنوع اوقات: تین اوقات ایسے ہیں جس میں ہر قسم کی نماز پڑھنا ممنوع ہے۔

(۱) سورج نکلتے وقت۔

(۲) ٹھیک دوپہر کے وقت۔

(۳) سورج متغیر ہونے سے ڈوبنے تک۔ البتہ اس دن کی نماز عصر سورج ڈوبتے وقت بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

مکروہ اوقات: نو اوقات ایسے ہیں جن میں نوافل پڑھنا مکروہ ہے۔ فرض مکروہ نہیں ہیں ان اوقات میں کسی فرض کی قضا، نمازِ جنازہ اور سجدۂ تلاوت جائز ہے۔

(۱) صبح صادق سے نماز فجر تک۔ اس وقت فجر کی دوسنتوں کے علاوہ نفل نماز مکروہ ہے۔

(۲) نمازِ فجر کے بعد سے سورج نکلنے تک۔

(۳) نمازِ عصر کے بعد سے سورج متغیر ہونے تک کا وقت۔

(۴) سورج غروب ہو جانے کے بعد نمازِ مغرب سے پہلے۔[۱]

(۵) فرض نماز کی اقامت کہے جانے کے بعد۔

(۶) امام جمعہ کے روز جس وقت خطبہ کے لئے اٹھے، اسی طرح عیدین، حج اور نکاح کے خطبوں کے وقت بھی نفل نماز مکروہ ہے۔

(۷) نمازِ عیدین سے پہلے چاہے گھر میں پڑھے یا مسجد میں نمازِ عیدین کے بعد مسجد میں (گھر میں نوافل پڑھنا مکروہ نہیں)

(۸) عرفہ و مزدلفہ میں جن نمازوں کو جمع کیا جاتا ہے ان نمازوں کے درمیان نفل نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔

(۹) جب کسی فرض نماز کا وقت ہو رہا ہو تو اس فرض کو چھوڑ کر نفل نماز پڑھنا۔

تین اسباب ایسے ہیں جن میں ہر نماز مکروہ ہے خواہ فرض ہو یا نفل:

(الف) جب پیشاب یا پاخانہ کا دباؤ ہو۔

(ب) جب کھانا موجود ہو اور طبیعت کھانے کی طرف راغب ہو۔

(ج) کوئی ایسا سبب پایا جائے جس کی طرف طبیعت راغب ہو اور اس سے نماز کے خشوع و خضوع میں خلل واقع ہو۔

---

[۱] یہ مسلک احناف کا ہے، بہت سے ائمہ کے نزدیک مغرب کی فرض نماز سے پہلے دو رکعت نفل پڑھنا مستحب ہے۔

مستحب اوقات

نماز فجر: فجر کی نماز میں اتنی تاخیر کرنا کہ اگر نماز فاسد ہو جائے تو اس کو مستحب قرأت کے ساتھ دہرایا جا سکے۔[۱]

نماز ظہر: گرمیوں میں دیر سے پڑھنا اور سردیوں میں جلدی پڑھنا۔[۲]

نماز عصر: ہر زمانہ میں تاخیر کرنا مگر سورج میں تغیر نہ آنے پاوے۔

نماز مغرب: ہر زمانہ میں جلدی پڑھنا۔

نماز عشاء: ایک تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے۔ ایک تہائی رات سے آدھی رات تک مباح اور آدھی رات سے صبح صادق تک مکروہ۔[۳]

وتر: اگر بیدار ہونے پر بھروسہ ہو تو رات کے آخری حصہ میں۔

---

[۱] بقیہ ائمہ کے نزدیک فجر کا اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے۔

[۲] اہل حدیث علماء کے نزدیک عشاء کے علاوہ تمام نمازوں کا اول وقت پڑھنا مستحب ہے۔

[۳] یہی امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔

متفرق مسائل

☆ فجر کی اذان کے بعد دو سنتوں کے علاوہ کوئی نفل نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔
☆ فرض نماز کے لیے جماعت کھڑی ہو جانے کے بعد کسی قسم کی نماز پڑھنا جائز نہیں۔
☆ سورج غروب ہونے سے پہلے اگر عصر کی نماز کی ایک رکعت پوری کر لی گئی تو باقی نماز بھی مکمل کر لینی چاہیے ادا ہو جائے گی۔
☆ سورج نکلنے سے پہلے اگر فجر کی ایک رکعت پڑھی تھی کہ سورج نکل گیا تو نماز فاسد ہو جاتی ہے نماز کو قضا کر کے پڑھنا چاہیے۔[1]

---

[1] دیگر ائمہ کے نزدیک جس میں ابو یوسف بھی شامل ہیں فجر کی نماز فاسد نہیں ہوتی۔

اذان و اقامت

اذان، نماز باجماعت کا اعلان بھی ہے اور اسلامی اصول ومبادی کی طرف دعوت بھی۔ سب سے پہلے اللہ کی کبریائی، اللہ کی الوہیت وعبادت اور رسول کی رسالت کی طرف دعوت ہے۔ جب آدمی اس دعوت کو قبول کرلیتا ہے تو اسلامی نظامِ زندگی کے اس پہلو کو اختیار کرنے کی دعوت دی جاتی ہے جو نہ صرف سب سے پہلے مطلوب ہے بلکہ انسان کو مکمل طور پر اسلامی زندگی گزارنے کی تربیت دیتا ہے یعنی نماز۔ نماز کی دعوت دینے کے بعد یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ فلاح وکامرانی کا یہی راستہ ہے اور اسی راستہ پر سب کو چلنا چاہیے۔ احادیث میں آتا ہے:

> ''جب نماز باجماعت کے لئے اعلان کرنے کا مسئلہ سامنے آیا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ لوگوں کو کس طرح جمع کیا جائے؟ آپؐ کے سامنے کئی تجویزیں آئیں۔ کچھ لوگوں نے کہا: ''ایک جھنڈا نصب کردیا جائے تاکہ لوگ اسے دیکھ کر ایک دوسرے کو مطلع کردیا کریں''۔ آپ کو یہ رائے پسند نہ آئی پھر یہودیوں کے پھونپو کا ذکر کیا گیا۔ یہ رائے بھی آپ کو پسند نہ آئی اور فرمایا کہ یہ یہودیوں کا شعار ہے۔ پھر ناقوس کا ذکر ہوا۔ آپؐ نے فرمایا یہ نصاریٰ کا شعار ہے۔ اس پر عبداللہ بن زید انصاری واپس آگئے۔ انہیں آنحضورؐ کی فکرمندی کا بڑا خیال تھا۔ انہوں نے رات میں ایک خواب دیکھا جس میں اذان کا طریقہ انہیں سکھایا گیا تھا۔ صبح کو حضرت عبداللہ بن

زید خدمتِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ نینداور بیداری
کی حالت میں ایک شخص آیا اور اس نے مجھے اذان سکھائی۔ آنحضورؐ
نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے طریقہ پر
اذان دو چنانچہ حضرت بلالؓ نے اذان دی۔ (ابوداؤد)

روایات میں آتا ہے کہ جب حضرت بلالؓ نے اذان دی اس وقت حضرت عمرؓ اپنے گھر پر تھے فوراً خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ ہی کے لئے حمد وستائش ہے۔''

اس طرح اذان کی ابتدا ہوئی۔ اذان اپنے آغاز سے لے کر اب تک پوری دنیا میں پانچوں وقت سنائی دیتی ہے۔ یہ اسلام کی مکمل دعوت ہے جو سادگی اور تاثیر میں اپنا بدل نہیں رکھتی۔ مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں:

''حکمتِ الٰہی اس کی متقاضی تھی کہ اذان صرف اعلان وتنبیہ ہو کر نہ رہ جائے بلکہ دین کے شعائر میں داخل ہو جائے۔ غافل کے لئے اس کی حیثیت محض تنبیہ کی نہیں بلکہ دین کی تبلیغ ودعوت کی بھی ہو اور اس کی تعمیل، اطاعت وفرمانبرداری کی علامت اور نشان سمجھی جائے۔ اس لئے ضروری ہوا کہ اس میں خدا کا ذکر بھی ہو، دونوں کلمۂ شہادت ہوں، نماز کی دعوت ہو تا کہ مقصد کی اچھی طرح ترجمانی ہو سکے۔'' (حجۃ اللہ البالغہ بحوالہ ارکانِ اربعہ)

ہر فرض نماز سے پہلے اذان دینے کا اہتمام کیجئے۔ اذان نہایت شوق اور رغبت سے دیجئے۔ اذان کو محض اعلانِ نماز نہ سمجھئے بلکہ اسے بھی عبادت تصور کیجئے اور یقین رکھئے کہ اللہ آپ کو بے پناہ اجر وثواب سے نوازے گا۔ آپؐ نے فرمایا:

''مؤذن کی آواز جہاں تک پہنچتی ہے وہاں تک کے جن، انسان اور جو چیزیں بھی اذان کی آواز سنتی ہیں وہ قیامت کے دن ضرور

مؤذن کے حق میں گواہی دیں گی۔"   (بخاری)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن اذان دینے والے لوگ سب سے نمایاں اور سربلند ہوں گے۔" (مسلم)

جس طرح سورج نکلتے ہی اندھیرا کافور ہو جاتا ہے۔اسی طرح اذان سنتے ہی شیطان کوسوں دور بھاگتا ہے۔حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں:

"میں نے رسول کو فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو اتنی دور بھاگ جاتا ہے جتنی دور یہاں سے 'روحاء' ہے۔"(مسلم)

(روحاء مدینہ سے تقریباً پچاس کلومیٹر کی دوری پر ایک مقام ہے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے ثواب کی خاطر سات سال تک اذان دی اس کے لئے جہنم سے چھٹکارا لکھ دیا جاتا ہے۔" (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کہ تین قسم کے لوگ قیامت کے دن مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے۔ایک وہ غلام یا نوکر جس نے اللہ کا حق ادا کر دیا اور اپنے آقا کا بھی۔دوسرے وہ شخص جو کسی قوم کا سردار بنا اور قوم کے لوگ اس کے حسنِ سلوک کی وجہ سے اس سے خوش رہے۔تیسرے وہ شخص جو شب و روز کی پانچوں وقت کی نماز کے لئے اذان دیا کرتا تھا۔"(ترمذی)

اذان کے الفاظ:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ (دومرتبہ) اللہ سب سے بڑا ہے۔اللہ سب سے بڑا ہے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (دومرتبہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ (دومرتبہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت

محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ (دومرتبہ) آؤ نماز کے لئے

حَیَّ عَلَی الْفَلَاح (دومرتبہ) آؤ کامیابی کی طرف

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ (ایک مرتبہ) اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (ایک مرتبہ) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اذان کا طریقہ: اذان دینے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ اذان دینے والا کسی اونچی جگہ پر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور شہادت کی دونوں انگلیوں کو کانوں میں دے کر اذان کے الفاظ کو ٹھہر ٹھہر کر بلند آواز سے کہے۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہتے وقت دونوں بار دائیں جانب منہ پھیرے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہتے وقت دونوں بار بائیں جانب منہ پھیرے۔ فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے) کہے۔

اقامت: اقامت کے بھی وہی الفاظ ہیں جو اذان کے ہیں۔ البتہ اقامت میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بعد دومرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃَ (نماز کھڑی ہوگئی) کہنا چاہیے۔ اقامت کہتے وقت نہ کانوں میں انگلیوں کو ڈالا جائے نہ دائیں بائیں جانب رخ کیا جائے اور نہ آواز کو زیادہ بلند رکھا جائے۔

اذان اور اقامت کا جواب:

اذان کا جواب دینا واجب ہے اور اقامت کا جواب دینا مستحب ہے۔ موذن جو الفاظ کہے سننے والا بھی انہیں الفاظ کو دہرائے۔ البتہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح اور حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کہے۔ اور اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْم کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرِرْتَ (تو نے سچ کہا اور اچھی بات کہی) کہے اور جب تکبیر کہنے والا قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃَ کہے تو جواب میں یہ کلمات کہے اَقَامَهَا اللّٰہُ وَاَدَامَهَا۔ (خدا اسے قائم ودائم رکھے)

اذان کے بعد کی دعا:

اذان پڑھنے والا اور سننے والا اذان کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ۔

''اس مکمل پکار اور قائم ہونے والی نماز کے رب تو محمدؐ کو وسیلہ اور مقام فضیلت عطا فرما۔ اور انہیں اس مقام محمود پر فائز فرما جس کا تو نے وعدہ کیا ہے۔''

حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص اذان سننے کے بعد یہ دعا (اذان کے بعد والی) پڑھے گا وہ قیامت کے دن میری شفاعت کا حق دار ہوگا۔'' (مسلم)

اسی طرح اذان کا جواب دینا بھی واجب ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا:

''جو مؤذن کے جواب میں یہ کلمات دہرائے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' (مسلم)

اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ:

حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک مغرب کے علاوہ دیگر نمازوں میں اذان اور اقامت کے درمیان وقفہ ضروری ہے۔ البتہ مغرب میں صرف اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین آیات کی تلاوت کی جا سکے۔

متفرق مسائل

☆ جو شخص اذان دے تو اقامت کہنا بھی اسی کا حق ہے۔ دوسرا اسی وقت اقامت کہے جب مؤذن اسے اجازت دیدے۔

☆ اذان وقت پر دی جائے اگر وقت سے پہلے اذان دے دی جائے تو وقت ہونے پر دوبارہ اذان کہی جائے۔

☆ اذان صرف فرض نمازوں کے لئے ہے۔ جنازہ اور عیدین وغیرہ کی نمازوں کے لئے اذان نہیں ہے۔

شرائط نماز

نماز شروع کرنے سے پہلے نماز صحیح ہونے کے لئے جن چیزوں کا پایا جانا ضروری ہے انہیں شرائطِ نماز کہتے ہیں۔ شرائطِ نماز سات ہیں۔

(۱) بدن کا پاک ہونا: نجاستِ حقیقی اور نجاستِ حکمی سے بدن کا پاک ہونا۔

(۲) کپڑوں کا پاک ہونا۔

(۳) نماز پڑھنے کی جگہ کا پاک ہونا۔

(۴) ستر عورت: بدن کے جن حصوں کا چھپانا ضروری ہے انہیں چھپانا۔ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر ہاتھ پاؤں اور چہرے کے علاوہ تمام بدن ہے۔[۱]

(۵) قبلہ کی طرف منہ کرنا۔

(۶) نیت کرنا۔[۲]

(۷) وقت کا ہونا (جہاں نماز پڑھی جارہی ہو اور جو نماز ادا کی جارہی ہو وہاں اس نماز کا وقت ہونا ضروری ہے۔)

---

[۱] یہ امام اعظمؒ کا مسلک ہے۔ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کو صرف ہاتھ اور چہرہ کھولنے کی اجازت ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک آدمی کی ران، گھٹنا اور ناف شرم گاہ میں داخل ہیں۔

[۲] امام شافعیؒ کے نزدیک نیت کرنا سنت ہے۔

ارکان نماز

نماز صحیح ہونے کے لئے نماز کے اندر جو چیزیں ضروری ہیں انہیں ارکانِ نماز کہتے ہیں۔ ارکان نماز سات ہیں۔

(۱) **تکبیر تحریمہ**: اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھنا۔[۱]

(۲) **قیام**: نماز میں اتنی دیر سیدھے کھڑے ہونا جتنی دیر میں ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیتیں پڑھی جاسکیں۔

(۳) **قرأت**: کم از کم ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیت پڑھنا۔ فرض نماز کی صرف دو رکعتوں میں قرأت فرض ہے۔

(۴) **رکوع کرنا**: ہر رکعت میں ایک رکوع کرنا۔

(۵) **سجدہ کرنا**: ہر رکعت میں دو سجدے کرنا۔

(۶) **قعدۂ[۲] اخیرہ**: نماز کے آخر میں اتنی دیر بیٹھنا کہ تشہد پڑھا جاسکے۔

(۷) اپنے کسی اختیاری فعل سے نماز ختم کرنا۔[۳]

---

[۱] احناف کے نزدیک تکبیرِ تحریمہ شرط ہے۔ رکن نہیں ہے دوسرے ائمہ کے نزدیک رکن ہے۔

[۲] حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک دوسری رکعت میں بیٹھنا اور تشہد پڑھنا واجب ہے۔ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک سنت ہے۔ آخری رکعت میں بیٹھنا ائمۂ اربعہ کے نزدیک فرض ہے اور اس میں تشہد پڑھنا امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک واجب ہے اور امام مالکؒ کے نزدیک سنت، جمہور محدثین کے نزدیک قعدۂ اولیٰ وقعدہ اخیرہ میں بیٹھنا اور تشہد پڑھنا فرض ہے۔

[۳] دیگر ائمہ کے نزدیک السلام علیکم ورحمۃ اللہ سے ہی نماز ختم کرنا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی۔

واجبات نماز

واجباتِ نماز ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کا ادا کرنا نماز میں ضروری ہے اگر ان میں سے کوئی واجب ترک کر دیا تو نماز نہ ہوگی بلکہ دوہرانا ہوگی۔ واجباتِ نماز چودہ ہیں۔

(۱) فرض نمازوں میں پہلی دو رکعت میں قرأت کرنا۔

(۲) ہر رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھنا[۱] (فرض نمازوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں فاتحہ پڑھنا واجب نہیں ہے)۔

(۳) سورۂ فاتحہ کے بعد فرض نمازوں کی پہلی دو رکعتوں میں اور سنن ونوافل کی تمام رکعتوں میں کوئی سورت یا تین چھوٹی آیات یا ایک بڑی آیت تلاوت کرنا۔

(۴) پہلے سورہ فاتحہ پڑھنا اور پھر سورت ملانا۔[۲]

(۵) ترتیب: رکوع، سجدوں میں ترتیب قائم کرنا۔

(۶) قومہ: رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا۔

(۷) جلسہ: دونوں سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا۔

(۸) تعدیلِ ارکان: نماز کے تمام ارکان کو سکون واطمینان سے ادا کرنا۔

(۹) قعدۂ اولیٰ: تین یا چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعات کے بعد اتنی دیر بیٹھنا کہ تشہد پڑھا جا سکے۔

(۱۰) قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھنا۔

(۱۱) جہری نماز میں جہری (بلند آواز سے قرأت کرنا اور سری نماز میں سری قرأت کرنا۔

(۱۲) لفظ السلام علیکم کے ذریعہ نماز ختم کرنا۔

(۱۳) نماز وتر میں تکبیر کہنے کے بعد دعائے قنوت پڑھنا۔[۳]

(۱۴) عیدین کی نماز میں چھ زائد تکبیریں کہنا۔

---

[۱] امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ دوسرے ائمہ کے نزدیک سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ اہل حدیث علماء کے نزدیک نماز کی ہر رکعت میں اور تمام نمازوں میں خواہ جنازے کی نماز ہو۔ تنہا ہو یا جماعت سے سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

[۲] امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ دیگر ائمہ کے نزدیک سورۂ فاتحہ کے بعد قرآن کا کچھ حصہ پڑھنا سنت ہے۔

[۳] امام مالکؒ کے نزدیک وتر میں دعائے قنوت نہیں۔ امام شافعیؒ کے نزدیک صرف رمضان کے نصف اخیر میں وتروں میں دعائے قنوت ہے۔

سننِ نماز

نماز میں جن کاموں کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے مگر ان کی تاکید فرض اور واجب کے برابر نہیں۔ ان میں کوئی چیز اگر بھولے سے چھوٹ جائے تو نماز ہو جاتی ہے اور سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا اور نہ گناہ لازم آتا ہے۔ البتہ قصداً چھوڑ دینے سے گناہ لازم آتا ہے، نماز پھر بھی ہو جاتی ہے۔ سننِ نماز کی تعداد اکیس (۲۱) ہے۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے لئے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا۔ (عورتوں کو کاندھوں تک اٹھانا چاہیے)[۱]

(۲) ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں اپنی اصلی حالت پر کھلی اور قبلہ رخ رکھنا۔

(۳) امام کا تمام تکبیروں کو ضرورت کے مطابق بلند آواز سے کہنا۔

(۴) تکبیر کہتے وقت سر کو نہ جھکانا۔

(۵) تکبیر کہنے کے بعد مردوں کو ناف کے اوپر ہاتھ باندھنا۔ اور عورتوں کو سینے کے اوپر باندھنا۔ ہاتھ باندھتے وقت دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رہے۔[۲]

(۶) پہلی رکعت میں ثنا پڑھنا۔

---

[۱] حضرت امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے شانوں تک ہاتھ اٹھانا مسنون ہے۔ امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر تحریمہ کے ساتھ ساتھ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے شروع میں کرنا مسنون ہے۔

[۲] حنبلیہ کے نزدیک عورت ہو یا مرد دونوں ناف کے نیچے ہاتھ باندھیں گے، شافعیہ کے نزدیک دونوں سینے کے نیچے اور ناف کے اوپر کچھ بائیں جانب ہاتھ باندھیں گے۔ اہلِ حدیث مسلک میں دونوں ہاتھ سینہ پر باندھیں گے۔

(۷) پہلی رکعت میں ثنا کے بعد تعوذ و تسمیہ پڑھنا۔[۱]
(۸) ہر رکعت میں تسمیہ پڑھنا۔
(۹) سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا۔
(۱۰) آمین، تسمیہ، تعوذ کو آہستہ کہنا۔[۲]
(۱۱) فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا۔
(۱۲) سنت کے مطابق قرأت کرنا۔
(۱۳) رکوع اور سجدہ میں تین تین بار تسبیح پڑھنا۔
(۱۴) رکوع میں دونوں ہاتھوں سے گھٹنے کو پکڑنا۔ سر اور پیٹھ کو ایک سیدھ میں برابر رکھنا۔
(۱۵) قومہ میں امام کو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه اور مقتدی کو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اور منفرد کو دونوں کہنا سنت ہے۔[۳]
(۱۶) سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر گھٹنے رکھنا پھر دونوں ہاتھ رکھنا اس کے بعد ناک اور پیشانی رکھنا۔
(۱۷) جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور داہنے پاؤں کو اس طرح رکھنا کہ اس کی انگلیوں کے سرے قبلے کی طرف رہیں۔ اور دونوں ہاتھوں کو زانوں پر رکھنا۔
(۱۸) تشہد میں لَآ اِلٰهَ پر انگلی اٹھانا اور اِلَّا اللّٰهُ پر انگلی گرانا۔
(۱۹) قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا۔
(۲۰) درود کے بعد کوئی مسنون دعا پڑھنا۔
(۲۱) پہلے دائیں جانب سلام پھیرنا پھر بائیں جانب سلام پھیرنا۔

---

[۱] امام شافعیؒ کے نزدیک ہر رکعت میں تعوذ پڑھنا سنت ہے۔
[۲] امام شافعیؒ اور تمام محدثین کے نزدیک جہری نماز میں آمین زور سے کہنا سنت ہے۔ دونوں کے لئے حدیث میں ذکر آیا ہے۔
[۳] حنابلہ کے نزدیک یہ دونوں چیزیں واجب ہیں اور دوسروں کے نزدیک سنت ہیں امام شافعیؒ کے نزدیک مقتدی کا بھی امام کے ساتھ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَه کہنا سنت ہے۔

مستحبات نماز

وہ کام جن کے کرنے پر اجر وثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ نماز میں سات چیزیں مستحب ہیں:

(۱) تکبیرِ تحریمہ کے لئے ہاتھ اٹھاتے وقت، آستین، چادر، کمبل وغیرہ سے ہاتھ باہر نکال لینا۔

(۲) قیام کی حالت میں سجدہ کی جگہ پر نظر رکھنا، رکوع میں پیروں پر نظر رکھنا۔ قعدہ اور جلسہ میں گود پر نظر رکھنا، اور سلام پھیرتے وقت اپنے شانوں پر نظر رکھنا۔

(۳) تنہا نماز میں رکوع وسجدہ میں تین مرتبہ سے زیادہ تسبیح پڑھنا۔

(۴) اگر کھانسی آئے تو حتی الامکان اس کو روکنے کی کوشش کرنا۔

(۵) جماہی آنے پر منہ کو بند رکھنے کی کوشش کرنا اور اگر منہ کھل جائے تو حالت قیام میں داہنے ہاتھ کی پشت اور باقی حالتوں میں بائیں ہاتھ کی پشت سے منہ کو ڈھانپنا۔

نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ

جب آدمی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو پاک صاف ہو کر قبلہ رو کھڑا ہو۔ اگر چادر وغیرہ اوڑھے ہوئے ہے تو اپنے ہاتھوں کو اس سے باہر نکالے اور نماز کی نیت کر کے اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے پھر تکبیر کہتے ہوئے اپنے ہاتھ ناف کے اوپر باندھ لیں داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر اس طرح رکھے کہ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور چھوٹی انگلی سے بائیں ہاتھ کی کلائی کو پکڑے اور باقی تین انگلیاں بائیں کلائی پر کھلی ہوئی رکھے۔ عورت سینہ پر اپنے ہاتھ کو باندھے، پھر ثنا پڑھے اس کے بعد تعوذ وتسمیہ پڑھ کر سورہ فاتحہ پڑھے۔ پھر آہستہ سے آمین کہے۔ پھر کوئی سورت یا کم از کم تین آیات پڑھے۔ پھر تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جائے۔ ہاتھ کی انگلیوں کو کھلا رکھ کر دونوں ہاتھوں سے گھٹنوں کو پکڑے اور سر اور کمر دونوں کو ایک سیدھ میں برابر رکھے۔ کم از کم تین بار ''سبحان ربی العظیم'' کہے پھر اپنے سر کو اٹھائے اور ''سمع الله لمن حمده'' اور'' ربنا لك الحمد'' کہتے ہوئے سیدھا کھڑا ہو جائے۔ اگر مقتدی ہو تو صرف'' ربنا لك الحمد'' کہے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے سجدہ میں جائے۔ سجدے میں جاتے ہوئے سب سے پہلے اپنے گھٹنے زمین پر رکھے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ اور ہاتھوں کے درمیان اپنے چہرے کو رکھے۔ سجدے میں اپنے پیٹ کو رانوں سے اور اپنے بازوؤں کو اپنی بغل سے دور رکھے۔ ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے سروں کا رخ کعبہ کی طرف رکھے۔ عورت سجدے میں اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملائے اور زمین سے لگ جائے۔ پھر کم از کم تین بار'' سبحان ربی الاعلیٰ'' کہے۔ پھر'' الله اکبر''

کہتے ہوئے دوسرے سجدے میں جائے اور پہلے سجدے کی طرح اس کو ادا کرے۔ پھر دوسرے سجدے سے اٹھنے کے لئے" اللّٰــــہ اکبــر " کہے اور زمین پر بیٹھے بغیر کھڑا ہو جائے۔ کھڑا ہوتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے۔ دوسری رکعت میں نہ ثنا پڑھے نہ تعوذ پڑھے بلکہ " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " پڑھ کر سورۂ فاتحہ پڑھے اور پہلی رکعت کی طرح دوسری رکعت کو پورا کرے۔ جب دوسری رکعت میں دوسرے سجدے سے فارغ ہو جائے تو اپنا بایاں پیر بچھا کر اس پر بیٹھ جائے اس کے بعد تشہد پڑھے۔ لَآ اِلٰـهَ پر اپنی شہادت کی انگلی اٹھائے اور اِلَّا اللّٰـهُ پر گرائے۔ پھر درود شریف پڑھے اس کے بعد کوئی مسنون دعا پڑھے۔ پھر السلام علیکم کہتے ہوئے داہنی طرف سلام پھیرے۔ پھر بائیں طرف سلام پھیرے یہاں دو رکعت پوری ہوگئیں اگر تین یا چار رکعت پڑھنی ہوں تو تشہد پڑھ کر کھڑا ہو جائے اور باقی نماز اسی طرح پوری کرے۔

مفسداتِ نماز

جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے انہیں مفسداتِ نماز کہتے ہیں۔ مفسداتِ نماز حسب ذیل ہیں۔

(۱) نماز میں بات کرنا خواہ بات تھوڑی ہو یا زیادہ، قصداً کی جائے یا سہواً۔

(۲) نماز میں قصداً یا سہواً کوئی فرض ادا کرنے سے رہ جائے مثلاً رکوع یا سجدہ چھوٹ جائے۔

(۳) نماز میں کچھ کھانا پینا قصداً یا سہواً۔

(۴) شرائط نماز میں کوئی شرط ختم ہو جائے مثلاً ستر کھل جائے یا وضو ٹوٹ جائے۔

(۵) واجباتِ نماز میں سے قصداً کسی واجب کو ترک کر دینا۔

(۶) کوئی واجب بھولے سے رہ جائے اور نمازی سجدہ سہو بھی نہ کرے۔

(۷) نماز میں کسی کو سلام کرنا، یا کسی کو سلام کا جواب دینا۔

(۸) نماز سے باہر والے کسی شخص کی دعا پر آمین کہنا یا چھینکنے والے کے لئے یرحمک اللہ کہنا۔ کسی بری خبر پر ''اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ'' پڑھنا۔ یا کسی اچھی خبر پر ''اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ'' کہنا یا کسی طرح کا کلمہ کہنا۔

(۹) درد یا تکلیف کی وجہ سے آہ، اوہ، اف وغیرہ کرنا یا درد کی وجہ سے اس طرح رونا کہ آواز میں حروف ظاہر ہو جائیں۔

(۱۰) بالغ آدمی کا نماز میں قہقہہ لگانا۔

(۱۱) اپنے امام کے سوا کسی دوسرے کو لقمہ دینا۔

(۱۲) قرأت میں کوئی ایسی غلطی کرنا جس سے آیت کا مطلب بدل جائے۔

(۱۳) نماز میں قرآن پاک کو دیکھ کر پڑھنا۔[۱]

(۱۴) عمل کثیر کرنا، یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے۔

(۱۵) دو صفوں کی مقدار کے برابر چلنا۔

(۱۶) نماز میں کسی تحریر پر نظر پڑی اور اس کو پڑھ لیا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر زبان سے پڑھے بغیر مفہوم ذہن میں آ گیا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

(۱۷) کسی ضرورت کے بغیر اگر آدمی زور سے کھانسے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۱۸) جماعت میں امام سے آگے بڑھ جانا۔

(۱۹) جب مرد جماعت سے نماز پڑھ رہا ہو اور عورت بھی وہیں نماز پڑھنے کے لئے برابر میں کھڑی ہو جائے تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی۔[۲]

(۲۰) نماز میں کوئی ایسی دعا مانگنا جو آدمیوں سے مانگی جاتی ہیں، یا خدا مجھے سو روپے دے دے۔

---

۱ بعض علماء کے نزدیک جائز ہے۔

۲ حرم کا حکم مختلف ہے۔

مکروہات نماز

مکروہات نماز ان چیزوں کو کہتے ہیں جن سے نماز میں تھوڑی بہت کمی آسکتی ہے۔البتہ ان سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔مکروہات نماز درج ذیل ہیں۔

(۱) پاخانہ پیشاب یا ریاح کے دباؤ میں نماز پڑھنا۔

(۲) سستی یا بے پروائی سے ننگے سر نماز پڑھنا۔

(۳) معمولی کپڑے پہن کر نماز پڑھنا کہ انہیں پہن کر کسی مجلس میں جانا اسے پسند نہ ہو۔

(۴) کپڑوں کو معمول کے خلاف پہننا مثلاً کرتا، یا شیروانی کو آستینوں میں ہاتھ ڈالے بغیر پہننا یا کندھے پر رومال وغیرہ ڈالنا یا سجدہ کی جگہ مٹی بلاضرورت پھونک مارنا یا اسے صاف کرنا۔

(۵) کپڑوں کو مٹی سے بچانے کے لئے انہیں ہاتھ سے سمیٹنا۔ہاتھ سمیٹنا یا ہاتھ جھاڑنا، یا سجدہ کی جگہ پر بلاضرورت پھونک مارنا یا اسے صاف کرنا۔

(۶) کپڑے یا بدن سے کھیلنا۔ناک کان میں انگلی ڈالنا وغیرہ۔

(۷) انگلیاں چٹخانا یا ایک ہاتھ کی انگلیاں میں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنا۔

(۸) کمر،کولھے یا کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔

(۹) قبلہ کی طرف سے منہ پھیر کر دیکھنا، کنکھیوں سے دیکھنا (ادھر ادھر دیکھنے میں اگر سینہ قبلہ کی طرف سے پھر گیا تو نماز فاسد ہو جائے گی)

(۱۰) قعدہ میں اس طرح بیٹھنا جس طرح کتا بیٹھتا ہے۔یعنی رانیں کھڑی کر کے

انہیں پیٹ سے ملا لینا اور گھٹنوں کو سینے سے ملا کر اور ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر بیٹھنا۔

(۱۱) بلا عذر آلتی پالتی مار کر (چار زانو ہو کر) بیٹھنا۔

(۱۲) نمازی کا کسی ایسے آدمی کی طرف نماز پڑھنا جو نمازی کی طرف منہ کر کے بیٹھا ہو۔

(۱۳) سجدہ میں دونوں کلائیوں کا زمین پر بچھا لینا۔

(۱۴) قصداً جمائی لینا۔

(۱۵) امام کا محراب کے اندر کھڑا ہونا لیکن اگر قدم محراب سے باہر ہوں تو مکروہ نہیں ہے۔

(۱۶) تنہا امام کا ایک ہاتھ یا اس سے زیادہ اونچی جگہ پر کھڑے ہونا اور مقتدیوں کا نیچے کھڑے ہونا۔ اگر امام کے ساتھ مقتدی بھی ہوں تو مکروہ نہیں۔

(۱۷) ایسی جگہ نماز پڑھنا جہاں تصویریں آویزاں ہوں۔

(۱۸) ایسے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا جس پر جاندار کی تصاویر ہوں۔

(۱۹) آنکھیں بند کر کے نماز پڑھنا، لیکن اگر خشوع وخضوع کے لئے آنکھیں بند کر لی جائیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(۲۰) نماز میں آیتوں، سورتوں یا تسبیحوں کا انگلیوں پر شمار کرنا۔

(۲۱) چادر یا کوئی کپڑا اس طرح لپیٹ کر نماز پڑھنا کہ جلدی سے باہر نہ نکل سکیں۔

(۲۲) سجدہ کی حالت میں دونوں پیروں کا زمین سے اٹھانا۔

(۲۳) فرض نماز میں قرآن کی ترتیب کے خلاف قرأت کرنا، مثلاً پہلی رکعت میں سورہ ''النصر'' اور دوسری رکعت میں ''الکافرون'' پڑھنا۔

(۲۴) سنت کے خلاف کوئی عمل کرنا۔

جن صورتوں میں نماز کو توڑنا جائز ہے

(۱) سواری چھوٹ جانے کا خوف ہو۔
(۲) موذی اور زہریلے کیڑے وغیرہ کو مارنے کے لئے بھی نماز توڑ دینا جائز ہے۔
(۳) جانی یا مالی نقصان کا اندیشہ ہو تو نماز توڑ دینا جائز ہے۔
☆ چولھے پر رکھا سالن جلنے لگے۔
☆ کوئی ڈاکو گھر میں گھس آئے اور جان مال کا اندیشہ ہو۔
☆ کوئی بلی کتا، کبوتر یا مرغی کو پکڑ لے تو اس کی جان بچانے کے لئے نماز توڑ دینا جائز ہے۔
(۴) کسی اندھے کو راستہ بتانے کے لئے۔
(۵) نماز میں پیشاب یا پاخانے کا ناقابل برداشت زور ہو۔
(۶) اپنے علاوہ کسی کی جان، مال، عزت وآبرو کو خطرے میں دیکھ کر اس کی حفاظت کرنے کے لئے نماز کو توڑ دینا جائز ہے۔
(۷) اگر والدین مصیبت میں پکاریں تو نماز توڑ دینا جائز ہے۔

نماز باجماعت

ہر نماز جماعت سے ادا کیجیے۔ قرآن وحدیث میں نماز جماعت سے پڑھنے کی بڑی تاکید آئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْ مَعَ الرَّاکِعِیْنَ (البقرہ)

''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جھکنے والوں کے ساتھ جھکو یعنی جماعت سے نماز پڑھو۔''

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

''میرا پختہ ارادہ ہے کہ کسی کو نماز پڑھانے کے لیے مقرر کروں جماعت کھڑی کرنے کا حکم دوں اور اپنے ساتھ کچھ آدمیوں کو لے کر جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھرے ہوں ان لوگوں کے یہاں جاؤں جو جماعت میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو جلا کر خاکستر کردوں۔'' (متفق علیہ)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''جو شخص چالیس دن تک تکبیرِ اولیٰ کے ساتھ نماز باجماعت پڑھے وہ دوزخ اور نفاق دونوں سے محفوظ کردیا جاتا ہے۔'' (ترمذی)

نبی کریمؐ نے یہ بھی فرمایا:

''اگر لوگوں کو نماز باجماعت کا اجروثواب معلوم ہوجائے تو مجبوریوں کے باوجود دوڑ دوڑ کر جماعت میں شرکت کے لئے جائیں۔ جماعت کی پہلی صف ایسی ہے جیسے فرشتوں کی صف، تنہا نماز پڑھنے سے دو آدمیوں کی جماعت بہتر ہے۔ پھر جتنے آدمی زیادہ ہوں اتنی ہی

زیادہ یہ جماعت خدا کو محبوب ہوتی ہے۔'' (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں:

''نبی کریمؐ کے زمانے میں ہمارا یہ حال تھا کہ ہم میں سے کوئی نماز باجماعت سے پیچھے نہیں رہتا تھا۔ سوائے اس شخص کے جو کھلا ہوا منافق ہوتا اور مریض ہوتا اور مریض بھی دو آدمیوں کے سہارے جماعت میں شرکت کرتا۔'' (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ وہ کل قیامت میں خدا سے ایک بندۂ مسلم کی حیثیت سے ملے تو اس کو ان پانچوں نمازوں کی پابندی کرنا چاہیے اور انہیں مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کو سنن ہدیٰ کی تعلیم دی ہے اور یہ نمازیں سنن ہدیٰ میں سے ہیں اور اگر تم اپنے گھروں میں نمازیں پڑھو گے جیسا کہ منافق لوگ اپنے گھروں مں نمازیں پڑھتے ہیں تو تم اپنے نبیؐ کے طریقہ کو چھوڑ دو گے اور اگر تم نے اپنے نبیؐ کے طریقہ کو چھوڑ دیا تو تم لوگ گمراہ ہو جاؤ گے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں:

''ایک نابینا شخص نے رسول اللہؐ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسولؐ مجھے مسجد تک پہنچانے والا کوئی شخص نہیں ہے۔ کیا میرے لئے اجازت ہے کہ گھر میں نماز پڑھ لیا کروں؟'' آپ نے دریافت فرمایا: ''کیا اذان کی آواز تم تک پہنچتی ہے؟'' اس شخص نے جواب دیا ''جی ہاں'' آپ نے فرمایا: ''پھر تم اس کا جواب دو۔'' (مسلم)

(اذان کے جواب دینے کا مطلب یہ ہے کہ مسجد میں جا کر جماعت سے نماز پڑھو۔)

نماز باجماعت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حالتِ جنگ میں جبکہ دشمن تیر برسا رہا ہو اس وقت بھی جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے اور اس کا

طریقہ سورۂ نساء میں بتایا گیا ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ (النساء)

''اے نبیؐ جب جنگ کے موقع پر آپ مسلمانوں کے ساتھ ہوں اور حالتِ جنگ میں انہیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوں تو ان میں سے ایک گروہ آپ کے ساتھ کھڑا رہے اور اپنے ہتھیار سنبھالے رہے یعنی مسلح ہو کر نماز پڑھے جب وہ پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ کر چکیں تو وہ پیچھے چلے جائیں یعنی محاذ جنگ سنبھال لیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے جو دشمنوں سے برسر جنگ تھا وہ آ کر آپ کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھے۔ اور اپنے ہتھیار اور بچاؤ کا سامان ساتھ رکھے۔''

سعودی عرب کے مفتی اعظم عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ آیت بالا کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ''جب اللہ تعالیٰ نے جنگ کی حالت میں نماز باجماعت کو واجب قرار دیا تو حالتِ امن میں اس کا وجوب کیوں کر نہ ہوگا۔ اور اگر کسی شخص کو نماز باجماعت کے ترک کرنے کی اجازت ہوتی تو وہ لوگ جو دشمن سے برسرپیکار ہیں اور جن کو دشمن کی جانب سے حملے کا خطرہ ہے وہ زیادہ مستحق تھے کہ انہیں جماعت سے نماز نہ پڑھنے کی رخصت دی جاتی لیکن جب ایسا نہیں ہے۔ تو ہر ایک کو اس کا علم ہونا چاہیے کہ جماعت کے ساتھ نماز کی ادائیگی انتہائی اہمیت کی حامل ہے اور کسی بھی فرد کے لئے اس سے پیچھے رہنا جائز نہیں۔[1]

نماز باجماعت کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی کریمؐ نے فرمایا:

صَلٰوةُ الْجَمَاعَةِ تَفْضُلُ صَلٰوةَ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِيْنَ

''جماعت سے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے کے مقابلے میں ۲۷ درجہ

---

[1] ترجمہ مولانا عرفان احمد شمسی (نماز باجماعت صفحہ ۷)

زیادہ افضل ہے۔"

حضرت ابوداؤدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"کسی بستی یا جنگل میں تین آدمی ہوں اور وہ باجماعت نماز نہ پڑھتے ہوں تو ان پر شیطان غالب آ جاتا ہے۔ اس لئے تم لازماً جماعت کی پابندی کرو کیونکہ بھیڑیا اس بکری کو کھا جاتا ہے جو قافلہ سے الگ رہ کر دور رہتی ہے۔" (ابوداؤد، نسائی)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

"جو شخص موذن کی اذان سنے اور اس کی بات نہ مانے یعنی جماعت میں شرکت کے لئے کوئی عذر مانع نہ ہو پھر وہ جماعت سے نماز نہ پڑھے بلکہ تنہا اپنی نماز پڑھ لے تو اس کی وہ نماز قبول نہ ہوگی۔" حاضرین نے عرض کیا: "عذر کیا ہوسکتا ہے؟" آپ نے ارشاد فرمایا: "جان مال کا ڈر یا بیماری۔" (ابوداؤد)

نماز باجماعت کی اہمیت واضح ہو جانے کے بعد آپ کے لئے ضروری ہے کہ ہر نماز جماعت سے ادا کریں۔ کوشش کریں کہ تکبیر اولیٰ بھی نہ چھوٹنے پائے۔ نماز باجماعت کی بہت سی حکمتیں اور فائدے ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) باہمی تعارف کا اچھا موقع ملتا ہے۔

(۲) ایک دوسرے کے حالات جاننے، ملکی، ملی اور بین الاقوامی حالات پر تبصرہ و تجزیہ کے مواقع ہر روز پانچ بار ملتے ہیں۔

(۳) افرادِ امت کا ہر روز پانچ مرتبہ احتساب ہو جاتا ہے۔ اس احتساب کی وجہ سے بعض ایسے افراد بھی پابندی سے نماز پڑھتے اور دینی احکامات کی پابندی کرتے ہیں جو بعض وجوہ کی بناء پر اتنی پابندی نہیں کر سکتے تھے۔

(۴) دینی معلومات حاصل کرنے اور تعلیم و تربیت کا بہترین نظم سامنے آتا ہے۔

(۵) جب امیر و غریب، صغیر و کبیر سب ایک ہی صف میں کھڑے ہو کر ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو اونچ نیچ اور ذات برادری کے تمام تصورات کی بیخ کنی ہو جاتی

ہے اور اسلامی مساوات کا عملی نمونہ سامنے آتا ہے۔ بقولِ شاعر اسلام

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

(۶) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے اجتماعی زندگی گزارنے کا شعور آتا ہے۔ جس طرح نماز میں ہم ایک امام کی اقتدا کرتے ہیں اسی طرح ہماری پوری زندگی ایک امیر کی اطاعت کرتے ہوئے اجتماعی نظم کے تحت گزرنی چاہیے۔ اگر امام غلطی کرتا ہے تو اسے لقمہ دے کر متوجہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اگر امیر کوئی غلطی کرے تو اسے ٹوک کر غلطی پر متوجہ کرنا چاہیے۔

(۷) جماعت کی وجہ سے اللہ کی بندگی اور اس کی طرف انابت کی ایک خاص فضا بنتی ہے۔ مختلف قسم کے لوگ جب بیک وقت اللہ کے حضور نذرانہ عبادت پیش کرتے ہیں تو اس کی رحمتوں اور برکتوں کی بارش ہوتی ہے۔

(۸) ہر بستی اور ہر محلہ کی مسجد میں روزانہ، جمعہ کے دن جامع مسجد میں اور عیدین کے موقع پر وسیع تر اجتماع سے نہ صرف کفار و مشرکین پر اسلام اور مسلمانوں کی شان و شوکت ظاہر ہوتی ہے بلکہ ان اجتماعات سے بہت سے اجتماعی اور ملی فائدے اٹھائے جا سکتے ہیں۔

نماز با جماعت کی ان ہی برکتوں اور حکمتوں نیز خدا اور رسولؐ کی اتباع کا داعیہ تھا کہ قرنِ اول کے تمام مسلمان پابندی سے نماز با جماعت ادا کرتے تھے۔ صرف منافقین اور مجبور و معذور لوگ جماعت سے نماز ادا نہیں کرتے تھے۔ بعض بیمار تو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں پہنچتے تھے۔

موجودہ دور میں بہت سے لوگ راتوں کو دیر تک جاگتے ہیں اور نمازِ فجر کی جماعت ان سے فوت ہو جاتی ہے۔ بہت سے لوگ نمازِ عشاء میں غفلت برتتے ہیں اور دوستوں کے ساتھ تفریح میں مگن رہتے ہیں یہ نفاق کی علامت ہے اور ایسی صورت حال کو منافقین کا شعار قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا:

اَثْقَلُ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمُنَافِقِيْنَ صَلٰوةُ الْعِشَاءِ وَصَلٰوةُ الْفَجْرِ وَلَوْيَعْلَمُوْنَ مَافِيْهِمَا لَاتَوْهُمَا حبوًا (متفق علیہ)

''منافقوں کے لئے سب سے گراں فجر اور عشاء کی نماز باجماعت ہے۔ اگر ان لوگوں کو ان دونوں نمازوں کا اجر معلوم ہوتا تو گھٹنوں کے بل ان نمازوں کے لئے آتے۔''

شریعت میں انسان کی ضرورتوں اور فطری مجبوریوں کا بھرپور لحاظ رکھا گیا ہے۔ تاکہ دین اسلام ہر شخص کے لئے قابل عمل رہے۔ چنانچہ احادیث میں مختلف صورتوں میں جماعت چھوڑ دینے اور اکیلے نماز پڑھنے کی اجازت دی گئی ہے۔ مثلاً:

☆ اگر پیشاب پاخانہ کا دباؤ ہو اور جماعت کھڑی ہو جائے تو پیشاب پاخانہ سے فراغت حاصل کی جائے۔

☆ اگر کھانا دسترخوان پر لگا دیا گیا یا بھوک لگی اور کھانا تیار ہو اور دوسری طرف مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تو پہلے کھانے سے فراغت حاصل کی جائے اور کھانے میں جلد بازی نہ کی جائے۔

☆ تیز بارش ہو یا کڑاکے کی سردی ہو یا راستہ میں بہت زیادہ کیچڑ ہو تو جماعت چھوڑ دینے کی اجازت ہے۔

☆ راستہ میں چور یا ڈاکو کے حملہ کا قوی امکان ہو یا کسی دوسری صورت میں مال تلف ہو جانے کا خطرہ ہو۔

☆ بیماری کی وجہ سے مسجد تک جانا دشوار ہو یا بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا کسی وجہ سے جان کو خطرہ لاحق ہو۔

☆ دینی مجلس ہو یا علمی مباحثہ ہو اور چھوڑ دینے کی صورت میں اس کی تلافی ممکن نہ ہو۔

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اگر کوئی شخص نمازِ جماعت کے ارادے سے مسجد گیا وہاں پہنچ کر اس نے دیکھا کہ جماعت ہو چکی ہے تو اس شخص کو بھی نماز باجماعت کا اجر وثواب ملے گا کیونکہ خدا کے یہاں اعمال کی نیّت اور دلوں کی کیفیت دیکھی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں نمازِ باجماعت کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ (آمین)

جماعت کے حکم سے مستثنیٰ لوگ:

درج ذیل افراد کو جماعت میں نہ آنے کی اجازت ہے اگر وہ گھر میں تنہا نماز پڑھ لیں تو ان پر کوئی مواخذہ نہیں۔

(۱) عورت (۲) نابالغ (۳) بیمار (۴) بیمار کی تیمارداری کرنے والا (۵) لنگڑا، لولا یا اپاہج (۶) نابینا (۷) بہت بوڑھا شخص۔

جماعت کے لئے صف بندی:

نماز یا جماعت کے لئے لوگ ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوں۔ درمیان میں جگہ نہ چھوڑیں۔ صفوں کو بالکل سیدھا رکھیں۔ جب تک اگلی صف پوری طرح نہ بھر جائے پچھلی صف میں کھڑے نہ ہوں۔ امام کے پیچھے پہلے مردوں کی صف ہو اور پھر بچوں کی۔ اگر عورتیں بھی جماعت میں شریک ہوں تو ان کی صف بچوں کی صف کے پیچھے ہوگی۔

اگر اگلی صفیں مکمل ہوں تو بعد میں آنے والا صف کے پیچھے تنہا نہ کھڑا ہو بلکہ اگلی صف میں سے کسی کو کھینچ کر اپنے برابر کھڑا کر لے۔ مگر کسی جاننے والے کو کھینچے تاکہ وہ برا نہ مانے۔

سترہ:

اگر نمازی کسی ایسی جگہ نماز پڑھ رہا ہو یا امام پڑھا رہا ہو جہاں سے آدمیوں کے گزرنے کا اندیشہ ہو تو نمازی کو چاہیے کہ وہ اپنے سامنے ایک اوٹ رکھ لے جو کم از کم ایک ہاتھ اونچی اور ایک انگلی کے برابر موٹی ہو اس اوٹ کو ''سترہ'' کہتے ہیں جب جماعت ہو رہی ہو تو صرف امام اپنے سامنے سترہ کھڑا کر لے تو یہ تمام مقتدیوں کی جانب سے کافی ہوگا۔

متفرق مسائل

☆ تمام فرض نمازوں میں خواہ وہ مسجد میں ہوں یا میدان میں جماعت واجب ہے۔

☆ جمعہ اور عیدین کی نمازوں میں جماعت شرط ہے جماعت کے بغیر نہ جمعہ ہوسکتا ہے نہ عیدین کی نماز۔

☆ تراویح کی نماز میں جماعت سنّتِ مؤکدہ ہے۔

☆ نمازِ کسوف (سورج گرہن) میں بھی جماعت سنّتِ مؤکدہ ہے۔

☆ رمضان میں وتر کی نماز میں جماعت مستحب ہے۔

☆ نماز خسوف (چاند گرہن) میں جماعت مکروہ تحریمی ہے۔

☆ عام نوافل میں بھی جماعت مکروہ ہے۔ البتہ رمضان کے آخری عشرہ میں تہجد کی نماز جماعت کے ساتھ مستحب ہے۔

امامت

امامت کا حکم:

نماز با جماعت کے لئے مقتدیوں کو اپنے میں سے کسی اچھے شخص کو امام بنانا چاہیے۔ امام کو مقتدیوں سے زیادہ دین کا علم ہونا چاہیے۔ اور دین کا پابند بھی۔ نبی اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے۔

''اگر تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری نمازیں قبول ہوں تو اپنے میں سے بہتر شخص کو امام بناؤ۔''

امامت کا مستحق:

اگر اسلامی حکومت ہو تو خلیفہ امامت کا سب سے زیادہ مستحق ہے یا وہ شخص خلیفہ جس کو اپنا نائب بنا دے۔ اگر اسلامی حکومت نہ ہو تو امامت کا سب سے زیادہ مستحق وہ شخص ہے جو قرآن وحدیث اور شریعت کے احکام کا سب سے زیادہ علم رکھتا ہو بشرطیکہ وہ فاسق نہ ہو۔ اگر تمام مقتدی علم میں برابر ہوں تو اس شخص کو امام بنانا چاہیے جو قرآن سب سے بہتر پڑھتا ہو۔ اگر ان دونوں صفات میں سب مقتدی برابر ہوں تو اس شخص کو امام بنانا چاہیے جو تقویٰ اور پرہیز گاری میں سب سے زیادہ ہو۔ اگر ان صفات میں بھی سب برابر ہوں تو اس شخص کو امام بنانا چاہیے جو عمر میں سب سے زیادہ ہو۔ اگر عمر میں بھی سب برابر ہوں۔ تو اس شخص کو امام بنانا چاہیے جو شرافت وخوش اخلاقی میں سب سے بہتر ہو۔ اگر مذکورہ صفات میں سب لوگ برابر ہوں تو پھر اس شخص کو امام بنانا چاہیے جو ان میں زیادہ باوقار اور خوبصورت ہو۔

جن لوگوں کی امامت مکروہ ہے:

مندرجہ ذیل افراد کی امامت مکروہ ہے۔

(۱) **بدعتی**: جو شخص دین میں نئی باتیں ایجاد کرتا ہو یا غیر ضروری باتوں کو ضروری یا ضروری باتوں کو غیر ضروری قرار دیتا ہو۔

(۲) **فاسق**: وہ شخص جو اسلام کے احکام کی خلاف ورزی کرتا ہو۔

(۳) **جاہل**: وہ شخص جو دین کے مسائل کا ضروری علم نہ رکھتا ہو۔

(۴) ایسا نابینا شخص جو احتیاط سے کام نہ لیتا ہو۔ اگر نابینا احتیاط کرتا ہو تو اس کی امامت مکروہ نہیں۔

جن لوگوں کی امامت ناجائز ہے:

(۱) **مشرک**: جو خدا کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک ٹھہراتا ہو۔

(۲) **کافر**: جو اسلام کی بنیادی باتوں میں سے کسی کا انکار کرتا ہو۔

(۳) جو شخص دیوانہ ہو یا نشہ کی حالت میں ہو۔

(۴) نابالغ بچہ جس کی عمر پندرہ سال سے کم ہو۔

(۵) عورت جبکہ وہ مردوں کی امامت کرے اگر عورتوں کی امامت کرے تو جائز ہے۔

(۶) اشارہ سے نماز پڑھنے والا جبکہ رکوع وسجدہ کرنے والوں کی امامت کرے۔

(۷) نفل پڑھنے والا فرض پڑھنے والوں کی امامت کرے تو ناجائز ہے۔[1]

---

[1] شافعیہ اور اہل حدیث کے نزدیک نفل پڑھنے والے کی امامت فرض نماز پڑھنے والے کے لئے صحیح ہے۔

اقتداء

اقتداء کا مطلب اور حکم:

اقتداء کے معنیٰ ہیں اتباع اور پیروی کرنا۔ اس لئے اقتدار کرنے والوں کو مقتدی کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ جو امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں مقتدی کہلاتے ہیں۔ مقتدی کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ امام کے پیچھے نماز پڑھنے کی نیت کرے ورنہ اقتداء صحیح نہ ہوگی۔ اقتداء کا مطلب یہ ہے کہ مقتدی قرأت کے علاوہ فرائض اور واجبات میں امام کی پیروی کرے۔ البتہ سنتوں اور مستحبات میں امام کی پیروی کرنا ضروری نہیں ہے۔

مقتدی کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) مدرک (۲) مسبوق (۳) لاحق

مدرک: وہ مقتدی ہے جو شروع سے آخر تک جماعت میں شریک رہا ہو یعنی اسے جماعت سے پوری نماز مل گئی ہو۔

مسبوق: وہ مقتدی ہے جو ایک یا کچھ رکعتیں ہوجانے کے بعد جماعت میں شریک ہوا ہو یعنی آخر کی نماز ملی ہو اور شروع کی نماز چھوٹ گئی ہو۔

لاحق: وہ مقتدی ہے جس کی درمیان کی یا آخر کی کچھ رکعتیں چھوٹ گئی ہوں۔ مثلاً کوئی شخص شروع سے جماعت میں شریک ہوا پھر اس کا وضو ٹوٹ گیا۔ وہ وضو کرنے گیا تو اس سے ایک یا دو رکعتیں چھوٹ گئیں اور پھر شریک ہوگیا تو ایسے شخص کو لاحق کہتے ہیں۔

مدرک چونکہ اپنی ساری نماز امام کے ساتھ پڑھتا ہے۔ اس لئے اس کی نماز کا الگ سے تذکرہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں البتہ مسبوق اور لاحق کی کچھ رکعتیں چھوٹ جاتی ہیں۔ اس لئے اس کی چھوٹی ہوئی رکعتوں کو پورا کرنے کا صحیح طریقہ معلوم ہونا ضروری ہے۔

مسبوق کے مسائل:

جب امام سلام پھیرے تو مسبوق سلام نہ پھیرے۔ بلکہ کھڑا ہوجائے اور چھوٹی

ہوئی رکعتوں کو اس طرح پڑھے گویا وہ شروع سے نماز پڑھ رہا ہے۔ مثلاً اگر کسی کی ایک رکعت چھوٹی ہے تو کھڑا ہو کر پہلے ثنا پڑھے۔ پھر تعوذ و تسمیہ پھر سورۂ فاتحہ پڑھ کر کوئی سورت ملائے۔ پھر قاعدے کے مطابق رکعت پوری کر کے سلام پھیر دے اور اگر تین رکعت رہ گئی ہوں تو پہلے کھڑے ہو کر ثنا، تعوذ، تسمیہ و سورۂ فاتحہ پڑھے اور کوئی سورت ملائے اور اس رکعت کو پورا کر کے قعدہ اولیٰ کرے۔ پھر کھڑے ہو کر سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کے ساتھ ایک سورت ملائے اور رکعت پوری کرے۔ اس کے بعد صرف سورہ فاتحہ پڑھ کر رکعت پوری کرے اور قعدہ کر کے سلام پھیر دے۔

لاحق کے مسائل:

لاحق کی جتنی نماز چھوٹ گئی ہے پہلے اس نماز کو امام کا ساتھ چھوڑ کر تنہا ادا کرے اور اس طرح ادا کرے جس طرح امام کے پیچھے ادا کرتا ہے۔ یعنی قرأت نہ کرے اور بعد میں امام کے ساتھ شریک ہو جائے۔

اگر امام فارغ ہو چکا ہے تو اپنی باقی نماز بھی اسی طرح پوری کرے جس طرح امام کے پیچھے پڑھ رہا ہو۔ یعنی قرأت نہ کرے اور اگر سجدہ سہو ہو جائے تو سجدہ سہو نہ کرے۔

مقتدی کے احکام:

☆ مقتدی کو چاہیے کہ وہ دل سے امام کی اقتداء کی نیت کرے۔

☆ مقتدی کو امام کے پیچھے ہی کھڑا ہونا چاہیے اگر وہ امام کے آگے کھڑا ہوگا تو اس کی نماز درست نہ ہوگی۔

☆ ارکانِ نماز کی مکمل اقتداء کرے یعنی یہ کہ نہ تو امام سے پہلے کوئی رکن ادا کرے اور نہ کسی رکن کو چھوڑے۔

☆ اگر مقتدی فرد واحد ہو تو امام کے داہنی طرف کھڑا ہو البتہ اگر مقتدی عورت ہو تو اس کو پیچھے ہی کھڑا کیا جائے۔

☆ پہلے پہلی صف کو پر کریں۔ پہلی صف میں جگہ ہوتے ہوئے دوسری صف میں کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

نماز میں قرأت کے مسائل

☆ فرض نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورت یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کی قرأت واجب ہے۔
☆ فرض کی دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھنا چاہیے۔
☆ سنت اور نوافل نمازوں کی سبھی رکعات میں قرأت کرنا واجب ہے۔
☆ مغرب وعشاء کی دو رکعتوں فجر، عیدین اور جمعہ کی نماز میں امام کو جہری قرأت کرنا چاہیے۔
☆ ظہر اور عصر میں سری قرأت کرنا چاہیے۔
☆ ایک ہی سورۃ کو تمام رکعات میں صرف مجبوراً پڑھا جا سکتا ہے۔
☆ فرض نمازوں میں ترتیب سے قرأت کرنا چاہیے۔ بے ترتیب قرأت مکروہ تحریمی ہے مثلاً سورۂ اخلاص کے بعد سورہ لہب پڑھنا۔ البتہ نوافل میں مکروہ نہیں۔
☆ اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہو تو سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے۔

☆ قرأت کی مسنون مقدار:

یوں تو قرآن میں سے جس حصہ کا پڑھنا آسان ہو وہ پڑھے لیکن پھر بھی مسنون قرأت یہ ہے:

☆ فجر اور ظہر میں طوالِ مفصل: سورہ حجرات سے سورہ بروج تک
☆ عصر اور عشاء میں اوساطِ مفصل: سورہ طارق سے سورہ بینہ تک
☆ مغرب میں قصارِ مفصل: سورۂ زلزال سے سورہ الناس تک

☆سجدہ تلاوت:

قرآن مجید میں چودہ مقامات ایسے ہیں جہاں سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر قرأت کے دوران ان میں سے کوئی ایک مقام آجائے تو فوراً سجدہ کرے۔ بعد میں بقیہ نماز کو مکمل کرے۔

☆ امام کے لئے سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

☆ جہری نمازوں میں مقتدی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی[1] ہے۔

☆ مقتدی امام کے پیچھے خاموش رہیں اور کچھ نہ پڑھیں۔[2] یعنی سورہ فاتحہ یا کوئی

---

[1] یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا ہے۔ البتہ اہل حدیث، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ کا مسلک یہ ہے کہ تمام نمازوں کی تمام رکعات میں ہر کسی کے لئے سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ قرآن کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ فاقرؤا ما تیسر من القرآن (قرآن میں جو تمہارے لئے آسان ہو اسے پڑھو) میں قرآن کے کسی حصہ کو خاص نہیں کیا گیا ہے۔ دیگر ائمہ اس حدیث کو دلیل بناتے ہیں جس میں آپؐ نے فرمایا۔ جس شخص نے سورہ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی کوئی نماز نہیں۔ (بخاری مسلم، ترمذی، نسائی احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

[2] یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور ان کے دلائل درج ذیل ہیں۔

(۱) قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "واذا قرء القرآن فاستمعوا له وانصتوا" (اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو۔)

(۲) حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔ (دار قطنی)

(۳) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے لہٰذا جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔ (مسلم)

(۴) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے سلام پھیرا تو آپ نے فرمایا کیا: "تم میں سے ابھی کسی شخص نے میرے پیچھے قرأت کی ہے؟" ایک شخص نے جواب دیا: "جی ہاں میں نے قرأت کی تھی اے اللہ کے رسولؐ"، "تب ہی میں سوچ رہا تھا کہ مجھے قرآن پڑھنے میں الجھن کیوں پیش آرہی ہے۔" جب لوگوں نے نبیؐ سے یہ بات سنی تو وہ جہری نمازوں میں قرأت کرنے سے رک گئے۔

امام شافعیؒ اور اہل حدیث علماء کہتے ہیں کہ سری اور جہری دونوں نمازوں میں مقتدی قرأت کرے البتہ جہری نماز میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔ ان کے دلائل یہ ہیں:

(۱) قرآن میں ارشاد باری ہے۔

(اور ہم نے تمہیں دیں سات آیتیں جو بار بار پڑھی جاتی ہیں اور قرآن مجید) اس آیت میں سورہ فاتحہ کو بار بار دہرانے کا جو ذکر ہے وہ دلیل ہے اس بات کی کہ سورہ فاتحہ پڑھنا ہر رکعت میں ضروری ہے۔

(۲) عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی" (مسند احمد)

(۳) عبادہ بن صامتؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا کہ جب میں بلند آواز سے قرأت کروں تو تم میں سے کوئی شخص قرآن نہ پڑھے مگر سورہ فاتحہ۔

☆ امام مالکؒ، امام احمدؒ اور امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ

"سری رکعتوں میں مقتدی قرأت کرے اور جہری رکعتوں میں قرأت نہ کرے ان حضرات نے مندرجہ بالا دونوں مسلکوں میں تطبیق کی ہے تاکہ دونوں طرح کی احادیث پر عمل ہو سکے۔

سورہ نہ پڑھیں۔ البتہ ثنا اور دیگر تسبیحات وتشہد وغیرہ پڑھیں۔

☆ جب امام سورۂ فاتحہ پڑھ چکے تو آمین کہے اور مقتدی بھی آہستہ سے آمین کہیں۔[1]

---

[1] یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے ان کے دلائل یہ ہیں:

(۱) قرآن پاک میں متعدد مقامات پر اللہ کو آہستہ سے پکارنے، آہستہ آواز میں دعا کرنے اور ذکر کرنے کی فضیلت آئی ہے۔

(۲) ابن وائل سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللہ، اعوذ باللہ اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے (طحاوی)

(۳) شعبہ نے وائل بن حجر سے روایت کی کہ نبیؐ نے آمین کہا اور خفض بها صوته (اور اپنی آواز کو پست رکھا۔ (ترمذی)

☆ امام شافعیؒ امام احمدؒ بن حنبلؒ کے نزدیک آمین جہری نمازوں میں جہراً اور سری نمازوں میں سراً کہی جائے گی۔ ان حضرات کے دلائل یہ ہیں۔

(۱) نعیم المجمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو پہلے انہوں نے بسم اللہ پڑھی پھر سورہ فاتحہ جب آپ ولا الضالین پر پہنچے تو آپ نے آمین کہی اور لوگوں نے بھی آمین کہی۔ سلام کے بعد حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میری نماز تم سب کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے زیادہ مشابہ ہے۔ (بخاری فی التعلیقات، نسائی، ابن خزیمہ، ابن حبان)

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو اس لئے کہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین سے مل گئی اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیئے گئے۔ (بخاری ومسلم)

☆ امام مالکؒ کا مسلک ہے کہ جہری نماز میں امام آہستہ سے آمین کہے گا اور مقتدی بلند آواز سے (الفقہ علی المذاہب الاربعہ جلد ۱ صفحہ ۲۵۰)

☆ یہ اختلاف صرف جہری نمازوں کی حد تک ہے رہا سری نماز کا معاملہ تو اس میں سب کے نزدیک تمام لوگ مع امام آمین آہستہ سے کہیں گے۔

سجدہ سہو

سہو کے معنی بھول جانے کے ہیں نماز میں آدمی سے تین طرح کی بھول ہوسکتی ہے۔

(۱) نماز میں کسی سنت یا مستحب کو بھول جائے ایسی بھول سے نماز میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی البتہ جان بوجھ کر سنت کو چھوڑ دینا گناہ ہے۔ مگر سجدہ سہو یا نماز دہرانے کی ضرورت پھر بھی نہیں۔ مستحب کو چھوڑ دینے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا۔

(۲) نماز میں کسی فرض کو بھول جانے مثلاً رکوع نہ کرے یا سجدہ نہ کرے تو اس شکل میں نماز نہیں ہوتی ہے۔ نماز کو دہرانا ضروری ہے۔

(۳) آدمی کسی واجب کو بھول جائے یا کسی فرض یا واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو اس سے نماز میں جو خرابی واقع ہوتی ہے اس کی تلافی کے لئے ''سجدہ سہو'' رکھا گیا ہے۔

سجدہ سہو کرنے کا طریقہ:

سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدہ میں تشہد پڑھنے کے بعد نمازی دائیں طرف سلام پھیرے اور اللہ اکبر کہہ کر سجدہ میں جائے تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ پڑھے اور اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھ جائے پھر اسی طرح دوسرا سجدہ کرے۔ دوسرے سجدے کے بعد تشہد، درود و دعا پڑھ کر نماز کو مکمل کرے۔[۱]

سجدہ سہو واجب ہونے کی صورتیں:

درج ذیل صورتوں میں سجدۂ سہو واجب ہوتا ہے:

(۱) اگر سہواً کوئی واجب چھوٹ جائے۔

(۲) کسی واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے مثلاً سورۂ فاتحہ کے بعد ٹھہرا رہے اور پھر سورت ملائے۔ تاخیر سے مراد اتنی تاخیر ہے کہ تین بار تسبیح پڑھ لی جائے۔

(۳) اگر واجبات کی ادائیگی میں تقدیم وتاخیر ہو جائے تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ مثلاً کوئی شخص سورت پہلے پڑھے اور سورۂ فاتحہ بعد میں۔

(۴) کسی واجب کی ادائیگی کی کیفیت میں تبدیلی ہو جائے مثلاً سری نمازوں میں کوئی جہری قرأت کرے یا جہری نمازوں میں سری قرأت کرے۔

(۵) کسی فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے مثلاً قرأت کے بعد رکوع میں تاخیر کرے۔

(۶) کسی فرض کو بعد والے فرض سے پہلے ادا کرے مثلاً رکوع سے پہلے سجدہ کرے۔

(۷) کسی فرض کو دوبارہ ادا کرے۔ مثلاً دو رکوع یا تین سجدے کر لے۔

---

[1] یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ سلام سے پہلے دو سجدے کئے جائیں اور فوراً سلام پھیر لیا جائے گا۔ امام احمدؒ سلام سے پہلے اور سلام کے بعد دونوں طریقوں کو جائز سمجھتے ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک اگر سجدے سلام سے پہلے ہوں تو بعد میں تشہد (بلا درود ودعا) پڑھ کر سلام پھیرا جائے گا۔ اور اگر یہ سجدے سلام کے بعد ہوں تو پہلے دو سجدے کئے جائیں گے۔ پھر بیٹھ کر تشہد (بلا درود ودعا) پڑھا جائے گا اور پھر دونوں طرف سلام پھیرا جائے گا۔

سجدہ سہو کے متفرق مسائل

☆ اگر نمازی دونوں طرف سلام پھیر لے پھر اس کو یاد آئے کہ اس پر سجدہ سہو واجب ہے تو اگر اس نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے تو پھر سجدہ سہو کر لے لیکن اگر وہ ایسا کام کر چکا ہے مثلاً بات کر چکا ہے یا سینہ قبلہ سے پھر گیا ہے تو اس کے لئے اب سجدہ سہو کرنا جائز نہیں اب اس کو اپنی نماز دہرانا چاہیے۔

☆ اگر کوئی شخص التحیات پڑھنے کے بعد سلام پھیرے بغیر سجدہ سہو کرے تو جائز ہے۔

☆ اگر ایک نماز میں کئی باتیں ایسی ہو جائیں جن پر سجدہ سہو واجب ہو گیا تو ان سب کے لئے ایک ہی سجدہ کافی ہے۔

☆ اگر مقتدی سے ایسی بات ہو جائے جس پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے تو نہ مقتدی سجدہ کرے نہ امام۔

☆ اگر مسبوق سے اپنی نماز ادا کرتے ہوئے سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے۔

☆ کوئی شخص چار رکعت والی نماز میں قعدہ اولیٰ کرنا بھول گیا اور پوری طرح کھڑا ہو گیا تو پھر نہ بیٹھے بلکہ آخر میں سجدہ سہو کر لے۔ اور اگر وہ پوری طرح کھڑا نہیں ہوا تھا بلکہ کھڑا ہو جانا چاہتا تھا تو بیٹھ جائے اس پر سجدہ سہو واجب نہیں۔ اس کی اصل یہ ہے کہ بیٹھنے کے قریب ہو تو بیٹھ جائے اور کھڑا ہونے کے قریب ہو تو کھڑا ہو جائے۔

☆ اگر کوئی شخص قعدہ اولیٰ میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنے لگا اور ''اللهم صلِّ علی محمد'' تک درود پڑھ لی یا اتنی دیر خاموش بیٹھا رہا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے اور اگر اس سے کم درود پڑھی ہے تو سجدہ سہو واجب نہیں۔

قضا نماز

☆ جو نماز وقت پر پڑھی جاتی ہے اسے ''ادا'' کہتے ہیں اور جو نماز وقت پر نہ پڑھی جائے اسے ''قضا'' کہتے ہیں۔

☆ قضا نماز کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں فوت شدہ نماز جب بھی یاد آ جائے اسی وقت پڑھ لی جائے۔

☆ فوت شدہ نماز کو جلد از جلد پڑھ لینا چاہیے۔ اس میں ٹال مٹول اور تاخیر کرنا مؤمن کا شیوہ نہیں اگر کئی نمازیں قضا ہو جائیں تو انہیں ایک وقت میں بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

☆ سنتوں، نفلوں، نماز جمعہ اور عیدین کی قضا نہیں اور مختلف وقتوں میں بھی اگر نمازِ جمعہ فوت ہو جائے تو اس کے بدلہ ظہر کی نماز پڑھنی چاہیے۔ البتہ نماز فجر کی سنتوں کی قضا اسی روز زوال سے پہلے پہلے پڑھی جا سکتی ہیں۔

☆ سفر کے دوران اگر کوئی نماز قضا ہو جائے اور حالتِ قیام میں اس کو پڑھا جائے تو اس کو بھی قصر کرنا چاہیے۔ اگر حالت قیام میں کوئی نماز قضا ہو جائے اور حالت سفر میں اس کو پڑھا جائے تو اس کو قصر نہ کرنا چاہیے۔

☆ اگر کسی شخص کی پانچ یا اس سے کم نمازیں قضا ہوئی ہوں چاہے وہ مسلسل قضا ہوئی ہوں یا مختلف اوقات میں تو ان نمازوں کو ترتیب سے ادا کرنا ضروری ہے۔ ایسے شخص کو ''صاحب ترتیب'' کہتے ہیں جب تک صاحب ترتیب قضا نمازوں کو نہ

پڑھ لے اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسری نماز پڑھے اگر کوئی صاحب ترتیب قضا نمازوں کو پڑھے بغیر دوسری نماز پڑھ لے تو قضا نماز پڑھنے کے بعد اسے دوسری نماز کو دہرانا ہوگا۔

☆ جس شخص کی پانچ سے زیادہ نمازیں قضا ہو جائیں وہ صاحب ترتیب نہیں رہتا اور اس کے لئے قضا نمازوں کو ترتیب سے پڑھنا ضروری نہیں۔ وہ قضا نمازوں کو پڑھے بغیر بھی دوسری نماز پڑھ سکتا ہے۔ البتہ قضا نمازوں کو نہ پڑھنے کا گناہ اس کے سر رہے گا۔

نماز وتر

نماز وتر کا حکم:

نماز وتر واجب ہے۔اس نماز کو پڑھنے کی بڑی تاکید ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جو شخص نماز وتر نہ پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ اگر وتر کسی وجہ سے فوت ہو جائے تو اس کی قضا پڑھنا واجب ہے۔ اس نماز کو ''وتر'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی رکعتیں طاق ہوتی ہیں۔

نماز وتر کی ترکیب:

نماز وتر کی تین رکعتیں ہیں[1] نماز وتر پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی دو رکعتیں فرض نماز کی طرح پڑھی جائیں۔ دوسری رکعت کے بعد قعدہ میں صرف تشہد پڑھے اور کھڑا ہو جائے۔ تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ پڑھ کر کوئی سورہ ملائے۔ پھر ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھائے[2] اور پھر ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھے۔ اگر کسی کو دعائے قنوت یاد نہ ہو تو وہ کوئی مسنون دعا پڑھ لے البتہ دعائے قنوت یاد کرنے کی کوشش جاری رکھے۔

رمضان میں نماز وتر جماعت سے پڑھنا مستحب ہے۔امام تینوں رکعتوں میں

---

[1] یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک وتر میں ایک سے گیارہ تک رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں اگرچہ صرف ایک رکعت کا پڑھنا خلاف اولیٰ ہے۔

[2] حنابلہ اور شافعیہ کے نزدیک ''اللہ اکبر'' کہہ کر دعا کی طرح ہاتھ اٹھائیں جائیں گے۔

قرأت جہر سے کرے گا البتہ دعائے قنوت امام اور مقتدی سب خاموشی سے پڑھیں گے۔ مقتدی کی دعا قنوت پوری کرنے سے پہلے اگر امام رکوع میں چلا جائے تو مقتدی کو بھی رکوع میں چلا جانا چاہیے۔

دعا قنوت:

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْكَ وَنُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَنَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ۔ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَنَسْجُدُ وَاِلَيْكَ نَسْعٰى وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰى عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ۔

''اے اللہ ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور بخشش چاہتے ہیں۔ ہم تجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور تیرے اوپر بھروسہ کرتے ہیں تیری حمد وثنا کرتے ہیں۔ تیرا شکر بجالاتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے۔ ہم اس شخص سے الگ ہوجائیں گے جو تیری نافرمانی کرے گا۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے نماز پڑھتے ہیں اور تجھ ہی کو سجدہ کرتے تیری ہی طرف دوڑتے ہیں۔ تیری ہی رحمت کی امید کرتے ہیں اور تیرے ہی عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بیشک تیرا عذاب کافروں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔''

متفرق مسائل

☆ نمازِ وتر کا وقت عشاء کے فرض پڑھنے کے بعد ہے۔ اگر کوئی شخص فرضوں سے پہلے وتر پڑھ لے تو اسے فرضوں کے بعد نماز وتر دوبارہ پڑھنا چاہیے۔

☆ اگر کوئی شخص نمازِ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا بھول جائے تو اس پر سجدۂ سہو واجب ہے۔

☆ اگر کوئی شخص دعائے قنوت پڑھے بغیر رکوع میں چلا گیا۔ اب اسے یاد آیا کہ اس نے دعائے قنوت نہیں پڑھی ہے تو اسے رکوع سے واپس نہیں آنا چاہیے۔ سجدہ سہو کرنے سے اس کی نماز ادا ہو جائے گی۔

☆ رمضان میں آدمی امام کے پیچھے وتر پڑھ رہا تھا۔ امام نے تیسری رکعت میں دعائے قنوت کے لئے تکبیر کہی۔ مقتدی سہو سے رکوع میں چلا گیا تو اسے یاد آتے ہی کھڑا ہو جانا چاہیے اور امام کی پیروی کرنا چاہیے۔ ایسی صورت میں سجدۂ سہو واجب نہیں ہوتا۔

نمازِ جمعہ

جمعہ کے دن کو بعض خصوصیات کی وجہ سے بڑی فضیلت واہمیت حاصل ہے۔ روزانہ پانچوں وقت کی نماز ایک محدود حلقہ کی مسجد میں ادا کی جاتی ہے اس لئے ہفتہ میں ایک ایسے دن کا تعین کیا گیا جس میں بستی کے تمام لوگ اکھٹے ہوکر نماز ادا کریں تاکہ ملت کا ایک بڑا اجتماع ہو جس سے بڑے پیانہ پر وہ تمام فوائد ومقاصد حاصل کئے جاسکیں جو روزانہ چھوٹے پیانہ پر نماز باجماعت سے حاصل کئے جاتے ہیں۔ اس کے لئے ظہر کا وقت زیادہ مناسب تھا اس لئے جمعہ کے دن ظہر کی نماز کے بجائے جمعہ کی نماز فرض کی گئی۔ ظہر کی رکعتوں میں تخفیف کر کے چار رکعتوں کے بجائے دو رکعت فرض کی گئیں البتہ تخفیف شدہ رکعتوں کے بدلے خطبہ کو ضروری قرار دیا ہے تاکہ امام یا اس کا نائب گزشتہ ہفتہ کے واقعات کی روشنی میں آئندہ کے لئے مناسب اور ضروری ہدایات دے سکے اور مسلمان اپنے ملی اور اجتماعی امور کو باہم مشورہ سے طے کرسکیں۔ اللہ نے اس ہفتہ واری اجتماع پر اپنی مخصوص رحمتیں اور برکتیں نازل کرنے کے لئے جمعہ کے دن کا انتخاب کیا۔

جمعہ کے دن کو ہفتہ کے باقی دنوں پر وہی فضیلت حاصل ہے جو شب قدر کو باقی راتوں پر اور ماہ صیام کو باقی مہینوں پر ہے۔ رمضان سال میں ایک بار عبادت وتقرب الٰہی کا ایسا ماحول پیدا کرتا ہے جو گزشتہ سال کی تمام لغزشوں اور بے احتیاطیوں کے رنگ کو انسانی دلوں سے صاف کرنے میں مدد دیتا ہے اور انسان آنے والے سال کے لئے زادراہ جمع کرتا ہے تاکہ آنے والا سال نہایت سکون، اطمینان، دل جمعی اور طاعتِ خداوندی میں گزر سکے۔ ٹھیک اسی طرح جمعہ گزشتہ ہفتہ میں صادر ہونے والی کوتاہیوں اور لغزشوں سے پاک وصاف ہونے کے لئے بہترین فضا اور ماحول عطا کرتا ہے اور آنے والے ہفتہ میں سکون واطمینان اور دل جمعی وطاعت خداوندی کے جذبہ کے تحت زندگی گزارنے کے لئے تیار کرتا ہے۔

جمعہ کے دن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”(ہفتہ کے ساتوں دنوں میں) سب سے بہتر دن جس پر سورج

طلوع ہوتا ہے جمعہ کا دن ہے۔ اس دن حضرت آدمؑ کی تخلیق ہوئی۔
اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا۔ اسی دن وہ جنت سے نکالے
گئے اور اسی دن قیامت واقع ہوگی۔'' (مسلم)

ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا:

''جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے یہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا دن
ہے۔ یہ عیدالفطر اور بقر عید سے بھی بڑا دن ہے۔ اس دن کو پانچ خصوصیات
حاصل ہیں۔ (۱) اللہ نے اس دن حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ (۲) اسی دن
انہیں زمین پر اتارا۔ (۳) اسی دن انہیں وفات دی۔ (۴) اس دن میں
ایک ایسی گھڑی ہے کہ بندہ اس گھڑی میں خدا سے جو بھی مانگے گا خدا
ضرور عطا کرے گا بشرطیکہ وہ ناجائز چیز نہ ہو۔ (۵) اسی دن قیامت آئے
گی۔ مقرب فرشتے، زمین، آسمان، ہوائیں، پہاڑ اور دریا سب کے سب
جمعہ کے دن ڈرتے ہیں (کہ کہیں قیامت نہ آ جائے)۔''

جمعہ کا بھرپور اہتمام کیجئے۔ اس دن غسل کیجئے۔ صاف ستھرے کپڑے پہنئے، خوشبو
لگایئے اور جامع مسجد جا کر نماز جمعہ ادا کیجیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص نے جمعہ کے دن غسل کیا اور اچھے کپڑے پہنے اگر خوشبو
میسر ہوئی تو خوشبو لگائی پھر جمعہ کی نماز کے لئے آیا۔ لوگوں کی
گردنیں پھاند کر آگے نہ گیا۔ حسبِ توفیق اس نے نوافل وسنن
پڑھے۔ امام کے آنے کے بعد سے نماز ختم ہونے تک خاموش رہا تو
اس جمعہ اور پچھلے والے جمعہ کے درمیان جتنے بھی گناہ اس نے کئے
تھے وہ معاف ہو جاتے ہیں۔'' (ابوداؤد)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا:

''جو شخص بلا ضرورت جمعہ کو چھوڑ دے تو اسے منافق لکھ دیا جاتا ہے
ایسی کتاب میں جس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی۔'' (ترمذی، نسائی)

آپؐ نے فرمایا:

''میں نے ارادہ کیا کہ کسی شخص کو نماز پڑھانے کے لئے مقرر
کروں اور جا کر ان لوگوں کے گھروں کو جلا دوں جو جمعہ چھوڑ کر

بیٹھے رہے ہیں۔" (مسلم، نسائی)

آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

"مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰی قَلْبِهٖ" (اصحاب سنن)

جو شخص تین نمازِ جمعہ کو سستی و لا پرواہی کی بنا پر چھوڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔"

جمعہ کی اذان ہوتے ہی اپنے کام کاج اور کاروبار بند کر دیجیے۔ خرید و فروخت سے ہاتھ کھینچ لیجئے۔ تمام مصروفیات کو چھوڑ کر جمعہ کی تیاری شروع کر دیجیے قرآن پاک میں فرمایا گیا:

يَـا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ۔ (الجمعہ)

"اے ایمان والو! جب نمازِ جمعہ کے لئے اذان دی جائے تو فوراً اللہ کے ذکر یعنی نماز کی طرف دوڑ و اور خرید و فروخت کو چھوڑ دو۔"

جمعہ کی نماز کے لئے جلدی سے جلدی مسجد پہنچئے اور اگلی صف میں جگہ لیجئے۔ پہلے پہنچنے والوں کو زیادہ اجر و ثواب ملتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا:

"جب جمعہ کا دن آتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر آکر کھڑے ہو جاتے ہیں اور یکے بعد دیگرے پہلے آنے والوں کے نام لکھ لیتے ہیں۔ جو سب سے پہلے آتا ہے اس کی مثال اللہ کی راہ میں اونٹ قربان کرنے والے کی ہے۔ اس کے بعد آنے والے کی مثال گائے قربان کرنے والے کی ہے۔ پھر جب امام خطبہ دینے ممبر پر آتا ہے تو یہ فرشتے اپنے دفتر سمیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے میں لگ جاتے ہیں۔"

خطبہ کو نہایت غور سے سنئے۔ خطبہ کے دوران بات چیت اور اشارہ کنایہ سے بھی پرہیز کیجئے۔ نہ کپڑوں سے کھیلئے نہ بدن کو کھجائیے۔ ہمہ تن گوش ہو کر خطبہ سنئے۔ اگر آپ کے پہلو میں بیٹھا ہوا کوئی شخص بات چیت کر رہا ہو تو اس کو روکنے کے لئے بھی زبان نہ کھولئے اس لئے کہ اس سے آپ کی توجہ بٹے گی۔ نبی کریمؐ نے فرمایا:

"جس نے جمعہ کے دن (خطبہ کے دوران) اپنے ساتھی سے کہا کہ خاموش رہو اس نے بھی زائد اور فضول بات کی۔" (ابوداؤد)

اگر آپ امام ہیں تو صرف روایتی خطبہ نہ دیجئے بلکہ حالات کے تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے مقتدیوں کو ضروری احکام اور اسلامی تعلیمات بتایئے۔ درپیش مسائل میں ان کی رہنمائی کیجئے۔ ایسا طاقتور خطبہ دیجئے کہ سامعین متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

> ''حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ جب خطبہ دیتے تھے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں۔ آواز بلند ہو جاتی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کسی لشکر سے ڈرا رہے ہیں کہ صبح کو حملہ ہونے والا ہے۔ شام کو حملہ ہونے والا ہے۔'' (مسلم)

علامہ ابن القیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں:

> ''آپؐ اپنے خطبہ میں اپنے اصحابؓ کو اسلام کے اصول وقواعد اور شرائع کی تعلیم دیتے تھے۔ اگر امر ونہی کا معاملہ ہوتا تو امر ونہی فرماتے تھے۔ پھر اس پر ایک طویل زمانہ گزر گیا نور نبوت لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہونے لگا۔ شرائع واحکام کی جگہ رسوم وعبادات نے لے لی۔ جن کو ان کے حقائق ومقاصد کی رعایت کے بغیر ادا کیا جانے لگا۔ لوگ صرف اس کی ظاہری صورت کی نگہداشت اور نوک وپلک درست کرنے میں لگ گئے۔ ان رسوم واشکال کو انہوں نے سنت کا درجہ دے دیا اور ان مقاصد سے دست کش ہو گئے جن سے ادنیٰ غفلت اور جن میں ادنیٰ تغیر جائز نہ تھا۔ انہوں نے اپنے خطبوں کو مقفیٰ اور علمِ بدیع سے آراستہ کیا اور مغز کی بات کم ہوتی چلی گئی۔ بلکہ بالکل ختم ہو گئی اور خطبہ کا اصل مقصد ہی فوت ہو گیا۔'' (زاد المعاد جلد ۱ بحوالہ ارکان اربعہ صفحہ ۷۶)

روایتی خطبہ نہ دیجئے جو بے جان اور بے روح ہو۔ حالات سے ہم آہنگ خطبہ دیجئے جس میں سامعین کے لئے پیغام بھی ہو اور رہنمائی بھی۔ افسوس کے آج کل خطبہ دینے والے کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اپنے خطبہ میں کیا کہہ رہا ہے۔ اس المیہ پر جتنا بھی ماتم کیا جائے کم ہے۔

خطبہ مختصر اور جامع دیجئے۔ رسول اللہؐ جمعہ کے دن کوئی طویل وعظ نہیں فرماتے تھے بلکہ مختصر کلمات کہتے۔

نمازِ جمعہ کے مسائل

نماز جمعہ صحیح ہونے کے لئے شرائط:

نمازِ جمعہ صحیح ہونے کے لئے پانچ شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) **مصر جامع:** یعنی شہر، قصبہ یا بڑا گاؤں ہونا چاہیے چھوٹے گاؤں میں نماز جمعہ جائز نہیں [۱]

(۲) **ظہر کا وقت ہونا:** نمازِ جمعہ نہ ظہر کے وقت سے پہلے جائز ہے اور نہ ظہر کے وقت کے بعد۔

(۳) **خطبہ:** نمازِ جمعہ سے پہلے خطبہ دیا جائے بغیر خطبہ کے نماز جمعہ صحیح نہیں۔

(۴) **جماعت:** نمازِ جمعہ میں امام کے علاوہ کم از کم تین مقتدی ہوں تب جمعہ کی نماز صحیح ہوگی ورنہ نہیں۔ [۲]

(۵) **اذن عام:** یعنی نماز جمعہ ایسی جگہ ادا کی جائے جہاں ہر شخص کو شریک ہونے کی اجازت ہو۔

نماز جمعہ واجب ہونے کے شرائط:

نماز جمعہ کسی شخص پر اس وقت واجب ہوتی ہے جب اس میں چھ شرطیں پائی جائیں۔

(۱) مرد ہونا، عورت پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔

---

[۱] امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ کے نزدیک چالیس ایسے آدمی ہونے چاہئیں جن پر نمازِ جمعہ فرض ہو۔

[۲] امام شافعیؒ کے نزدیک یہ تعداد چالیس ہے۔

(۲) آزاد ہونا، غلام پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔
(۳) بالغ ہونا، نابالغ پر نمازِ جمعہ واجب نہیں۔
(۴) عاقل ہونا، پاگل پر نماز جمعہ واجب نہیں۔
(۵) صحیح اور تندرست ہونا، بیمار، نابینا اور اپاہج وغیرہ پر نماز جمعہ واجب نہیں [۱]
(۶) مقیم ہونا، مسافر پر نماز جمعہ واجب نہیں۔

خطبہ کے آداب:

جب امام خطبہ کے لئے اٹھ کھڑا ہو تو کوئی نماز نہ پڑھی جائے توجہ سے امام کے پورے خطبہ کو سنا جائے۔

خطبہ کے دوران باتیں کرنا، نماز پڑھنا، کھانا، پینا ایسا کام جس سے خطبہ کے سننے میں خلل پڑتا ہو مکروہ تحریمی ہے۔

خطبہ کی زبان عربی کے علاوہ دوسری بھی ہوسکتی ہے [۲]

متفرق مسائل

جمعہ کی دو اذانیں ہیں اور ایک اقامت۔ ایک اذان وقت ہونے پر اور دوسری اذان جب امام خطبہ کے لئے منبر پر جائے [۳]

جمعہ کی نماز میں مستحب قرأت یہ ہے کہ۔

☆ پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری میں اذا جاءك المنافقون پڑھے۔

---

[۱] ائمہ اربعہ کے نزدیک اگر بیمار پیدل چل کر نہ آسکتا ہو بلکہ سواری سے آسکتا ہو تو آنا ضروری ہے۔ اگر اس کے پاس سواری نہ ہو یا وہ سواری کی اجرت ادا نہ کرسکتا ہو تو نمازِ جمعہ اس پر واجب نہیں۔ (فقہ السنہ جلد ا صفحہ ۱۵۲)

[۲] امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ عربی میں خطبہ ضروری قرار دیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اگر امام عربی جانتا ہو تو وہ عربی میں خطبہ دے ورنہ اپنی زبان میں دے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک اگر مقتدی عرب ہوں تو عربی میں ورنہ مقتدی کی زبان میں۔ مالکیہ کے نزدیک عرب ہو یا غیر عرب خطبہ عربی میں ہی میں ہونا چاہیے۔

[۳] اہل حدیث علماء کے نزدیک جمعہ کی ایک اذان ہے۔

یا پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری میں ھل اتاك حديث الغاشيه پڑھے۔
یا پہلی رکعت میں سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں هل اتاك حديث الغاشيه۔
جمعہ کے دن درج ذیل اعمال مستحب ہیں۔
(۱) غسل کرنا (۲) مسواک کرنا (۳) خوشبو لگانا (۴) مسجد میں جلدی جانا (۵) اچھے کپڑے پہننا (۶) کثرت سے درود پڑھنا (۷) صدقہ کرنا۔

☆ جن لوگوں پر نمازِ جمعہ واجب نہیں ہے جیسے مسافر، بیمار وغیرہ اگر وہ لوگ جمعہ کی نماز پڑھ لیں تو ان کی نماز ہو جائے گی اور انہیں ظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں۔
☆ جن لوگوں پر نماز جمعہ واجب نہیں ان لوگوں کے لئے ظہر کی نماز جماعت سے جائز نہیں بلکہ وہ الگ الگ پڑھیں۔
☆ خطبہ کی اذان خطیب کے سامنے ہونا چاہیے صف چاہے کوئی سی بھی ہو۔
☆ جو شخص خطبہ دے بہتر ہے کہ وہی شخص نماز پڑھائے لیکن اگر کوئی دوسرا شخص نماز پڑھادے تو جائز ہے۔
☆ اگر کسی نے جمعہ کی نماز کا کچھ بھی حصہ پالیا اس نے فرض کا ثواب پالیا۔
☆ اگر عید اور جمعہ ایک دن ہوں تو عید کی نماز کے علاوہ نماز جمعہ بھی فرض ہے۔
☆ اذان جمعہ کے بعد کاروبار وغیرہ کرنا جائز نہیں۔
☆ سنن ونوافل گھر پر پڑھنا افضل ہے۔
☆ نماز میں اگر مقتدی زیادہ ہوں تو امام کی تکبیریں مکبر کے ذریعہ یا لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ مقتدیوں تک پہنچانا جائز ہے۔
☆ پہلا خطبہ واجب اور دوسرا خطبہ سنت ہے۔[1]

---

[1] امام شافعیؒ کے نزدیک دونوں خطبے واجب ہیں۔

نمازِ تراویح

نمازِ تراویح:

نمازِ تراویح صرف رمضان المبارک میں پڑھی جاتی ہے۔ یہ مردوں اور عورتوں کے لئے سنتِ موکدہ ہے۔ حدیث میں نمازِ تراویح کی بڑی تاکید ہے۔ نمازِ تراویح نمازِ عشاء کے بعد اور نمازِ وتر سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور اس کا وقت صبح صادق سے پہلے تک رہتا ہے۔ وتر کے بعد بھی تراویح کی نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

نمازِ تراویح کا طریقہ:

نمازِ تراویح کی ۲۰ رکعات مسنون ہیں۔[1]

یہ بیس رکعتیں دو دو کر کے پڑھی جائیں۔ یعنی دس سلام کے ساتھ ادا کی جائیں۔ ہر چار رکعت کے بعد آرام کے لئے بیٹھنا مستحب ہے۔ اس کو ''ترویحہ'' کہتے ہیں۔ اسی کی جمع تراویح ہے۔ ترویحہ میں خاموش بھی بیٹھ سکتے ہیں اور ذکر و تسبیح بھی کر سکتے ہیں۔ پورے رمضان میں ایک قرآن ختم کرنا سنت ہے۔

---

[1] تراویح کی رکعات میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہؒ ۲۰ کے قائل ہیں امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک ۸ رکعات اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک غیر معین ہے۔ بعض دوسرے صحابہ اور تابعین سے ۱۶، ۲۴، ۳۴، اور ۴۰ رکعتوں (علاوہ وتر) کے بھی پڑھنے کی بھی روایت ملتی ہیں۔ (عمدۃ القاری، نیل الاوطار)

متفرق مسائل

☆ تراویح کی جماعت سنتِ کفایہ ہے اگر چند لوگوں نے جماعت سے ادا کرلی تو سب سے سنت کا مطالبہ ختم ہوگیا۔

☆ تراویح کی نماز اگر مسجد میں جماعت سے ہو تو پورا قرآن ختم کرنا چاہیے۔ اگرچہ مجبوری میں "الم تر" سے بھی جائز ہے۔

☆ وتر تراویح سے پہلے بھی پڑھے جاسکتے ہیں اور بعد میں بھی۔ لیکن بعد میں پڑھنا افضل ہے۔

☆ رمضان میں وتروں کا جماعت سے پڑھنا مستحب ہے۔

نمازِ عیدین

ہر قوم کے کچھ مخصوص تہوار ہوتے ہیں جن میں وہ خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ انسانی فطرت یہ چاہتی ہے کہ انسان کی زندگی میں کچھ ایسے مواقع ضرور آنے چاہئیں جب لوگ تمام غموں کو بھول کر خوشیاں منائیں۔ اچھے اچھے کپڑے پہنیں۔ قسم قسم کے مزیدار کھانے کھائیں۔ دعوت، میل ملاپ اور بے تکلفی کی محفلیں ہوں بھلا اسلام کیونکر انسانی فطرت کے اس تقاضہ کو نظر انداز کر سکتا تھا۔ اس نے اپنے ماننے والوں کو دو بے مثال تہوار عطا کئے۔

ایک رمضان المبارک کے بعد عید الفطر کے نام سے اور دوسرا ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عید الاضحیٰ کے نام سے۔ عید الفطر اس شکرانہ کے طور پر منائی جاتی ہے کہ اللہ نے رمضان کے جو روزے فرض کئے تھے الحمد للہ ہم نے نہایت اہتمام سے ان روزوں کو رکھ کر اپنا فرض ادا کیا۔ اس عید پر نماز پڑھنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرتے ہیں تاکہ ہمارے روزوں میں اگر کوئی کوتاہی ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی تلافی فرمادے نیز یہ کہ غریب اور پریشان حال لوگ بھی ہماری خوشی میں شریک ہو سکیں۔

نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ کے مسلمان دو دنوں میں خوشی مناتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

> ''یہ دو دن کیسے ہیں؟'' انہوں نے عرض کیا: ''ہم جاہلیت کے زمانے میں ان دو دنوں میں خوشیاں منایا کرتے تھے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں کے بدلہ میں تمہیں ان سے بہتر دو دن عطا کئے ہیں ایک عید الاضحیٰ اور دوسرے عید الفطر۔'' (ابوداؤد)

عیدین اور ان کی نماز کا اس طرح اہتمام کیجئے جس طرح اللہ کے رسولؐ اور آپؐ کے

اصحابؓ کرتے تھے۔ خوب اچھی طرح غسل کیجئے۔ مسواک کا بھی اہتمام کیجئے۔ اچھے سے اچھے کپڑے پہنئے۔ خوشبو میسر ہو تو ضرور لگایئے۔ نبی کریم ﷺ نے عید کے دن فرمایا:

"آج کے دن کو اللہ نے مسلمانوں کے لئے عید کا دن بنایا ہے۔ پس اچھی طرح غسل کرو۔ اگر خوشبو میسر ہو تو وہ بھی لگاؤ اور مسواک تو ضرور کرلیا کرو۔" (ابن ماجہ)

عید الفطر کے دن عید گاہ جانے سے پہلے کچھ میٹھا کھا لیجئے۔ البتہ عید الاضحیٰ کے دن نماز سے پہلے کچھ نہ کھایئے بلکہ قربانی کے گوشت کو اپنا پہلا نوالہ بنایئے۔ حضرت بریدہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن کچھ تناول کرنے کے بعد عید گاہ جاتے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز پڑھنے سے پہلے کچھ نہیں کھاتے تھے۔ (ترمذی)

عید الفطر کے دن نماز سے پہلے پہلے صدقہ فطر ادا کر دیجئے تاکہ ان لوگوں تک نماز سے پہلے رقم پہنچ جائے جو مساکین ضرورت منداور مستحقین ہیں تاکہ وہ بھی عید کا تہوار آپ کی طرح منا سکیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر غلام اور آزاد مرد اور عورت پر، ہر چھوٹے اور بڑے پر، صدقہ فطر ضروری قرار دیا ہے۔ ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو۔ آپؐ نے حکم دیا کہ یہ صدقہ فطر عید گاہ جانے سے پہلے ادا کر دیا جائے۔ (متفق علیہ)

نبی کریمؐ کے دور میں بنیادی طور پر دو ہی چیزوں کو خوراک کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ ایک کھجور دوسرے جو۔ اس لئے آپ نے ان دو چیزوں کا تذکرہ فرمایا۔ صدقہ فطر میں حساب لگا کر تمام اشیاء ضرور یہ دی جاسکتی ہیں۔

ایک صاع ہندوستان کے اکثر علماء کے نزدیک ساڑھے تین سیر کا ہوتا تھا۔

(معارف الحدیث جلد سوم، صفحہ ۴۰۸)

عید گاہ جاتے وقت اور آتے وقت یہ تکبیر کہتے رہئے۔

الله اكبر الله اكبر لااله الا الله والله اكبر الله اكبر ولله الحمد۔ "اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ ہی کے لئے تعریف ہے۔"

اس تکبیر کو تکبیر تشریق کہتے ہیں۔

ایام تشریق یعنی ۹ ذی الحجہ کی فجر سے ۱۳ ذی الحجہ کی عصر تک یہ تکبیر ہر فرض نماز کے بعد کہنا مسنون ہے۔ اس کا بھی اہتمام کیجئے۔

عیدگاہ ایک راستہ سے جائیے اور دوسرے راستہ سے واپس آیئے تا کہ دونوں راستوں پر رہنے والے لوگوں کے سامنے اسلامی شان وشوکت کا مظاہرہ ہوسکے اور آپ کی خوشی میں بھی اضافہ ہوسکے حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عید کے دن آنے جانے میں راستہ بدل دیتے تھے۔ (بخاری)

عیدین کی نماز پڑھنے میں تاخیر نہ کیجئے بلکہ اول وقت میں ادا کیجئے۔ ہندوستان میں بعض مقامات پر عیدین کی نماز تاخیر سے پڑھی جاتی ہے۔ یہ خلاف سنت ہے۔

حضرت جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمیں عید الفطر کی نماز ایسے وقت میں پڑھاتے تھے جب سورج دو نیزہ کے برابر بلند ہوتا تھا اور عید الاضحیٰ کی نماز ایسے وقت پڑھاتے تھے جب سورج ایک نیزہ بلند ہوتا تھا۔

نماز عید کو نہایت خشوع اور خضوع اور سکون و وقار سے ادا کیجئے نبی اکرمؐ عیدین کی نماز آبادی سے باہر ادا فرماتے تھے۔ ایک بار عید کے دن بارش ہوئی تو آپ نے لوگوں کو مسجد میں عید کی نماز پڑھائی۔

یہ یاد رکھئے کہ عیدین کی نماز میں نہ اذان کہی جاتی ہے اور نہ اقامت۔ اسی طرح عید کی نماز سے پہلے اور عید کی نماز کے بعد کوئی سنت ونفل نہیں۔ عید کی نماز میں زائد تکبیروں کا اہتمام کیجئے جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

نماز عیدین کی رکعات اور وقت

نماز عیدین میں دو رکعت چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھنا واجب ہے۔ نماز عیدین کا وقت سورج کی روشنی تیز ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ یعنی جب سورج اپنے مطلع سے ایک ہاتھ بلند ہوجائے اور زوال سے پہلے تک رہتا ہے۔[1]

---

[1] شافعیہ کے نزدیک سورج کے طلوع ہونے سے نماز کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ البتہ اس کا موخر کرنا مسنون ہے۔ مالکیہ کے نزدیک عیدین کی نماز کا اول وقت پڑھنا افضل ہے۔

نمازِ عیدین کا طریقہ

نمازِ عیدین کے لئے فرض نمازوں کی طرح اذان اور اقامت نہیں ہے۔ جب آدمی عید کی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو سب سے پہلے یہ نیت کرے کہ میں نمازِ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کی نماز چھ زائد[1] تکبیروں کے ساتھ اس امام کے پیچھے پڑھتا ہوں اور امام مقتدیوں کو نماز پڑھانے کی نیت کرے اس کے بعد تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ثنا پڑھے پھر امام کے ساتھ تکبیر کہتے ہوئے دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائے اور چھوڑ دے۔ پھر دوسری بار بھی اسی طرح کرے۔ تیسری بار ہاتھ چھوڑنے کے بجائے ہاتھ باندھ لے۔ اب امام تعوذ و تسمیہ آہستہ سے پڑھے اور سورہ فاتحہ یا دوسری سورت جہر سے پڑھے۔ اس دوران مقتدی خاموش کھڑا رہے پھر حسب معمول رکوع و سجدہ کر کے رکعت کو پورا کر کے دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے۔ امام آہستہ سے تسمیہ پڑھے اس کے بعد سورہ فاتحہ اور دوسری سورت جہر سے پڑھے۔ اس دوران مقتدی خاموش کھڑا رہے پھر امام کے ساتھ کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور چھوڑ دے۔ دوسری مرتبہ بھی ایسا کرے اور تیسری بار بھی ایسا کرے۔ چوتھی بار رکوع کے لئے تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے۔ چوتھی بار ہاتھ نہ اٹھائیں جائیں کیونکہ یہ تکبیر رکوع کے لئے ہوتی ہے۔ اس کے بعد امام قاعدے کے مطابق نماز کو مکمل کرے۔ نماز کے بعد امام خطبہ دے اور مقتدی خاموشی سے سنیں۔ عیدین میں بھی دو خطبے ہیں اور دونوں کے درمیان بیٹھنا سنت ہے۔

نمازِ عیدین کی مدت

عید الفطر کی نماز شوال کی پہلی تاریخ کو پڑھی جاتی ہے۔ اگر کسی وجہ سے پہلی تاریخ کو نہ پڑھی جا سکے تو دوسری شوال کو ضرور پڑھ لے۔ دوسری شوال کے بعد عید کی نماز نہیں ہوتی۔ عید الاضحیٰ کی نماز ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے بارہویں تاریخ تک پڑھ سکتے ہیں۔

---

[1] امام شافعیؒ کے نزدیک پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں زائد ہیں۔ یہ تکبیریں تکبیر تحریمہ کے علاوہ ہیں۔ امام احمدؒ بن حنبلؒ کے نزدیک تکبیر تحریمہ کے ساتھ پہلی رکعت میں سات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں ہیں۔

عید کے دن مسنون کام

☆ غسل کرنا، مسواک کرنا اور بدن کی صفائی ستھرائی کا اہتمام کرنا۔
☆ اپنے پاس موجود کپڑوں میں سے سب سے اچھا لباس پہننا۔
☆ خوشبو وغیرہ استعمال کرنا۔
☆ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔
☆ عیدالفطر میں نمازِ عید سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا اور عیدالاضحیٰ کے دن نمازِ عید سے پہلے کچھ نہ کھانا۔ بلکہ نماز کے بعد قربانی کا گوشت کھانا۔
☆ عیدالفطر کے دن عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ کر دینا۔
☆ عیدگاہ اول وقت جانا اور پیدل جانا۔
☆ عیدگاہ ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔
☆ عیدگاہ جاتے ہوئے عیدالفطر کے دن آہستہ سے اور عیدالاضحیٰ کے دن زور سے تکبیر تشریق پڑھنا۔
☆ نمازِ عید سے پہلے گھر یا عیدگاہ میں نفل نماز نہ پڑھنا۔
☆ نمازِ عید کے بعد عیدگاہ میں نفل نماز نہ پڑھنا۔

متفرق مسائل

☆ تکبیرِ تشریق ۹ رذی الحجہ کی فجر سے ۱۳ رذی الحجہ کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد مردوں کو زور سے اور خواتین کو آہستہ سے پڑھنی چاہیے۔
☆ زائد تکبیروں میں رفع یدین سنت ہے۔
☆ عید کا خطبہ مسنون ہے۔
☆ عیدگاہ میں خواتین کا جانا مکروہ[1] ہے۔

---

[1] دیگر ائمہ کے نزدیک ہے البتہ امام مالکؒ کے نزدیک عورتوں کا نہ جانا بہتر ہے۔

مسافر کی نماز

شریعت میں مسافر اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی ایسی جگہ کے سفر کا ارادہ کرے جو اس کی بستی سے ۴۸ میل دور ہو خواہ وہ سفر پیدل ہو یا سواری سے ۔ مسافر کو شریعت نے یہ اجازت دی ہے کہ وہ سفر میں قصر کرے ۔ قصر کا مطلب یہ ہے کہ چار رکعت والی فرض نمازوں میں صرف دو رکعت پڑھے ۔ یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں دو دو رکعت فرض پڑھے ۔ البتہ فجر، مغرب اور وتر کی نمازوں میں کوئی کمی نہ کرے ۔ مسافر کو سنتوں کے بارے میں بھی اختیار ہے، چاہے پڑھے یا نہ پڑھے ۔

قصر کی مدت

مسافر جب تک سفر میں رہے قصر کرتا رہے ۔ اگر مسافر کسی بستی میں پندرہ[1] دن یا اس سے زیادہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلے تو وہ مقیم ہو جاتا ہے اور قصر کی سہولت ختم ہو جاتی ہے ۔ اگر کوئی شخص کسی جگہ دس دن کے ارادہ سے ٹھہرتا ہے مگر دس دن بعد پھر دس دن کے لئے رک جاتا ہے اس طرح پندرہ دن سے زیادہ رکتا ہے تب بھی وہ قصر کرتا رہے گا ۔

امامت واقتداء

اگر مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو پوری نماز پڑھنی ہوگی اور اگر مسافر امام ہو تو قصر کر کے سلام پھیر دے مقتدی اپنی نماز پوری کرلیں ۔ لیکن بقیہ رکعتوں میں

---

[1] یہ امام اعظم کا مسلک ہے ۔ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک اگر آدمی چار دن ٹھہرنے کا ارادہ کرلے تو اس پر قصر ہے ۔ زیادہ پر نہیں ۔ بعض علماء کا مسلک یہ ہے کہ جب تک وہ سفر میں ہے قصر کرتا رہے گا ۔

مقتدی فاتحہ وسورت نہ پڑھیں۔

سواری پر نماز

دورانِ سفر کسی سواری پر نماز کا وقت آ گیا تو مسافر کو چاہیے کہ سواری پر ہی نماز پڑھ لے۔ خواہ بیٹھ کر پڑھے۔ نماز کا تحریمہ باندھتے وقت اپنا رخ قبلہ کی طرف کر لے اگر نماز کے درمیان سواری مثلاً ریل، ہوائی جہاز وغیرہ کے گھوم جانے سے قبلہ بدل جائے تو آدمی نماز ہی کے اندر گھوم کر اپنا رخ قبلہ کی طرف کر لے۔ اگر سواری کے گھومنے کا علم نہ ہو تو پھر اس کی ضرورت نہیں ہے۔

بیمار کی نماز

فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے۔ لیکن بیمار کے لئے درج ذیل صورتوں میں فرض نماز بیٹھ کر بھی پڑھنا جائز ہے۔

(۱) اگر بیمار میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو۔

(۲) بیمار کو کھڑے ہونے سے سخت تکلیف ہو۔

(۳) کھڑے ہو جانے سے بیماری کے بڑھنے کا اندیشہ ہو۔

(۴) کھڑے ہونے سے سر چکراتا ہو اور گرنے کا اندیشہ ہو۔

(۵) کھڑے ہونے کی طاقت ہو مگر رکوع اور سجدہ نہ کر سکتا ہو۔

اس طرح کی تمام صورتوں میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ بیٹھ کر نماز پڑھتے وقت رکوع کرنے کے لئے آدھا جھکے گا اور سجدہ عام نمازوں کی طرح کرے گا۔ اگر بیٹھ کر نماز پڑھنے والا شخص بیماری کی شدت سے رکوع وسجدہ نہ کر سکتا ہو تو سر جھکا کر اشارہ سے رکوع وسجدہ کرے گا۔ ایسا شخص سجدہ کے اشارہ کے لئے رکوع کے اشارہ سے زیادہ سر جھکائے گا۔

اگر بیمار میں بیٹھنے کی بھی سکت نہ ہو تو لیٹ کر نماز پڑھے۔ اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ مشرق کی طرف سر کر کے چت لیٹ جائے سر کے نیچے تکیہ رکھے تا کہ سر اونچا ہو کر قبلہ کی طرف ہو جائے اور دونوں پاؤں کو کھڑا کر لے۔ انہیں پھیلانا مناسب نہیں اگر پاؤں کو کھڑا نہ کر سکے تو پھیلانے میں کوئی حرج نہیں اور نیت باندھ کر نماز شروع کر دے۔ رکوع وسجدہ کے لئے سر جھکا کر اشارہ کرے۔ چت لیٹ کر نماز پڑھنا افضل ہے۔ لیکن اگر دائیں بائیں کروٹ لیٹ کر نماز پڑھنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے۔ البتہ سر اپنا قبلہ کی

طرف رکھے۔ اگر دائیں کروٹ لیٹنا ہو تو پیر جنوب کی طرف رکھے اور سر شمال کی طرف اور بائیں کروٹ لیٹا ہو تو پیر شمال کی طرف رکھے اور سر جنوب کی طرف۔ اس طرح لیٹنے سے سر خود بخود قبلہ کی طرف رہے گا۔ پھر اشارہ سے نماز پڑھے[1] اگر مریض اشارے سے بھی نماز نہ پڑھ سکتا ہو تو نماز کو موخر کرے۔ اگر ایک دن رات سے زیادہ مریض کی یہی حالت رہی تو اس کے لئے نماز معاف ہوگی۔ صحت یاب ہونے کی صورت میں اس کی قضا بھی ضروری نہیں لیکن اگر ایک دن رات کے اندر اس میں اتنی طاقت آ گئی کہ سر کے اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے، تو اس دوران کی قضا اس پر لازم ہوگی۔ یہ نمازیں پانچ سے کم ہوں گی۔

---

[1] شافعیہ، حنبلیہ اور مالکیہ کے نزدیک اگر آنکھ یا دل سے اشارہ کر سکتا ہو تو اس پر ان چیزوں سے اشارہ کر کے نماز پڑھنا ضروری ہے۔

جنازہ کی نماز

جب کوئی مسلمان مرجائے تو اس کا دوسرے لوگوں پر یہ حق ہے کہ لوگ اس کی نماز جنازہ اور تکفین وتدفین میں شریک ہوں اور اس کے لئے دعاواستغفار کریں۔ نمازِ جنازہ دراصل میت کے لئے دعائے مغفرت ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے کی احادیث میں بڑی تاکید آئی ہے۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتّٰى يُصَلّٰى عَلَيْهَا فَلَهٗ قِيْرَاطٌ وَمَنْ شَهِدَهَا حَتّٰى تُدْفَنَ فَلَهٗ قِيْرَاطَانِ قِيْلَ وَمَا الْقِيْرَاطَانِ قَالَ مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيْمَيْنِ۔

''جو شخص کسی جنازے میں نماز پڑھنے تک شریک رہے اسے ایک قیراط ثواب ملے گا۔ جو تدفین تک جنازہ میں شرکت کرے اسے دو قیراط ثواب ملے گا۔ آپ سے پوچھا گیا: ''دو قیراط کی مقدار کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''دو بڑے پہاڑوں کے برابر۔''

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔ یعنی اگر کچھ مسلمان جنازہ کی نماز پڑھ لیں تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گی اور اگر کوئی بھی نہ پڑھے تو سب گنہگار ہوں گے۔ نمازِ جنازہ میں زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کو شرکت کرنی چاہیے۔

نماز جنازہ کی شرطیں

نمازِ جنازہ کے لئے پانچ شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) میت کا مسلمان ہونا۔ (۲) میت کا پاک ہونا۔ (۳) میت کے کفن کا پاک

ہونا۔ (۴) میت کے ستر کا ڈھکا ہونا۔ (۵) جنازہ کا نمازی کے سامنے رکھا ہونا۔

یہ شرطیں میت سے متعلق ہیں نمازی سے متعلق ان تمام شرطوں کا ہونا ضروری ہے جو نماز کی شرائط میں گزر چکی ہیں۔

نماز جنازہ کے فرائض

(۱) چار مرتبہ "اللہ اکبر" کہنا[۱]

(۲) کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

نماز جنازہ کی سنتیں

(۱) اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا۔ (۲) نبی کریمؐ پر درود شریف بھیجنا۔ (۳) میت کے لئے دعا کرنا۔

نماز جنازہ کی ترکیب

جب جنازہ تیار ہو جائے تو اسے امام کے سامنے رکھا جائے۔ امام میت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو۔ امام کے پیچھے نمازی اپنی صفیں بنائیں۔ صفوں کی تعداد طاق رکھی جائے کم از کم تین صفیں بنائی جائیں۔ اس کے بعد نمازِ جنازہ کی نیت کریں۔ اللہ اکبر کہتے ہوئے عام نمازوں کی طرح ہاتھ باندھ کر ثنا پڑھیں۔ اس کے بعد تکبیر کہیں مگر ہاتھ نہ اٹھائیں اور درود شریف پڑھیں۔ پھر ہاتھ اٹھائے بغیر تیسری تکبیر کہیں اور میت کے لحاظ سے دعا پڑھیں۔ پھر بدستور ہاتھ باندھے ہوئے چوتھی تکبیر کہیں۔ اس کے بعد سلام پھیر دیں پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف۔ امام تکبیر و سلام کے الفاظ زور سے ادا کرے اور مقتدی آہستہ سے ادا کریں۔ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ پڑھنا مکروہ تحریمی[۲] ہے۔

---

[۱] امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک چار تکبیریں کہنا افضل ہے گوکہ پانچ پر بھی عمل کیا جا سکتا ہے۔ بعض ائمہ کے نزدیک سات اور نو تکبیریں بھی ہیں۔

[۲] یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے امام شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ کے نزدیک فرض ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے۔ حنفی علماء میں سے بعض بطور دعا سورہ فاتحہ پڑھنے کے قائل ہیں۔

نمازِ جنازہ کی دعائیں

اگر جنازہ بالغ مرد یا عورت کا ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَأَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

''اے اللہ ہم میں سے زندوں کی، مردوں کی، غائبوں کی، حاضروں کی چھوٹوں کی بڑوں کی، مردوں کی اور عورتوں کی مغفرت فرما۔ ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور جسے وفات دے اس کو ایمان کی حالت میں وفات دے۔''

اگر جنازہ نابالغ لڑکے کا ہو تو یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَمُشَفَّعًا۔

''اے خدا تو اس بچے کو ہماری نجات کے لئے آگے جانے والا بنا۔ اس کو تو ہمارے لئے باعثِ اجر اور ذخیرۂ ثواب بنا اور اس کو ہماری شفاعت کرنے والا بنا اور اس کی شفاعت قبول فرما۔''

اگر جنازہ نابالغ لڑکی کا ہو تو یہ دعا پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطًا وَاجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَذُخْرًا وَاجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَمُشَفَّعَةً۔

''اے اللہ تو اس بچی کو ہماری نجات کے لئے آگے جانے والی بنا۔ تو اس کو ہمارے لئے باعثِ اجر اور ذخیرۂ ثواب بنا۔ اس کو ہماری شفاعت کرنے والی بنا اور اس کی شفاعت کو قبول فرما۔

ان تینوں دعاؤں کے علاوہ نبی کریمؐ اور صحابۂ کرامؓ سے نمازِ جنازہ میں پڑھنے کے

لئے متعدد دعائیں ثابت ہیں۔

ہم ذیل میں پانچ دعائیں نقل کرتے ہیں جو نبیؐ سے ثابت ہیں۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جنازہ پر یہ دعا فرماتے سنا۔

اَنْتَ خَلَقْتَهَا وَاَنْتَ رَزَقْتَهَا وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا لِلْإِسْلَامِ وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا تَعْلَمُ سِرَّهَا وَعَلَانِيَتَهَا جِئْنَا شُفَعَاءَ فَاغْفِرْلَهَا۔ (ابوداؤد، بیہقی، احمد، نسائی)

''اے اللہ تو نے ہی اس میت کو پیدا کیا تو نے ہی اس کو رزق دیا تو نے ہی اسے اسلام کے راستہ کی ہدایت دی تو نے ہی اس کی روح قبض کی تو اس کے ظاہر و باطن سے باخبر ہے ہم تیرے حضور میں اس کی سفارش لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ پس تو اس کی مغفرت فرما۔''

(۲) حضرت واثلہ بن اسقعؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریمؐ کو میت کے لئے یہ دعا فرماتے ہوئے سنا ہے۔

أَلَا اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ، اَنْتَ اَهْلُ الْوَفَاءِ وَالْحَقِّ اَللّٰهُمَّ فَاغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ (احمد، ابن ماجہ، ابوداؤد)

''اے اللہ فلاں بن فلاں (یہاں آپؐ نے میت اور اس کے باپ کا نام لیا) تیرے سپرد ہے، تیری پناہ میں ہے۔ تو اسے قبر کی آزمائش اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔ تو اپنا وعدہ پورا کرنے والا اور حمد و ثنا کا مستحق ہے۔ اے اللہ اس کی بخشش فرما اور اس پر رحم کر

---

[1] ائمہ اربعہ کے نزدیک اگر میت عورت ہو تو ''ہٗ'' کے بجائے ''ھا'' کی ضمیر استعمال کی جائے گی اور اگر ایک مرد اور ایک عورت کی ہو تو ''ھُما'' کا اور اگر بہت سے مرد و عورتوں کو ہو تو ''ھُم'' اور اگر صرف بہت سی عورتوں کا ہو تو ''ھُنَّ'' کی ضمیر استعمال ہوگی۔ الفقه على المذاهب الاربعه۔

یقیناً تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔''

(۳) حضرت عوف بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ایک مرتبہ جنازہ کی نماز پڑھائی تو میں نے آپ کی دعاء جنازہ یاد رکھی آپؐ نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ[1] وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ فَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرْدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَابْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ[1] وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَنَجِّهٖ مِنَ النَّارِ وَقِهٖ عَذَابَ الْقَبْرِ[2]۔ (احمد، مسلم، نسائی، ابن ماجہ)

''اے اللہ اس کی مغفرت فرما اس کو اپنے دامن رحمت میں جگہ دے۔ اسے عافیت میں رکھ اور اس کو معاف فرما۔ اس کی عمدہ پذیرائی فرما اس کے ٹھکانے کو کشادہ کردے۔ اسے پانی برف اولہ سے غسل دے کر گناہوں سے اس طرح صاف کردے جس طرح تو کپڑے کو میل کچیل سے پاک وصاف کردیتا ہے۔ اس کے لئے دنیا کے گھر سے بہتر گھر دنیا کے رشتہ داروں سے بہتر رشتہ دار اور دنیا کے رفیق زندگی سے اچھا رفیق زندگی بدل دے۔ اسے جنت میں داخل فرما۔ اسے آگ سے نجات دے اور اسے قبر کے عذاب سے پناہ میں رکھ۔''

(۴) حضرت یزید بن رکانہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز جنازہ پڑھنے کے لئے کھڑے ہوتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ عَبْدُكَ وَابْنُ اُمَّتِكَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ

---

[1] اہل حدیث علماء کے نزدیک ہر حال میں دعا کا ان ہی الفاظ کے ساتھ پڑھنا مستحب ہے جو نبیؐ نے استعمال فرمائے ہیں خواہ میت مرد ہو یا عورت (نیل الاوطار)

[2] حنفیہ اور بعض دوسرے فقہا نے اس بات کی تصریح کی ہے اگر میت عورت ہو تو اس کے لئے دعا میں ''وزوجا خیرا من زوجھا'' کے الفاظ نہیں کہے جائیں گے۔

وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ وَيَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَصْبَحَ فَقِيْرًا اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَصْبَحْتَ غَنِيًّا عَنْ عَذَابِهٖ تَخَلّٰى مِنَ الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا اِنْ كَانَ زَكِيًّا فَزَكِّهٖ وَاِنْ كَانَ مُخْطِئًا فَاغْفِرْلَهٗ اَللّٰهُمَّ لَاتَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ وَلَاتُضِلَّنَا بَعْدَهٗ۔ (حاکم باسناد صحیح)

''اے اللہ یہ تیرا بندہ اور تیری بندی کا بیٹا ہے یہ اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں اور تیرا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمدؐ تیرے بندے اور رسول ہیں۔ یہ تیری رحمت کا محتاج ہے اور تو اس کے عذاب سے بے نیاز ہے یہ شخص دنیا اور دنیا والوں سے الگ ہوگیا ہے۔ اگر یہ پاک ہے تو اس کو پاک کر (یعنی پاکی کا اجر دے) اور اگر گنہگار ہے تو اس کی مغفرت فرمادے۔ اے اللہ اس کے ثواب سے ہمیں محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کر۔''

اگر جنازہ نابالغ بچہ کا ہو تو اس کے لئے دعا میں ان الفاظ کا کہنا مستحب ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا سَلَفًا وَفَرَطًا وَاَجْرًا۔

''اے اللہ اس بچے کو ہمارا ہراول بنا اسے ہمارے لئے باعث اجر بنا۔''

☆ میت کے سینہ کے مقابل امام کو کھڑا ہونا چاہیے خواہ مرد ہو یا عورت۔[1]

☆ جس میت کو بغیر نماز پڑھے دفنا دیا گیا ہو اس کی قبر پر تین دن کے اندر اندر نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔[2]

☆ اگر میت ایک سے زیادہ ہوں تو سب کے جنازے ایک ساتھ سامنے رکھ کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی الگ الگ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

---

[1] امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک یہ ہے کہ مرد ہو تو سینہ سے اوپر کی طرف اور عورت ہو تو سینہ سے نیچے کی طرف امام کو کھڑا ہونا چاہیے۔

[2] دوسرے فقہا کے نزدیک ایک ماہ تک اجازت ہے۔

متفرق مسائل

☆ نماز جنازہ کا مسجد میں پڑھنا مکروہ ہے۔[1]

☆ نماز جنازہ میں عورت شرط نہیں ہے۔

☆ کسی قریبی رشتہ دار کا نماز پڑھانا افضل ہے۔

☆ چھوٹے بچوں کو ہاتھوں پر لے جانا درست ہے۔

☆ معقول عذر کی بنا پر سواری سے میت کو لے جایا جا سکتا ہے۔

☆ جنازے کے پیچھے چلنا مستحب ہے۔

☆ خواتین کا جانا مکروہ ہے۔

☆ کسی میت کی نماز غائبانہ درست نہیں۔[2]

☆ جنازے کی نماز کے مفسدات بھی وہی ہیں جو دیگر نمازوں کے ہیں۔

☆ تیمم سے بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔

☆ نماز جنازہ کے بعد دفن میں تاخیر درست نہیں۔

☆ بڑی میت کو مسہری پر لیکن پیدل لے جانا چاہیے۔

☆ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا مستحب ہے۔

☆ بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے۔

☆ اگر بچہ پیدا ہونے سے پہلے شکم مادر میں مرجائے تو اس کی نمازِ جنازہ نہیں ہے۔ لیکن پیدائش کے وقت اگر اس میں زندگی کے آثار ہوں مثلاً وہ روئے یا حرکت کرے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

☆ جو شخص کفار سے لڑتے وقت شہید ہو جائے گا۔ نہ اسے غسل دیا جائے گا نہ کفن پہنایا جائے گا بلکہ ان کے خون آلود کپڑوں میں بغیر غسل دیئے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور دفن کر دیا جائے گا۔[3]

---

[1] امام شافعیؒ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ کا پڑھنا جائز ہے۔

[2] یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا ہے۔ امام شافعیؒ اور امام حنبلؒ کے نزدیک نمازِ غائبانہ درست ہے کیونکہ آپؐ نے نجاشی (حبشہ کے بادشاہ) کی نماز غائبانہ پڑھائی تھی۔

[3] یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک شہید کی نماز جنازہ بھی نہیں پڑھی جائے گی۔

سجدۂ تلاوت

سجدۂ تلاوت کا حکم:

قرآن پاک میں چودہ[1] آیات ایسی ہیں کہ ان کو پڑھنے یا سننے سے ایک سجدہ واجب ہو جاتا ہے۔[2] ان کو ''آیت سجدہ'' کہتے ہیں۔ ان آیات کو سننے یا پڑھنے سے جو سجدہ واجب ہوتا ہے اس کو ''سجدۂ تلاوت'' کہتے ہیں۔

قرآن مجید میں جہاں یہ آیات آئی ہیں وہاں حاشیہ پر اور آیت کے اوپر ''السجدۃ'' لکھا ہوتا ہے۔

سجدۂ تلاوت کے لئے ان تمام شرائط کا پورا کرنا ضروری ہے جن شرائط کا نماز کے لئے پورا کرنا ضروری ہے۔ یعنی کپڑے، بدن اور جگہ کا پاک ہونا، قبلہ کی طرف منہ ہونا، ستر کا ڈھکا ہونا، سجدہ کی نیت کرنا۔

سجدۂ تلاوت کا طریقہ:

اگر سجدۂ تلاوت نماز میں قرأت کرتے ہوئے آجائے تو آیتِ سجدہ پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے تین مرتبہ تسبیحِ سجدہ پڑھے اور اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اور باقی قرأت کر کے نماز پوری کرے۔

---

[1] امام شافعیؒ کے نزدیک بھی آیاتِ سجدہ چودہ ہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ سورہ حج میں دو آیاتِ سجدہ مانتے ہیں اور سورہ ص کی آیتِ سجدہ کو نہیں مانتے جبکہ امام ابوحنیفہؒ سورہ حج میں ایک آیتِ سجدہ مانتے ہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک کل گیارہ آیاتِ سجدہ ہیں (فقہ السنہ صفحہ ۲۱۲-۲۱۳)

[2] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سجدۂ تلاوت واجب ہے، دوسرے ائمہ کے نزدیک یہ سنت ہے۔

نماز سے باہر سجدہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ سجدہ کی نیت کرے اور کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اور تسبیح پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا کھڑا ہو جائے اگر کوئی شخص بیٹھ کر سجدہ کرلے تب بھی جائز ہے البتہ کھڑے ہو کر سجدہ کرنا بہتر ہے۔

آیاتِ سجدہ درجِ ذیل ہیں۔

۱۔	سورۂ اعراف آیت نمبر ۲۰۶	۸۔	سورہ علق آیت نمبر ۱۹
۲۔	سورہ نحل آیت نمبر ۴۹	۹۔	سورہ رعد آیت نمبر ۱۵
۳۔	سورہ مریم آیت نمبر ۵۸	۱۰۔	سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر ۱۰۷
۴۔	سورہ حج آیت نمبر ۷۷	۱۱۔	سورہ فرقان آیت نمبر ۶۰
۵۔	سورہ نمل آیت نمبر ۲۵	۱۲۔	سورہ سجدہ آیت نمبر ۱۵
۶۔	سورہ ص آیت نمبر ۲۴	۱۳۔	سورہ فصلت آیت نمبر ۳۷
۷۔	سورہ النجم آیت نمبر ۶۲	۱۴۔	سورہ انشقاق آیت نمبر ۲۱

متفرق مسائل

☆ ایک آیت ایک ہی مجلس میں کئی بار پڑھی تو ایک ہی سجدہ واجب ہے۔

☆ اگر ایک آیت کئی مجلسوں میں پڑھی تو جتنی مجلسوں میں پڑھی اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔

☆ اگر ایک مجلس میں کئی آیات پڑھی ہیں تو جتنی آیات پڑھی ہیں اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔

☆ آدمی جس وقت سجدہ کی آیت پڑھے اس کے لئے اسی وقت سجدہ کرنا بہتر ہے لیکن اگر اس وقت نہ کر سکے تو بعد میں کر لے لیکن زیادہ تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

☆ اگر آیت سجدہ نماز کے دوران پڑھی تو سجدہ اس نماز کے درمیان کرنا ضروری ہے۔ اگر اس نے نماز کے اندر سجدہ نہ کیا تو پھر نماز سے باہر سجدہ نہ کرے۔ ایسے شخص کو توبہ واستغفار کرنا چاہیے۔

☆ جن چیزوں سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ ان سے سجدۂ تلاوت بھی فاسد ہو جاتا ہے۔

☆ اگر امام سجدہ کی آیت پڑھے تو مقتدیوں پر بھی سجدہ واجب ہے۔ اور اگر مقتدی آیت سجدہ پڑھے تو نہ مقتدی پر سجدہ واجب ہے اور نہ امام پر۔

☆ اگر کوئی شخص قرأت یا تلاوت کرتے ہوئے سجدہ سے بچنے کے لئے آیت سجدہ چھوڑ دے اور آگے پیچھے سے پڑھ لے تو یہ گناہ کی بات ہے۔

سنن ونوافل کا اہتمام

فرض نمازوں کی پابندی کے ساتھ ساتھ نوافل کا اہتمام بھی کیجئے۔ خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے نوافل بڑا مؤثر ذریعہ ہیں۔

حضرت ابوفراس ربیعہ ابن کعب اسلمیؓ اہل صفہ میں سے تھے اور انہیں آنحضورﷺ کے خادم ہونے کا شرف حاصل تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں:

''میں شب میں رسول اللہؐ کے پاس حاضر رہتا تھا۔ آپؐ کے وضو اور دوسری ضروریات کا خیال رکھتا تھا۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا: ''کچھ مانگو'' میں نے عرض کیا: ''میں جنت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں''۔ آپ نے فرمایا: ''کیا اس کو چھوڑ کر اور اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگ سکتے؟'' میں نے عرض کیا: ''میں تو یہی چاہتا ہوں'' آپؐ نے فرمایا: ''کثرت سجود (یعنی زیادہ نوافل پڑھ کر) میری مدد کرو۔'' (مسلم)

حدیث قدسی میں آتا ہے:

''بندہ نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔ اس کا پیر ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ وہ مجھ سے جو بھی مانگتا ہے

میں اس کو ضرور دیتا ہوں۔ اگر وہ میری پناہ میں آنا چاہتا ہے۔ تو
میں لازماً اسے اپنی پناہ میں لے لیتا ہوں۔" (بخاری)

یعنی نوافل کے ذریعہ بندہ میرا بہت زیادہ قرب حاصل کرتا ہے اور یہ نوافل بندہ کو اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری کا ایسا عادی بنادیتی ہیں کہ بندہ کا ہاتھ پیر، آنکھ کان صرف خدا کی مرضی اور مشیت کے مطابق کام کرتے ہیں۔ پانچ فرض نمازوں سے پہلے یا بعد میں جو نوافل پڑھی جاتی ہیں ان کی حیثیت نمازوں کے لئے شہر پناہ اور قلعہ کی ہے۔ فرض نماز سے پہلے پڑھی جانے والی نوافل ذہن کو بارگاہ ایزدی میں حاضری کے لئے تیار کرتی ہیں تاکہ آدمی کو خدا اور ملاءِ اعلیٰ سے قرب وانس ہو جائے اور وہ دل ودماغ کو یکسو کر کے اپنے خدا کے حضور فرض نماز کا نذرانہ پیش کر سکے۔ فرض نماز کے بعد پڑھی جانے والی نوافل ان کوتاہیوں اور خامیوں کی تلافی کرتی ہیں جو فرض نماز میں رہ جاتی ہیں تاکہ کل خدا کے حضور جب فرض نمازوں کے بارے میں سوال کیا جائے تو وہ ادھوری نہ ہوں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندہ سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہی ہے۔ اگر وہ ٹھیک رہی تو بندہ کامیاب ہوا۔ اگر وہ خراب نکلی تو وہ نامراد رہا۔ اگر اس کے فرائض میں کچھ کمی نظر آئے گی تو اللہ فرمائے گا۔" دیکھو کیا میرے بندہ کے نامۂ اعمال میں کچھ نفل نمازیں ہیں؟ پھر اس سے فرائض کی کمی کو دور کیا جائے گا اور باقی اعمال کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوگا۔" (ترمذی، نسائی)

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ احادیث میں فرض نمازوں کے علاوہ باقی نمازوں کو نوافل قرار دیا گیا ہے۔ البتہ عرف عام میں ان نوافل کو "سنت" کہا جاتا ہے۔ جن کا پیارے نبیؐ نے اہتمام فرمایا اور ان کی ترغیب دیتے ہوئے تاکیدی الفاظ استعمال فرمائے۔ ان کے علاوہ باقی نمازوں کو "نفل" کہا جاتا ہے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آپؐ ظہر سے پہلے گھر میں چار رکعت پڑھتے تھے۔ پھر گھر سے باہر تشریف لے جاتے اور نمازِ فرض پڑھتے پھر واپس آکر دو رکعت

پڑھتے۔ مغرب کی نماز پڑھا کر گھر آتے اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ عشاء کی نماز پڑھا کر آتے تو دو رکعت پڑھتے نماز فجر سے پہلے بھی دو رکعت پڑھتے۔ (مسلم)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''جو شخص دن رات میں (فرضوں کے علاوہ) بارہ رکعت پڑھے گا اس کے لئے جنت میں ایک مکان تیار کیا جائے گا۔ چار رکعت ظہر سے پہلے اور دو رکعت بعد میں، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت فجر سے پہلے۔'' (ترمذی)

ان بارہ رکعتوں میں جنہیں عرف عام میں سنت کہا جاتا ہے سب سے افضل اور اہم سنت فجر کی دو رکعتیں ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

''فجر کی دو رکعتیں مت چھوڑو خواہ گھوڑے تم کو روند ڈالیں۔''

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''فجر کی دو سنتیں دنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔'' (ابوداؤد و مسلم)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض کے بعد کسی چیز کا اتنا اہتمام نہیں فرماتے تھے جتنا فجر کی ان دو رکعتوں کا۔ (متفق علیہ)

عشاء کے بعد اور طلوع فجر سے پہلے وتر کی نماز پڑھنا بھی ضروری ہے۔ اکثر ائمہ نے اسے ''سنتِ مؤکدہ'' قرار دیا ہے البتہ احناف اسے ''واجب'' قرار دیتے ہیں۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ نے تم کو ایک اور نماز کا عطیہ دیا ہے۔ وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔ وہ وتر کی نماز ہے اس کا وقت اللہ نے طلوع فجر تک رکھا ہے۔'' (ترمذی، ابوداؤد)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''وتر حق ہے۔ جس نے وتر کو ترک کر دیا وہ ہم میں سے نہیں'' آپ نے یہ بات تین بار ارشاد فرمائی۔'' (ابوداؤد)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد یا تہجد کے بعد وتر نماز پڑھتے اور سفر و حضر میں کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ جس شخص کو اپنے اوپر بھروسہ ہو کہ تہجد کے لئے بیدار ہو جائے گا تو اس کے لئے بہتر ہے کہ تہجد کے بعد وتر پڑھے اور جسے تہجد کے لئے بیدار ہونے کا یقین نہ ہو اسے چاہیے کہ عشاء کے بعد وتر پڑھ لے۔ علامہ ابن قیمؒ زاد المعاد میں تحریر فرماتے ہیں:

> ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں فجر کی سنتوں اور وتر کا تمام سنتوں سے زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ سفر میں آپؐ سے ان دو کے علاوہ کسی کا اتنا اہتمام مروی نہیں ہے۔“

مذکورہ بالا رکعتیں سنتِ مؤکدہ ہیں جن کا آپؐ اکثر اہتمام فرماتے تھے۔ ان کے علاوہ آپؐ سے درج ذیل نوافل کا پڑھنا بھی ثابت ہے۔ جنہیں آپؐ نے کبھی کبھار پڑھا ہے یا پڑھنے کی ترغیب دی ہے۔ عرف عام میں انہیں سنت غیر موکدہ یا نفل کہا جاتا ہے۔ ان کے پڑھنے پر ثواب اور نہ پڑھنے پر کوئی گرفت نہیں۔

(۱) ظہر کی دو سنتوں کے بعد دو رکعت۔

(۲) عصر سے پہلے چار رکعت

(۳) مغرب کے بعد چھ رکعت

(۴) عشاء کی دو سنتوں کے بعد دو رکعت

(۵) وتر کے بعد دو رکعت

سنتوں کی اہمیت اس پہلو سے بھی ہے کہ اگر سنت چھوٹ جائے تو آدمی ان کی قضا پڑھ کر ان کی تلافی نہیں کر سکتا کیونکہ سنتوں کی قضا نہیں جبکہ فرض نمازوں کی قضا کر کے ان کی تلافی ممکن ہے۔ فرض نمازوں سے پہلے یا بعد میں پڑھی جانے والی سنتوں اور نوافل کے بعد دوسرے اوقات اور حالات میں پڑھی جانے والی نوافل کا اگلے صفحات پر مختصراً بیان کیا جاتا ہے۔

نمازِ تہجد

''تہجد'' جسے قیامِ لیل بھی کہتے ہیں تزکیہ وتربیت اور تقرب الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ جب پوری دنیا گہری نیند سورہی ہو، ہر طرف خاموشی اور سکون طاری ہو۔ اس وقت بندۂ مومن اٹھ کر اپنے مولیٰ سے مناجات میں مصروف ہو۔ تنہائی میں اس کے سامنے گڑگڑائے۔ اپنے گناہوں کی معافی مانگے۔ عہدِ وفاداری کی تجدید کرے۔ رب ذوالجلال کے سامنے اس کی کبریائی اور اپنی بے بسی ظاہر کرے تو خدا پھر اس کی طرف متوجہ کیوں نہ ہوگا؟ اسے اپنی پناہ میں جگہ کیوں نہ دے گا؟ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر رات کو ہمارا رب جبکہ ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ کون ہے جو مجھ سے دعا کرے کہ میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے مانگے کہ میں اس کو دوں۔ کون ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے کہ میں اس کو بخش دوں۔

قرآن مجید میں تہجد پڑھنے کی بار بار ترغیب دی گئی ہے اور تہجد پڑھنے والوں کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ نبی کریمؐ کو مخاطب کرکے فرمایا گیا۔

وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَاماً مَحْمُوْداً۔ (بنی اسرائیل)

''اے نبی رات کے حصہ میں تہجد پڑھ لیا کیجئے۔ یہ حکم آپ کے لئے زائد ہے، امید رکھنا چاہیے کہ آپ کا رب آپ کو مقامِ محمود پر فائز کرے گا۔''

مقامِ محمود عالم آخرت میں ایک بلند مقام ہے جو تہجد پڑھنے کی وجہ سے پیارے نبیؐ

کو ملے گا جو امتی نماز تہجد پڑھیں گے انہیں بھی کسی نہ کسی درجہ میں مقام محمود میں آنحضور ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی تعریف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّداً وَّقِيَاماً (الفرقان)

''اللہ کے محبوب بندے وہ ہیں جو اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہوکر اور کھڑے ہوکر راتیں گزارتے ہیں۔''

دوسری جگہ ایسے بندوں کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفاً وَّطَمَعاً (السجدہ)

''جو نیند کا خاص وقت ہے اس وقت بھی ان کے پہلو اپنی خواب گاہوں سے الگ رہتے ہیں اور وہ اپنے رب کو پکارتے ہیں اس سے ڈرتے ہوئے اور اس سے لو لگائے ہوئے۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفر و حضر میں تہجد کی پابندی فرماتے چنانچہ بہت سے علماء کی رائے یہ ہے کہ تہجد کی نماز آپؐ پر فرض تھی۔ آپؐ بڑی پابندی سے تہجد کا اہتمام فرماتے۔ آپؐ کو تہجد کی نماز سے بڑا شغف اور لگاؤ تھا۔ آپؐ تہجد میں اتنا طویل قیام اور رکوع فرماتے کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا۔ عرض کیا گیا کہ اللہ نے تو آپؐ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردئے ہیں پھر اتنی زحمت کیوں فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' (متفق علیہ) حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے پوری رات ایک آیت میں گزار دی۔ (ترمذی)

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں آپؐ کچھ دیر سوتے پھر اٹھ کر کچھ دیر نماز میں مصروف ہوجاتے۔ پھر سو جاتے۔ پھر اٹھ بیٹھتے اور نماز ادا کرتے۔ غرض صبح تک یہی حالت قائم رہتی۔ روایتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کم از کم چار اور زیادہ سے زیادہ مع وتر کے تیرہ رکعات تہجد میں پڑھی ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ نے فرمایا:

''فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز وہ ہے جو رات کے درمیان میں پڑھی جائے (یعنی تہجد کی نماز)۔'' (مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''اللہ اس بندے پر رحم کرے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اور اپنی بیوی کو جگاتا ہے۔ وہ بھی نماز پڑھتی ہے۔ اگر وہ نہیں جاگتی تو اس کے منہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا مار کر اس کو جگاتا ہے اور اللہ اس بندی پر رحم کرے جو رات کو اٹھ کر نماز پڑھتی ہے اور اپنے شوہر کو جگاتی ہے اور وہ بھی نماز پڑھتا ہے۔ اگر وہ نہیں جاگتا تو اس کے منہ پر پانی کا ہلکا سا چھینٹا مار کر اس کو جگاتی ہے۔'' (ابوداؤد ونسائی)

نبی کریمؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''تم تہجد کی نماز ضرور پڑھا کرو یہ تم سے پہلے بھی نیک لوگوں کا شعار رہا ہے۔ یہ تمہارے رب سے قربت کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہ گناہوں کا کفارہ ہے۔ معصیت سے روکنے کا زبردست ہتھیار ہے۔''

صحابہ کرامؓ بھی تہجد کی نماز کا بڑا اہتمام کرتے تھے۔ شاہِ روم ہرقل اور اس کے ساتھیوں کے سامنے صحابہؓ کی جو پہچان بتائی گئی وہ یہی تھی یعنی رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار۔ ایک بار حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت ضرار بن ضمرہ سے حضرت علیؓ کی صفات کے بارے میں پوچھا۔ پہلے تو حضرت ضرار بن ضمرہ انکار کرتے رہے مگر امیر معاویہؓ کے اصرار پر انہوں نے حضرت علیؓ کی صفات بیان کیں۔ ان کی بہت سی صفات گنانے کے بعد فرمایا:

''میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رات گزر رہی ہے۔ تارے جھلملا رہے ہیں اور وہ اپنی داڑھی مٹھی میں دبائے مار گزیدہ کی طرح بے قرار اشک بار کہہ رہے ہیں'' اے دنیا! جا تو کسی اور کو دھوکا دے۔ تو مجھ سے لگاوٹ کر رہی ہے۔ افسوس! افسوس! میں نے تجھ کو تین طلاقیں دیں۔ تیری طرف میں رجوع نہیں کرسکتا۔ تیری عمر تھوڑی اور مقصد حقیر ہے۔ ہائے ہائے میرا سفر طویل ہے، راستہ وحشت ناک اور میرا زادِ سفر قلیل ہے۔'' (خلفاءِ رسولؐ)

نماز اشراق یا نمازِ چاشت

فجر اور ظہر کی نماز کے درمیان کافی وقفہ ہے۔ اس وقفہ میں کوئی نماز فرض نہیں کی گئی ہے۔ البتہ دو یا دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ان نوافل کو اگر سورج نکلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد پڑھا جائے تو اس کو ''اشراق'' کی نماز کہتے ہیں اور اگر انہیں سورج اچھی طرح بلند ہونے کے بعد پڑھا جائے تو انہیں ''صلوٰۃ الضحیٰ'' (چاشت) کی نماز کہا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ''حجة الله البالغه'' میں اس نماز کی حکمت بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ صلوٰۃ الضحیٰ کم سے کم دو رکعت ہے اور اس سے زیادہ نفع بخش چار رکعت اور اس سے بھی افضل آٹھ رکعت۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے دوست (حضرت محمدؐ) نے مجھے تین باتوں کی وصیت فرمائی ایک یہ کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھوں دوسرے یہ کہ چاشت کی دو رکعت نماز پڑھوں اور تیسرے یہ کہ سونے سے پہلے ہی وتر پڑھ لیا کروں۔ (مسلم)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''جس نے نماز چاشت کی پابندی کی اس کے سارے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں چاہے وہ اتنے زیادہ ہوں جتنے سمندر کے جھاگ۔'' (ترمذی)

حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کی بے پناہ نعمتوں کے پیش نظر تم میں سے ہر شخص کے جوڑ جوڑ پر صدقہ واجب ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ کہنا بھی صدقہ ہے۔ الحمد لله کہنا بھی صدقہ ہے۔ لا الٰہ الا الله کہنا بھی صدقہ ہے۔ اللہ اکبر کہنا بھی صدقہ ہے۔ کسی بھلائی کا حکم دینا بھی صدقہ ہے۔ کسی برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ اس شکر کی ادائیگی کے لئے یہ کافی ہے کہ آدمی چاشت کے وقت دو رکعت نماز پڑھے۔'' (مسلم)

صلوٰۃ التسبیح

''صلوٰۃ التسبیح'' کے معنی ہیں تسبیح والی نماز یعنی ایسی نماز جس میں کثرت سے تسبیح پڑھی جاتی ہے۔ اس نماز کی بڑی فضیلت ہے چنانچہ ہر دور میں امت کے نیک لوگ صلوٰۃ التسبیح کا اہتمام کرتے رہے ہیں۔ صلوٰۃ التسبیح کی فضیلت اور ترکیب درج ذیل حدیث سے واضح ہو جاتی ہے۔

نبی اکرمؐ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے فرمایا:

''اے میرے چچا عباس! کیا میں آپ کو عطیہ اور قیمتی تحفہ نہ دوں۔ کیا میں آپ کے ساتھ دس بھلائیاں نہ کروں؟ کیا میں آپ کو ایسا کام نہ بتاؤں جس کے کرنے سے اللہ آپ کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ اگلے بھی اور پچھلے بھی، پرانے بھی اور نئے بھی، انجانے میں کئے جانے والے اور جان بوجھ کر کئے جانے والے بھی، چھوٹے بھی اور بڑے بھی، چھپے ہوئے بھی اور کھلے ہوئے بھی ۔ وہ عمل یہ ہے کہ تم چار رکعت (نفل) پڑھو۔ جب تم سورہ فاتحہ اور اس کے ساتھ دوسری کوئی سورت پڑھ چکو تو قیام ہی کی حالت میں پندرہ دفعہ یہ تسبیح کہو۔''

"سبحان الله والحمد لله ولا اله الاالله والله اكبر۔"

''اللہ پاک ہے۔ ہر قسم کی تعریف وستائش اسی کے لئے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔''

پھر رکوع کرو اور رکوع میں بھی یہی تسبیح دس مرتبہ کہو۔ پھر رکوع سے کھڑے ہو جاؤ اور قومہ میں بھی یہ تسبیح دس مرتبہ کہو۔ پھر سجدہ میں چلے جاؤ، سجدہ میں بھی دس مرتبہ یہ تسبیح کہو۔ سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جاؤ اور یہی تسبیح دس مرتبہ کہو پھر دوسرے سجدہ میں بھی یہی تسبیح دس مرتبہ کہو پھر سجدہ سے اٹھ کر بیٹھ جاؤ۔ اسے جلسہ استراحت کہتے ہیں اس میں بھی دس مرتبہ یہی تسبیح پڑھو۔ اس طرح یہ پچھتر تسبیح ہو جائیں گی اسی طرح چاروں رکعت پوری کرو (تمہاری تسبیحوں کی کل تعداد تین سو ہو جائے گی) (اے چچا جان) اگر آپ سے ہو سکے تو ہر روز ایک بار یہ نماز پڑھ لیا کیجئے اگر روزانہ نہ پڑھ سکیں تو ہر جمعہ کو پڑھ لیا کیجئے۔ اگر ہر جمعہ کو ممکن نہ ہو تو سال میں ایک بار پڑھ لیا کیجئے اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو عمر میں ایک بار ضرور پڑھ لیجئے۔

پیارے نبی ﷺ نے عبداللہ بن عمروؓ کو صلوٰۃ التسبیح کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

''اگر دنیا میں تمہارے گناہ سب سے زیادہ ہوں گے تو بھی اللہ تعالیٰ اس نماز کے ذریعہ تمہاری مغفرت فرمادے گا۔'' (ابوداؤد)

نمازِ کسوف وخسوف

سورج اور چاند کو گہن لگے تو دو رکعت نفل نماز پڑھئے۔ اس نماز کو ''نماز کسوف'' کہتے ہیں۔ اگر سورج اور چاند کے گہن میں فرق کرنا ہو تو چاند میں گہن لگنے کو ''خسوف'' اور سورج میں گہن لگنے کو ''کسوف'' کہتے ہیں۔ اگر فرق مقصود نہ ہو تو دونوں کے لئے کسوف کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

جب سورج یا چاند گہن لگے تو توبہ واستغفار کیجئے۔ خدا کے سامنے تضرع وگریہ زاری کیجئے۔ صدقہ وخیرات کیجیے۔ ان اعمال کی برکت سے اللہ تعالیٰ مصائب وآفات کو دور فرما دیتا ہے۔

جب سورج کو گہن لگے تو مسجد میں جماعت سے نماز پڑھیے۔ البتہ اذان واقامت نہ کہیے۔ یہ سمجھنا غلط ہے کہ کسی بڑے واقعہ کی وجہ سے سورج یا چاند کو گہن لگتا ہے۔ نبی کریمؐ کے دور میں ایک بار سورج گہن ہوا اس روز اتفاق سے آپؐ کے شیر خوار صاحبزادہ حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تھا لوگوں نے کہنا شروع کیا: ''چونکہ محمد ﷺ کے صاحبزادے کا انتقال ہوا ہے اس لیے سورج کو گہن لگا ہے۔'' آپؐ کے علم میں آیا تو آپؐ نے لوگوں کو جمع کیا۔ دو رکعت نماز پڑھائی۔ اس میں طویل قرأت کی۔ ایک روایت کے مطابق پہلی رکعت میں سورۃ البقرۃ اور دوسری رکعت میں آل عمران تلاوت کی۔ رکوع اور سجدے بھی بہت طویل کیے۔ دوران نماز آپؐ نے نہایت عاجزی اور ابتہال کے ساتھ دعا بھی کی۔ اس کے بعد آپؐ نے خطبہ دیا جس میں خاص طور پر اس بات پر زور دیا کہ سورج اور چاند خدا کی دو بڑی نشانیاں ہیں۔ ان میں سے کسی کی موت

کی وجہ سے گہن نہیں لگتا۔ جب کبھی اس قسم کا واقعہ پیش آئے تو عاجزی کے ساتھ خدا کی طرف متوجہ ہوئے اس کی حمد و تسبیح کیجیے۔

گہن کے تفاوت کے پیش نظر نماز پڑھیے۔ یعنی جتنی دیر تک سورج یا چاند کو گہن لگا رہے آپ نماز اور دعا میں مصروف رہیے۔ جب سورج یا چاند پوری طرح صاف ہو جائے تو اپنی نمازوں اور دعا کو ختم کیجیے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کہتے ہیں:

> ''نبیؐ کے زمانہ میں ایک بار سورج کو گہن لگا۔ میں مدینہ کے باہر تیراندازی کر رہا تھا۔ میں تیروں کو پھینک کر رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ دیکھوں کہ آپؐ اس موقع پر کیا عمل کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ ہاتھ اٹھائے ہوئے خدا کی حمد و تسبیح اور تکبیر و تہلیل میں مصروف تھے۔ پھر آپ نے دو رکعت نماز پڑھی اس میں لمبی لمبی سورتیں پڑھیں اور اس وقت تک مشغول رہے جب تک سورج صاف نہ ہو گیا۔'' (مسلم)

صحابہ کرامؓ بھی سورج اور چاند گہن کی نماز پڑھتے تھے۔ ایک بار مدینہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور ایک موقع پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نمازِ کسوف پڑھانے کی روایات موجود ہیں۔

جن اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت ہے اگر ان اوقات میں سورج یا چاند کو گہن لگے مثلاً زوال یا طلوع و غروب کے وقت تو اس وقت نماز نہ پڑھیے اگر خواتین نمازِ کسوف میں شریک ہونا چاہیں تو انہیں بھی شرکت کا موقعہ دیجیے۔ بچوں کو بھی ترغیب دلایئے۔

نمازِ استخارہ

استخارہ کا مطلب ہے کوئی بھلائی یا خیر طلب کرنا۔ جب آپ کبھی کسی کام کا ارادہ کریں تو اللہ سے اس کام کے سلسلہ میں خیر طلب کریں اور یہ مشورہ کریں کہ آیا اس کام کا کرنا آپ کے حق میں بہتر ہے یا نہیں۔ اسی کا نام ''استخارہ'' ہے۔ استخارہ کے لئے دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے اور مخصوص دعا کی جاتی ہے۔ جب آپ خلوص کے ساتھ اللہ کے سامنے اپنی بے بسی ظاہر کرتے ہیں اور اپنے معاملہ کو اس کے حوالہ کر دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرتا۔ وہ آپ کی رہنمائی فرماتا ہے۔ کبھی تو خواب کے ذریعہ یہ رہنمائی ہوتی ہے اور کبھی دل اور ذہن اس کام کے لئے یکسو ہو جاتا ہے یا اس کام سے بالکل ہٹ جاتا ہے۔

استخارہ کرنے سے تذبذب و تردد اور شک کی کیفیت باقی رہے تو بار بار استخارہ کیجیے۔ جب تک کسی ایک طرف رجحان غالب نہ ہو جائے کام شروع نہ کیجیے۔ ان شاء اللہ اس طرح آپ کے کام میں خیر و برکت ہوگی اور خدا کی توفیق آپ کے شاملِ حال رہے گی۔

استخارہ کی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نفل نماز پڑھیے اور پھر یہ دعا پڑھیے:

''اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ، فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ، اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ ھٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْہُ لِیْ وَیَسِّرْہُ لِیْ ثُمَّ بَارِکْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ

كُنْتَ تَعْلَمُ اِنَّ هٰذَا الْاَمْرِ شَرٌّلِيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةُ اَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدُرْلِي الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِيْنِيْ بِهٖ۔"

''اے اللہ میں تیرے علم کے ذریعہ تجھ سے بھلائی کی رہنمائی چاہتا ہوں اور تیری قدرت کے ذریعہ طاقت چاہتا ہوں اور تیرے عظیم فضل کا خواستگار ہوں کیونکہ تو ہی قادر ہے اور میں بالکل قدرت نہیں رکھتا۔ تو جانتا ہے اور میں بالکل نہیں جانتا۔ تو تمام غیبوں کا جاننے والا ہے۔ اے اللہ اگر یہ کام تیرے علم میں میرے دین، میری دنیا اور میرے انجام کے اعتبار سے اچھا ہے تو اس کو میرے لئے مقدر کر دے اور آسان فرمادے۔ پھر میرے لئے اس میں برکت عطا فرما۔ اگر تیرے علم میں یہ کام دنیا و آخرت اور انجام کے اعتبار سے میرے حق میں برا ہے تو اسے مجھ سے دور رکھ اور مجھے اس سے دور رکھ۔ جہاں بھی اور جس کام میں بھی میرے لئے خیر اور بھلائی ہو اس کو میرے لئے مقدر فرما پھر مجھے مسرت و اطمینان عطا فرما۔''

یہ دُعا پڑھتے وقت ھذا الامر کی جگہ پیش نظر کام یا معاملہ کا نام لیجیے اور یقین رکھیے کہ اللہ آپ کی رہنمائی فرمائے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کے اصحاب اور صلحاء امت کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ ہر درپیش معاملہ میں استخارہ کیا کرتے تھے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ استخارہ کی تعلیم اس طرح دیتے تھے جیسے قرآن کی کسی سورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو کوئی معاملہ پیش آئے تو وہ دو رکعت نفل نماز پڑھے۔ اور (اوپر لکھی ہوئی) دعا پڑھیے۔ (بخاری)

رسول اکرم ﷺ نے حضرت انسؓ سے فرمایا:

''اے انس! جب تم کوئی کام کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے رب سے سات مرتبہ استخارہ کیا کرو۔'' (ابن سنی، اذکار نووی)

نمازِ استسقاء

"استسقاء" کے معنیٰ ہیں پانی طلب کرنا، جب قحط پڑ جائے اور بارش نہ ہو تو بارگاہ ایزدی میں بارش کے لئے دُعا کی جاتی ہے اور دو رکعت نماز پڑھی جاتی ہے۔ نماز استسقاء کی ترتیب وہی ہے جو نمازِ عیدین کی ہے۔ نماز سے فراغت کے بعد امام دو خطبے دیتا ہے۔ پہلا خطبہ دیتے ہوئے یا دعا کرتے وقت امام اپنی چادر کو پلٹ لیتا ہے۔ یعنی اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا حصہ اوپر۔ پلٹنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اے اللہ جس طرح میں نے یہ چادر پلٹی ہے تو بھی خشکی کے حالات کو اسی طرح پلٹ دے۔ خطبہ نمازِ استسقاء سے پہلے بھی دیا جاسکتا ہے۔[1]

یہ بات ذہن میں رکھیے کہ نمازِ استسقاء آبادی سے باہر جنگل میں پڑھیے اور بغیر چٹائی یا کپڑے کے پڑھیے۔ نہ غسل کیجیے، نہ اچھے کپڑے پہنیے، نہ خوشبو لگایئے بلکہ بے بسی و عاجزی ظاہر کرتے ہوئے پھٹے پرانے حال میں خدا کے حضور حاضر ہوئیے اور خلوص دل سے نماز پڑھیے اور یقین رکھیے کہ اللہ تعالیٰ ضرور بارانِ رحمت نازل فرمائے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ کی نمازِ استسقاء کی روایت جتنے صحابہؓ نے بھی کی ہے۔ سب نے نماز کے بعد تیز بارش ہونے کا ذکر کیا ہے۔ صلحاءِ امت کا مجموعی تجربہ بھی یہی رہا ہے کہ جب بھی قحط جیسی صورت پیدا ہوئی یا کافی دنوں تک بارش نہ ہوئی اور نماز استسقاء پڑھی

---

[1] نمازِ استسقاء کا طریقہ امام شافعیؒ، امام محمدؒ اور امام یوسفؒ کے نزدیک وہی ہے جو عیدین کا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک زائد تکبیرات کہنے یا نہ کہنے کا اختیار ہے۔ جمہور ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ نمازِ استسقاء عام نمازوں کی طرح پڑھی جائے گی۔ احناف، شوافع اور مالکیہ کے نزدیک نمازِ استسقاء کے بعد دو خطبے مسنون ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک استسقاء کے لئے نماز مسنون نہیں صرف دعا اور توبہ و استغفار مسنون ہے۔ شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک نماز استسقاء مسنون ہے۔ احناف میں سے امام محمدؒ، امام ابو یوسفؒ اور بہت سے ائمہ کے نزدیک نمازِ استسقاء مسنون ہے۔ احناف کا یہی قول راجح ہے۔

گئی تو اللہ کے فضل وکرم سے فوراً بارش ہوگئی۔ مولانا منظور نعمانی" اپنی زندگی میں تین مرتبہ نمازِ استقاء کا تجربہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ الحمد للہ تینوں دفعہ نماز کے ساتھ ہی اللہ نے بارش نازل فرمائی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار بارش کی شدید ضرورت تھی فصل تباہ ہورہی تھی۔ سہارنپور میں مولانا عطاء الرحمٰن وجدی نے نمازِ استقاء کا اعلان کیا۔ شہر سہارنپور سے باہر بڑی تعداد میں لوگوں نے نمازِ استقاء ادا کی۔ نماز ختم ہوتے ہی بادل اٹھے، تیز بارش ہوئی حالانکہ بعض علماء نے وجدی صاحب کے اعلان کے خلاف مہم چلائی تھی کہ نمازِ استقاء مشروع نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک بار لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر بارش ہونے اور سوکھا پڑ جانے کی شکایت کی۔ آپؐ نے اس جگہ نماز پڑھنے کا فیصلہ کیا جہاں عیدین کی نماز پڑھی جاتی ہے۔ ایک خاص دن اور وقت کا آپؐ نے اعلان فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے متعینہ دن طلوع آفتاب کے بعد نماز استقاء کے لئے نکلے۔ آپؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے جو پہلے سے آپ کے حکم سے رکھ دیا گیا تھا۔ آپؐ نے اللہ کی بڑائی اور حمد وثنا بیان کی اور فرمایا کہ تم لوگوں نے بارش نہ ہونے اور سوکھا پڑ جانے کی شکایت کی ہے۔ اللہ کا حکم ہے کہ اپنی ضرورت میں اس کو پکارو وہ تمہاری ضرور سنے گا۔ پھر آپؐ نے عرض کیا:

''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ،الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ،مٰالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ، لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، يَفْعَلُ مَايُرِيْدُ ،اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ، اَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ، اَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَاۤاَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَبَلَاغًا اِلٰى حِيْنٍ۔''

''تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ جو بہت رحم کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔ جو بدلہ کا دن کا مالک ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اے اللہ صرف تو ہی لائق بندگی ہے۔ تو بے نیاز ہے اور ہم سب تیرے محتاج ہیں۔ ہم پر بارش نازل فرما جو بارش تو نازل فرمائے اسے ہمارے

لئے طاقت کا اور کفایت کا ذریعہ بنا۔''

پھر آپؐ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور اتنے اوپر اٹھائے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آ گئی۔ پھر آپؐ نے اپنی چادر کو پلٹا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے۔ منبر سے نیچے اترے اور دو رکعت نماز پڑھائی اللہ نے اس وقت ایک بادل کو بھیجا جو گرجا اور چمکا پھر وہ اللہ کے حکم سے خوب برسا۔ ابھی آپ مسجد تک واپس نہیں آئے تھے کہ راستے اور نالے بھر کر بہہ نکلے۔ آپؐ نے دیکھا کہ لوگ بارش سے بچنے کے لئے سائبان وغیرہ کی طرف تیزی سے بھاگ رہے ہیں تو آپؐ کو ہنسی آ گئی یہاں تک کہ آپؐ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور میں اس کا بندہ اور اس کا رسولؐ ہوں۔'' (ابوداؤد)

استسقاء کی دعائیں:

پہلی دعا تو وہ ہے جو اوپر گزر چکی ہے پیارے نبیؐ سے ذیل کی دعائیں بھی منقول ہیں۔

''اَللّٰھُمَّ اسْقِنَا غَیْثًا مُغِیْثًا مَرِیْئًا نَافِعًا غَیْرَ ضَارٍ عَاجِلًا غَیْرَ آجِلٍ۔'' (ابوداؤد)

''اے اللہ تو ہمارے اوپر ایسی بارش برسا دے جو فریاد کو پہنچنے والی ہو جو بہت شادابی وارزانی کرنے والی، نفع دینے والی، نقصان نہ دینے والی، جلدی برسنے والی دیر نہ کرنے والی ہو۔''

''اَللّٰھُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَاَحْیِ بَلَدَكَ الْمَیِّتَ۔'' (ابوداؤد)

''اے اللہ تو اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر اور اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنی مردہ زمین کو زندہ کر دے۔''

نمازِ توبہ

بندۂ مومن گناہوں سے دور رہتا ہے۔ وہ ہر آن خدا کی فرمانبرداری کرتا اور اس کی معصیت سے بچتا ہے۔ اگر شیطان یا نفس کے بہکانے سے کوئی چھوٹا یا بڑا گناہ ہو جاتا ہے تو اس پر پشیمان ہوتا ہے۔ خدا کے حضور گڑگڑاتا ہے۔ اس سے توبہ واستغفار کرتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ واستغفار کا یہ طریقہ بتایا ہے کہ آدمی دو رکعت نماز پڑھے اور پھر خدا سے توبہ واستغفار کرے۔

حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علی وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اگر کسی شخص سے گناہ ہو جائے تو وہ اچھی طرح وضو کرے، پھر نماز پڑھے، پھر اللہ سے معافی اور مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیتا ہے۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ

(آل عمران، آیت نمبر ۱۳۵۔۱۳۶)

''اللہ کے نیک بندے وہ ہیں کہ جب ان سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے یا اپنے اوپر زیادتی کر بیٹھتے ہیں تو وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اس سے

اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں۔ اللہ کے علاوہ کون گناہوں کو معاف کرسکتا ہے۔ جان بوجھ کر وہ اپنے کئے پر اڑے نہیں رہتے۔ ایسے ہی لوگوں کی جزا یہ ہے کہ خدا کی جانب سے ان کی مغفرت ہوتی ہے اور انہیں ایسی جنتیں ملیں گی جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ عمل کرنے والوں کا کیا خوب بدلہ ہے۔"

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَتُوۡبُ اِلَیۡكَ لَااَرۡجِعُ اِلَیۡھَا اَبَدًااَللّٰھُمَّ مَغۡفِرَتُكَ اَوۡسَعُ مِنۡ ذُنُوۡبِیۡ وَرَحۡمَتُكَ اَرۡجٰی عِنۡدِیۡ مِنۡ عَمَلِیۡ -
(مستدرک حصین)

"اے اللہ میں اس گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ میں دوبارہ کبھی اس گناہ کو نہیں کروں گا۔ اے اللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ مجھے اپنے گناہ کے مقابلے تیری رحمت سے زیادہ امید ہے۔"

نمازِ توبہ پڑھنے کے بعد جب آپ مذکورہ دعا پڑھیں تو دل میں پشیمانی کے ساتھ یہ پختہ ارادہ کرلیں کہ آئندہ یہ غلطی نہیں کریں گے ورنہ آپ کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر گناہ اللہ کے حقوق سے متعلق ہو تو توبہ قبول ہونے کے لئے تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) آدمی اپنے کئے پر شرمسار اور پشیمان ہو۔

(۲) اللہ سے مغفرت طلب کرے۔

(۳) آئندہ وہ گناہ نہ کرنے کا عزم اور پختہ ارادہ کرے۔

اگر گناہ بندوں کے حقوق سے متعلق ہو تو مذکورہ تینوں شرطوں کے ساتھ چوتھی شرط یہ بھی ہے کہ اس گناہ کی تلافی کی جائے یعنی اگر کسی انسان کا مال چرایا ہے تو وہ واپس کیا جائے۔ اگر کسی کی غیبت کی ہے تو اس سے معافی مانگی جائے۔

نمازِ حاجت

اگر آپ کو کوئی ضرورت پیش آئے یا آپ کسی پریشانی یا مصیبت کا شکار ہوں تو بارگاہِ الٰہی میں اپنی درخواست پیش کیجیے۔ اللہ ہی تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والا، ہر کسی کی بگڑی کو بنانے والا، ہر شخص کی سننے والا ہے۔ اس لئے ہر چھوٹی بڑی ضرورت اسی کے حضور پیش کیجیے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر تمہیں اپنے جوتے کے لئے تسمے (فیتے) کی ضرورت ہے تو وہ بھی اللہ سے مانگو اور ایک حدیث میں اللہ کے رسولؐ نے فرمایا: اگر تمہیں ہانڈی کے لئے نمک کی ضرورت ہو تو بھی اسی سے مطالبہ کرو۔ اگر انسان سے کوئی کام ہو تو تب بھی خدا سے ضرور مانگئے اس لئے کہ اللہ کی مرضی اور مشیت کے بغیر پتہ بھی نہیں ہل سکتا۔ آپ کے رجوع الی اللہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس بندہ کے دل میں بھی نرم گوشہ پیدا کر سکتا ہے جس بندہ سے آپ کی ضرورت وابستہ ہے۔ اس لئے ہر ضرورت کو خدا کے حضور پیش کیجیے اور اس طریقہ سے پیش کیجیے جو اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا طریقہ ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''جس شخص کو کوئی ضرورت ہو وہ ضرورت خدا سے متعلق ہو یا بندہ سے متعلق ہو تو اس کو چاہیے کہ وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر اللہ کے حمد و ثنا بیان کرے اور نبی اکرمؐ پر درود و سلام بھیجے اور پھر یوں کہے۔''

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَسْئَلُكَ مُوْجِبَاتِ

رَحْمَتِكَ وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَالْغَنِيْمَةَ مِنْ كُلِّ بِرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ اِثْمٍ لَاتَدَعْ لِیْ ذَنْبًا اِلَّا غَفَرْتَهٗ وَلَاهَمًّا اِلَّا فَرَّجْتَهٗ وَلَاحَاجَةً هِیَ لَكَ رِضًا اِلَّا قَضَيْتَهَا يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ (ترمذی ابن ماجہ)

''اللہ کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں وہ بڑا بردبار اور کریم ہے۔ اللہ کی ذات پاک ہے۔ وہ عرش عظیم کا بھی مالک ہے۔ ہر قسم کی حمد وستائش اللہ کے لئے ہے۔ جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تیری رحمت کو واجب کرنے والی اور تیری مغفرت کو یقینی بنانے والی چیزوں کا۔ میں سوال کرتا ہوں ہر نیکی سے فائدہ اٹھانے اور ہر گناہ سے حفاظت کا۔ اے اللہ! میرا ایک گناہ بھی ایسا نہ رکھ جسے تو نے بخش نہ دیا ہو۔ میری ایک ایسی پریشانی بھی نہ رہے جسے تو دور نہ فرمادے۔ میری ہر ضرورت جو تیری رضا کے مطابق ہو پورا فرمادے۔ اے اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔'' (تمام مہربانوں سے بڑا مہربان۔)

یقین رکھئے کہ اللہ آپ کی دعا ضرور قبول کرے گا اور آپ کی پریشانیوں کو ضرور دور کرے گا۔ آپ کی ہر ضرورت اس کے در سے پوری ہوسکتی ہے۔ اس لئے ہر ضرورت کے لئے صرف اسی کے آگے ہاتھ پھیلایئے۔ اسی سے لو لگایئے۔ اسی کے سامنے گڑگڑایئے، اسی کے سامنے دامن پساریئے۔ تمام دروں سے کٹ کر اس کے در پر جھکتے رہیے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

(اقبال)

دعا کی فضیلت

انس وجن کی پیدائش کا مقصد اللہ کی عبادت وعبدیت ہے۔ انسان کی فطرت میں یہ جذبہ ودیعت کیا گیا ہے کہ وہ کسی بالاتر ہستی کے سامنے تضرع وعاجزی ظاہر کرے، اپنی ضرورت پیش کرے، مصیبت وآزمائش میں اس کی مدد طلب کرے، آڑے وقت میں اس کے سامنے گڑگڑائے۔ نظام عبادت کی اصل روح بھی یہی ہے اور عبادت کا مقصود ومنتہا بھی یہی ہے کہ آدمی کا تعلق اللہ سے اس قدر مضبوط ہوجائے کہ زندگی کے ہر مرحلہ اور اس رواں دواں سفر کے ہر قدم اور دنیا کی بھیڑ بھاڑ اور بے پناہ مصروفیتوں میں وہ ایک لمحہ کے لیے بھی خدا کو نہ بھول سکے۔ اس کا ہر عمل خدا کی مرضی کے مطابق اور ہر قدم منزلِ عبدیت کی طرف گامزن ہو۔ اس کے تمام امورِ زندگی خدا کے حکم کے مطابق انجام پائیں اور اس کی تمام سرگرمیوں کا محور ومرکز اللہ کی خوشنودی ورضا ہو۔ وہ جیئے تو صرف خدا کے لیے۔ اسے موت آئے تو صرف خدا کے لیے۔ اس کے ہاتھ اٹھیں تو صرف خدا کے سامنے۔ وہ لو لگائے تو صرف اللہ سے۔ وہ جبینِ نیاز خم کرے تو صرف خدا کے حضور۔ غرض کہ اس کی زندگی خدا کی عبدیت کا جیتا جاگتا ثبوت ہو۔ آپ جانتے ہیں کہ عبدیت کا اعلیٰ ترین مقام دعا ہے۔

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (ترمذی)

''دعا عبادت کا اصل جوہر اور مغز ہے۔''

حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''دعا عین عبادت ہے۔'' (ابوداؤد و ترمذی)

واقعہ یہ ہے کہ دعا کی حقیقت اللہ کے حضور اپنی عاجزی و بے بسی اور بندگی و محتاجی کا اظہار ہے اور دعا کا جزوکل، اول و آخر اور ظاہر و باطن یہی ہے اس لیے دعا عین عبادت اور مغزِ عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب عمل دعا ہی ہے اور اللہ اس بندہ کو پسند نہیں کرتا جو اللہ کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کرتا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ کے نزدیک دعا سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے۔''

(ترمذی)

آپ ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''جو خدا سے نہ مانگے تو خدا اس پر ناراض ہوتا ہے۔'' (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت سے ترمذی نے آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا ہے جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

وہ شخص بہت خوش نصیب ہے جس کے دل میں دعا کرنے اور خدا سے مانگنے کا جذبہ پیدا ہو جائے اور اس شخص کی بدنصیبی و شقاوت پر ماتم کے سوا اور کیا جا سکتا ہے جسے کبھی خدا سے مانگنے، اس کے سامنے گڑگڑانے کی توفیق نصیب نہ ہو، اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے لیے دعا کے دروازے کھول دے۔ (آمین)

دعا کے آداب

جب آپ خدا سے دعا کریں تو براہِ راست اپنا مدعا بیان نہ کر ڈالیے بلکہ پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کیجیے۔ رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام بھیجئے پھر نہایت عاجزی کے ساتھ بارگاہِ ایزدی میں اپنی درخواست اور مدعا پیش کیجیے۔ حضرت فضالہ بن عبیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں دعا کرتے ہوئے سنا کہ نہ اس نے خدا کی حمد کی اور نہ ہی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا۔ آپؐ نے فرمایا: ''اس شخص نے بڑی جلد بازی کی'' پھر آپؐ نے اس کو بلایا اور فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو پہلے اپنے رب کی حمد وثنا کرے پھر نبی ﷺ پر درود بھیجے اور پھر جو چاہے دعا کرے۔

اللہ سے جو مانگنا ہو ہاتھ اٹھا کر مانگئے۔ سائل اور ضرورت مند کی طرح اس کے سامنے ہاتھ پھیلایئے۔ دعا کے اختتام پر پھیلے ہوئے ہاتھوں کو چہرہ پر پھیر لیجیے اور یقین رکھیے کہ یہ پھیلے ہوئے ہاتھ خدا کی رحمت وبرکت سے بھر گئے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا معمول تھا کہ جب آپ دعا کرتے تو ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے اور اختتام پر اپنے ہاتھ چہرۂ مبارک پر پھیر لیتے (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ سے مانگو تو ہاتھ اس طرح اٹھاؤ کہ ہتھیلیوں کا رخ سامنے ہو۔
ہاتھ الٹا کر کے نہ مانگو جب دعا کر چکو تو اپنے ہاتھوں کو چہرہ پر پھیر لو۔''

(ابوداؤد)

دعا نہایت توجہ وانہماک کے ساتھ کیجیے۔ دنیا ومافیہا سے کٹ کر یکسوئی کے ساتھ

اللہ کے حضور اپنی التجا رکھیے۔ تمام قوتوں کو سمیٹ کر اس کی بارگاہ میں جبینِ نیاز جھکائیے تمام دروں اور آستانوں کو ٹھکرا کر اس کی چوکھٹ پر اپنی پیشانی کو رگڑیئے۔ ہر قسم کے خیالات وتصورات سے دل ودماغ کو فارغ کر کے اس کے سامنے دستِ سوال دراز کیجیے۔ غفلت ولاپروائی، بے دلی وبے توجہی اور تذبذب وبے یقینی کے ساتھ کوئی دعا نہ کیجیے۔ دعا یقینِ محکم اور اس عزمِ مصمم کے ساتھ کیجیے کہ آپ کی دعا اللہ ضرور قبول کرے گا۔ قبولیتِ دعا میں کوئی شک وشبہ نہ کیجیے نہ ہی دعا میں شک وشبہ کے الفاظ استعمال کیجیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب تم اللہ سے دعا کرو تو اس یقین کے ساتھ کرو کہ وہ ضرور قبول فرمائے گا اور جان لو کہ اللہ اس دعا کو قبول نہیں فرماتا جو بے دلی اور لاپرواہی کے ساتھ کی جائے۔'' (ترمذی)

اگر قبولیتِ دعا کے آثار ظاہر نہ ہوں تو مایوس نہ ہوئیے۔ امید کا دامن تھامے رہیے اور خدا سے مسلسل دعا کرتے رہیے۔ قبولیتِ دعا میں دیر سویر ہو سکتی ہے۔ یاد رکھیے قبولیتِ دعا کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔

(۱) دعا ہو بہو قبول کر لی جائے یعنی جس مدعا کے لیے آپ دعا کر رہے ہیں وہ مدعا جوں کا توں پورا کر دیا جائے۔

(۲) جو چیز آپ طلب کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بہتر چیز آپ کو عطا فرمائے مثلاً آپ کوئی نعمت طلب کریں تو اللہ تعالیٰ وہ نعمت نہ دے کر اس سے بڑی نعمت آپ کو عطا فرمائے یا آپ کسی مصیبت سے چھٹکارے کی دعا کریں مگر اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے چھٹکارا نہ دے کر اس سے بڑی مصیبت سے نجات دے دے جو مستقبل میں پیش آنے والی ہے۔

(۳) قبولیتِ دعا کی تیسری صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے بے پناہ محبت رکھتا ہے اور وہ اس دنیا میں آپ کو دعا کا ثمرہ نہ دے کر آخرت میں اس کے بدلہ بہت زیادہ نیکیاں دینا چاہتا ہے چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ ایک بندہ جب اپنا نامۂ اعمال دیکھے گا تو

کہے گا کہ اس میں تو ایسی بہت سی نیکیاں بھی درج ہیں جو میں نے نہیں کی تھیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ تو نے جو فلاں فلاں دعا مانگی تھی یہ ان سب کا بدلہ ہے۔

مختصر یہ کہ قبولیتِ دعا کا اثر اگر ظاہر نہ ہو تو مایوس ہو کر دعا کرنا نہ چھوڑیے، یقین رکھیے کہ اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور آپ کی دعا قبول کرے گا۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے ہر ایک کی دعا اس وقت تک قابلِ قبول ہوتی ہے جب تک وہ جلد بازی نہ کرے (جلد بازی یہ کہ وہ کہنے لگے کہ میں نے دعا کی مگر قبول نہیں ہوئی۔)

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو مسلم بندہ کوئی دعا کرتا ہے جس میں کسی گناہ یا قطع رحمی کی بات نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو تین چیزوں میں سے ایک چیز ضرور عطا کرتا ہے (۱) اس نے جو مانگا ہے وہ جلد ہی اس کو دے دیا جاتا ہے (۲) اس کی دعا کو آخرت کے لیے ذخیرہ بنا دیا جاتا ہے (۳) آنے والی کوئی مصیبت اس سے پھیر دی جاتی ہے۔ یہ سن کر صحابہ کرامؓ نے عرض کیا تب تو ہم بہت زیادہ دعا کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا اللہ اس سے زیادہ دینے والا ہے۔'' (احمد)

قبولیتِ دعا کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ اس کے حضور آپ کسی وقت بھی دستِ سوال دراز کر سکتے ہیں مگر کچھ اوقات ایسے بھی ہیں جنہیں قبولیتِ دعا کے ساتھ خاص تعلق ہے اور اللہ تعالیٰ ان اوقات میں کی گئی دعاؤں کو خصوصیت سے قبول فرماتا ہے۔

دعا کیجیے تو قبولیتِ دعا کے تمام شرائط و آداب کی تکمیل کیجیے۔ ایسے بندہ کی دعا اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا جو نہایت گڑگڑا کر دعا کرے مگر اس کا ذریعۂ معاش حرام ہو۔ حرام غذا سے پرورش پانے والے جسم کے لیے جہنم زیادہ سزاوار ہے۔ اسے رب العالمین کے تقرب سے کیا واسطہ، ایسے بندہ سے اللہ کی رحمت کوسوں دور رہتی ہے اس لیے ایسی روزی سے پرہیز کیجیے جس کی وجہ سے ہر عبادت بے روح، ہر دعا ناقابلِ قبول، ہر نیکی

بے اثر ہو جاتی ہے۔

دوسروں سے اپنے لیے بھی دعا کی درخواست کیجیے۔ حتیٰ کہ اپنے چھوٹوں سے بھی درخواست کرنے سے گریز نہ کیجیے خصوصاً اس وقت جب کہ وہ کسی مقبول عمل یا مقدس مقام کے لیے روانہ ہوں۔ حضرت عمر بن خطابؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں نے نبی کریم ﷺ سے عمرہ کے لیے اجازت چاہی آپؐ نے مجھے اجازت مرحمت کرتے ہوئے فرمایا:

''میرے پیارے بھائی! ہمیں اپنی دعاؤں میں شریک رکھنا اور ہمیں بھول مت جانا۔'' حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ آپ کے اس ارشاد کے بعد اگر مجھے پوری دنیا بھی مل جائے تو بھی راضی نہ ہوں گا۔ (ترمذی وابوداؤد)

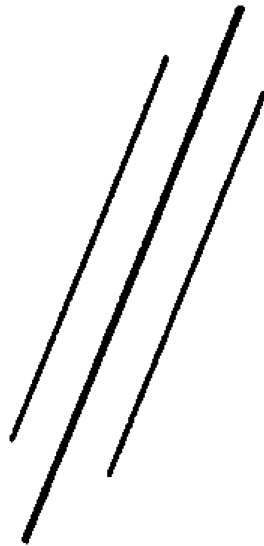
اُن دعاؤں کا اہتمام کیجیے جو قرآن وحدیث کے ذریعہ ہمیں سکھائی گئی ہیں۔ قرآن میں بہت سے انبیاء کی دعائیں نقل کی گئی ہیں جو ہم حسب ضرورت وموقع مانگ سکتے ہیں۔ مناسب موقع کے لیے بہت سی دعائیں قرآن نے ہمیں سکھائی ہیں۔ اسی طرح احادیث کی کتابوں میں ان دعاؤں کا ذخیرہ موجود ہے جن کی تلقین اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے اصحاب کو فرمائی یا آپ نے خود ان کا اہتمام کیا۔ ہر محل اور موقع کے لیے ہمیں بہترین دعائیں رسول اللہ ﷺ کے اسوہ سے مل جاتی ہیں۔ یہ دعائیں نہایت جامع، مؤثر اور عنداللہ مقبول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی دعائیں تو ایسی رقت انگیز اور معنی خیز ہیں کہ وہ آپؐ کی نبوت کی دلیل ہیں۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

دعا کی بے اثری کا گلہ تو ہے لیکن
دعا بھی مانگی آپ نے کبھی دعا کی طرح

دعا کے اختتام پر ''آمین'' ضرور کہیے۔ یہ کلمہ دعا کی قبولیت کا ذریعہ ہے۔

زکوٰۃ



مانع الزکوٰۃ یوم القیامۃ فی النار

(الطبرانی)

زکوٰۃ کو روکنے والا قیامت کے دن جہنم میں ہوگا

زکوٰۃ کا مفہوم اور حکم

زکوٰۃ کا مفہوم: زکوٰۃ کے معنیٰ ہیں پاک ہونا۔ چونکہ زکوٰۃ نکالنے سے مال پاک ہو جاتا ہے اور زکوٰۃ نکالنے والے کا دل بھی پاک ہو جاتا ہے اس لئے اس فریضہ کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں صاحب نصاب ہونے پر مخصوص مقدار میں مال معذوروں کو دینے کا نام زکوٰۃ ہے۔

زکوٰۃ کا حکم: زکوٰۃ فرض ہے اس بارے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر کافر ہے۔ زکوٰۃ ۲ھ میں فرض ہوئی۔ قرآن میں ۳۰ مرتبہ زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے اس کے علاوہ احادیث میں بھی متعدد بار اس حکم کی نشاندہی کی گئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بُنِیَ الْإِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَشَهَادَةِ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَإِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ (بخاری و مسلم)

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، روزے رکھنا اور حج کرنا۔''

اگر اللہ نے آپ کو صاحب نصاب بنایا ہے تو ہر سال پابندی سے زکوٰۃ دیجیے۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں ٹال مٹول یا تاخیر سے ہرگز کام نہ لیجیے۔ پائی پائی کا حساب کر کے زکوٰۃ نکالیے اور مستحقین تک پہنچانے کی کوشش کیجیے۔ زکوٰۃ سے آپ کا مال پاک بھی ہوگا۔ اس میں خیر و برکت بھی ہوگی۔ انفاق کا جذبہ بھی پروان چڑھے گا۔ سماج سے غربت و افلاس کا خاتمہ ہوگا۔ خوشحالی عام ہوگی۔ خیر خواہی اور ہمدردی کے جذبات پروان چڑھیں گے۔

زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت

وَاَقِيمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ۔ (البقرہ:۴۵)

''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو۔''

زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے قرآن پاک میں ۸۲ مقامات پر زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن پاک نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں اور دولت کو سینت سینت کر رکھنے والوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ۔ (التوبۃ:۳۴،۳۵)

''اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اسے اللہ کے راستہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجیے۔ اس دن سونے چاندی کو جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا۔ ان سے کہا جائے گا یہ وہ خزانہ ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا اب تم اپنے خزانہ کے عذاب کا مزا چکھو۔''

اللہ نے مسجدوں کو آباد رکھنے والوں اور اپنی ہدایت سے نوازنے والوں کی تعریف ان

الفاظ میں بیان کی ہے:

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰى أُولٰٓئِكَ أَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (التوبۃ:۱۸)

''اللہ کی مسجدوں کوتو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور صرف اللہ سے ڈرتے ہیں۔ توقع ہے کہ یہی لوگ کامیاب ہوں گے۔''

مسلم معاشرے کی بنیادی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ إِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (التوبہ:۷۱)

''مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ وہ بھلائی کا حکم دیتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں۔ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو عنقریب اللہ اپنی رحمت سے نوازے گا۔ بیشک اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

قرآن کی آیات سے واضح ہوتا ہے کہ انسان اس وقت تک نہ تقویٰ کے مقام کو پا سکتا ہے اور نہ اللہ کے محبوب بندوں میں شامل ہو سکتا ہے اور نہ اللہ کی رحمت کا مستحق ہو سکتا ہے جب تک کہ وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ ارشاد فرمایا گیا:

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ (الاعراف:۱۵۶)

''اور میری رحمت ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے میں اسے ان لوگوں کے لیے واجب کردوں گا جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں

اور جو ہماری آیات پر یقین رکھتے ہیں۔''

اللہ اور اس کے رسول اور اہلِ ایمان کی رفاقت و دوستی کی سعادت بھی انہیں ہی حاصل ہوتی ہے جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ ارشادِ ربانی ہے:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَالَّذِيْنَ آمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ (المائدہ:۵۵)

''تمہارا دوست تو دراصل اللہ اس کا رسول اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے آگے جھکنے والے ہیں۔''

قرآن کے بعد اسلام میں حدیث وسنت کو ماخذ کی حیثیت حاصل ہے اور اس کو مرکزیت حاصل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اسلام میں زکوٰۃ کے مقام کو واضح فرمایا اور اسے اسلام کا بنیادی رکن قرار دیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالب نے نجاشی کے دربار میں اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے آنحضور ﷺ کے بارے میں فرمایا تھا:

ويأمرنا الصلوٰة والزكوٰة والصيام

''وہ ہمیں نماز، زکوٰۃ اور روزوں کا حکم دیتے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ نے تکمیل اسلام کی علامت زکوٰۃ کو قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

اِنَّ مِنْ تَمَامِ اِسْلَامِكُمْ أَنْ تُؤَدُّوْا زَكٰوةَ أَمْوَالِكُمْ (مسند بزار)

''تمہارے اسلام کی تکمیل کے لیے یہ ضروری ہے کہ تم اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو۔''

حضرت جبرئیلؑ نے جب ایک بار آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحابہ کرامؓ کی تعلیم و تربیت کے لئے چند سوال کئے اور آپؐ نے ان کے جوابات ارشاد فرمائے تو حضرت جبریلؑ نے ایک سوال یہ کیا کہ اسلام کیا ہے؟ آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلٰوةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكٰوةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (متفق علیہ)

''اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد

ﷺ اللہ کے رسول ہیں ۔نماز قائم کرو زکوٰۃ دو ،رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو بشرطیکہ اس کی طاقت رکھتے ہو۔''

نبی کریمؐ نے فرمایا:

''جو شخص سونے چاندی کی زکوٰۃ نہ دے گا قیامت کے روز اس کے مال کی تختیاں بنائی جائیں گی۔ان تختیوں کو دوزخ کی آگ میں تپا کر اس کی پیشانی ، پہلوؤں اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔قیامت کا ایک دن پچاس ہزار برس کا ہوگا۔اس شخص پر اس دن یہی عذاب ہوتا رہے گا یہاں تک کہ تمام بندوں کے درمیان فیصلہ کردیا جائے گا۔فیصلہ کے بعد وہ شخص جہنم میں جائے گا یا جنت میں۔'' (مسلم)

''اگر کوئی شخص اپنے جانوروں کی زکوٰۃ نہ دے گا تو قیامت کے دن وہ جانور بہت موٹے تازے ہوکر اپنے بڑے بڑے تیز سینگوں سے اسے ماریں گے اور اسے روندتے کچلتے رہیں گے۔پچاس ہزار برس کے دن میں یہی عذاب اس کو ہوتا رہے گا۔پھر وہ اپنا ٹھکانہ جنت یا دوزخ کی طرف دیکھ لے گا۔'' (مسلم)

''آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مال گنجا سانپ بن کر مالک کا پیچھا کرے گا اور یہ مالک اس سے بھاگے گا یہاں تک کہ وہ سانپ اس کو پکڑ کر اس کا ہاتھ چبا جائے گا اور اس کے گلے کا طوق بن جائے گا اور اس کی باچھیں چیرتے ہوئے کہے گا: میں تیرا وہ خزانہ ہوں جس کو تو جمع کرکے رکھتا تھا۔'' (بخاری ونسائی)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ہمیں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا گیا اور جو شخص زکوٰۃ نہ دے گا تو اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔'' (طبرانی)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

''جو شخص نماز قائم کرے مگر زکوٰۃ نہ دے تو وہ پکا مسلمان نہیں کہ اس کا

عمل اس کو فائدہ پہنچائے۔" (ترغیب)

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

مَانِعُ الزَّكٰوةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي النَّارِ (الطبرانی)

"زکوٰۃ کو روکنے والا قیامت کے دن جہنم میں ہوگا۔"

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو صرف آخرت کی وعید ہی نہیں سنائی گئی ہے بلکہ دنیا میں بھی سزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اسلامی حکومت کا سربراہ اس سے نہ صرف بزور طاقت زکوٰۃ وصول کرے گا بلکہ اس پر جرمانہ بھی عائد کرے گا۔ نبی کریمؐ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے اجر حاصل کرنے کے لیے زکوٰۃ ادا کی اس کو اس کا اجر مل جائے گا اور جس نے زکوٰۃ روک لی اس سے ہم زکوٰۃ بھی وصول کریں گے اور اس کا نصف مال بھی، جو ہمارے رب کی طرف سے حکم ہے۔ زکوٰۃ میں سے آل محمد ﷺ کے لیے کچھ بھی جائز نہیں۔" (احمد، نسائی، ابوداؤد)

بعض فقہا نے لکھا ہے کہ مال وصول کرنے کا حکم ابتداء اسلام میں تھا جس کو بعد میں منسوخ کر دیا گیا۔ لیکن اس حکم کے منسوخ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے جہاں اور جب حاکم وقت اس سزا کے نفاذ کی ضرورت محسوس کرے وہ اسے نافذ کر سکتا ہے۔

اسلام نے مانعین زکوٰۃ (زکوٰۃ نہ دینے والے) کے لیے نہ صرف مالی سزا تجویز کی ہے بلکہ اگر لوگ زکوٰۃ کے معاملہ میں سرکشی کا رویہ اختیار کریں گے تو ان سے جنگ کرنا ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"أُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَشْهَدُوْا اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ فَاِنْ فَعَلُوْا ذَالِكَ عَصَمُوْا مِنِّىْ دِمَائَهُمْ اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ"۔ (بخاری و مسلم)

"مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں اگر وہ ایسا کریں تو انہوں نے

اپنا خون مجھ سے بچالیا سوائے اس صورت کے کہ جب اسلام کا
حق مطالبہ کرے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔"

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں عرب کے بہت سے قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کردیا اور کہا کہ ہمارے لیے نماز کافی ہے۔ زکوٰۃ تو صرف رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص تھی اب اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ مانعینِ زکوٰۃ کی اس تحریک سے نبوت کے جھوٹے مدعیوں اور مرتدوں کو کافی سہارا لگا۔ یہ بڑا نازک موڑ تھا مگر حضرت ابوبکرؓ نے فراستِ ایمانی سے کام لیتے ہوئے سخت موقف اختیار فرمایا یہاں تک کہ اونٹ کی رسی بھی اگر رسول اللہ ﷺ کو دی جاتی تھی تو اس کو بھی چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ ایک طرف مختلف قسم کے خطرات دوسری طرف بعض صحابہؓ کا اختلاف رائے انہیں اپنے ارادہ سے باز نہ رکھ سکا۔ جب حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ جو لوگ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہوچکے ہیں ان سے کیسے قتال کیا جاسکتا ہے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا:

"خدا کی قسم جو شخص نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے گا میں اس سے ضرور لڑوں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم اگر وہ ایک بکری کا بچہ بھی دینے سے انکار کریں جو اللہ کے رسول کو دیا کرتے تھے تو میں ان سے لڑوں گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس بات سے مجھے یقین ہوگیا کہ اللہ نے حضرت ابوبکرؓ کا سینہ قتال کے لیے کھول دیا ہے اور میری سمجھ میں آ گیا کہ یہی حق ہے۔" (متفق علیہ)

حضرت ابوبکرؓ کے استدلال پر تمام صحابہؓ متفق ہوگئے کہ مانعین زکوٰۃ سے قتال کیا جائے گا۔ اس طرح یہ ایک اجماعی مسئلہ ہوگیا اور اسی پر تمام امت کا اتفاق ہوگیا چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف کارروائی کرکے ان کی سرکوبی کی اور انہیں سبق سکھایا۔

غرض کہ زکوٰۃ اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ یہ محض نیکی کا کوئی کام یا نفلی صدقہ نہیں ہے۔ بلکہ ایک فریضہ ہے جس کا ادا نہ کرنے والا فاسق اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ حکومت اور مسلم معاشرہ کا فرض ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا اجتماعی نظم کرے کہ بہتر طور پر اس کے ثمرات سامنے آسکیں۔

زکوٰۃ کے فوائد و مقاصد

قرآن و حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کی طرح زکوٰۃ بھی تمام امتوں پر فرض تھی ۔ زکوٰۃ ایسا رکن ہے جو تزکیہ و تربیت میں اہم رول ادا کرتا ہے۔ اس رکن کے لیے جو اصطلاح اسلام نے متعین کی ہے یعنی لفظ ''زکوٰۃ'' اس کے معنی ہی ہر قسم کی طہارت و پاکیزگی کے ہیں ۔ یہ ایسی عبادت ہے جو انسان کے دل و دماغ کو مادی آلائشوں سے پاک کر کے اسے روحانیت سے معمور کرتی اور صفاتِ مطلوبہ سے مزین کرتی ہے۔

زکوٰۃ دینے سے آدمی بہت سی برائیوں سے پاک اور بہت سی خوبیوں سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ کے اس مقصد کو قرآن میں یوں بیان کیا گیا ہے۔

''خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ'' (التوبۃ:۱۰۳)

''تم ان کے اموال میں سے صدقہ لے کر انہیں پاک کرو اور انہیں بڑھاؤ اور ان کے حق میں دعائے رحمت کرو۔''

یاد رکھیے: زکوٰۃ کا یہ مقصد اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب آپ زکوٰۃ دینے کے ساتھ اس مقصد کے حصول کی سچی طلب اور پاکیزہ جذبہ آپ کے اندر پایا جاتا ہو۔ آپ زکوٰۃ صرف اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے دیجیے۔ زکوٰۃ شہرت حاصل کرنے اور غریبوں اور ضرورت مندوں پر احسان جتانے یا کوئی دنیاوی مقصد حاصل کرنے کے لیے نہ دیجیے، اس طرح کے جذبات و محرکات سے زکوٰۃ و انفاق کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم میں واضح الفاظ میں فرمایا گیا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى

كَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ (البقرۃ:۲۶۴)

''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر ضائع مت کرو ان لوگوں کی طرح جو لوگوں کے دکھاوے کے لیے اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

زکوٰۃ ادا کرنے سے انسان کا نفس بخل، طمع، لالچ، حرص اور حب جاہ و مال کے تباہ کن عیوب سے پاک ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر جود و سخاوت اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ ایسا شخص اللہ سے قریب اور اس کی ناراضگی سے دور ہوتا ہے۔ سخاوت انسان کو جنت کا مستحق بناتی ہے جبکہ بخل انسان کو دوزخ کے قریب کر دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سخاوت جنت میں ایک درخت ہے۔ سخی اس کی ٹہنیاں پکڑ لیتا ہے اور وہ اس کو جنت میں داخل کر دیں گی اور بخل دوزخ کا ایک درخت ہے۔ بخیل اس کی ٹہنیاں پکڑ لیتا ہے، وہ اس کو دوزخ میں داخل کر دیں گی۔'' (بیہقی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سخی اللہ سے قریب ہے، جنت سے قریب ہے، لوگوں سے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے۔ اور بخیل اللہ سے دور ہے، جنت سے دور ہے، لوگوں سے دور ہے اور آگ سے قریب ہے۔ جاہل سخی اللہ تعالیٰ کی طرف بخیل عابد سے زیادہ محبوب ہے۔'' (ترمذی)

یہ بات بھی یاد رکھیے کہ زکوٰۃ ادا کرنے اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے انسان کا دل و دماغ اور مال کو طہارت حاصل ہوتی ہے تو انسانی مال میں اضافہ بھی ہوتا ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سود سے مال بڑھتا ہے اور زکوٰۃ سے مال گھٹتا ہے۔ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ تجربہ یہی بتاتا ہے کہ جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں اللہ ان کے مال میں خیر و برکت اور ان کے اموال کی حفاظت بھی فرماتا ہے۔ اس لیے کہ زمین و آسمان میں

موجود تمام وسائل کا مالک تنہا اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ جس کو جتنا دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور وہ جسے نواز نا نہ چاہے اسے کوئی کچھ نہیں دے سکتا۔ ظاہر ہے جو لوگ اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے خرچ کرتے ہیں تو اللہ کی رحمت ان کی طرف کیوں نہ متوجہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ (البقرۃ:۲۷۶)

''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔''

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ (البقرۃ:۲۶۱)

''جو لوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بال میں سو دانے ہوں۔''

إِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقَاتِ وَأَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعَفُ لَهُمْ (الحدید:۱۸)

''مردوں اور عورتوں میں سے جو صدقات دینے والے ہیں اور جنہوں نے اللہ کو قرضِ حسن دیا ہے ان کو یقیناً کئی گنا بڑھا کر دیا جائے گا۔''

یہ بات ذہن میں واضح رہنی چاہیے کہ قرآن واحادیث میں جن مقامات پر انفاق اور صدقات کا لفظ آیا ہے وہاں پر صدقات زکوٰۃ وفطرہ بھی مراد ہیں اور نفلی صدقات بھی، زکوٰۃ وانفاق سے مال میں اضافہ ہوتا ہے اس سلسلہ میں اللہ کے رسول ﷺ نے ایک دلچسپ واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''ایک آدمی جنگل میں جا رہا تھا۔ اس نے بادل سے آواز سنی کوئی کہہ رہا ہے فلاں شخص کے باغ کو سیراب کردو، وہ بادل اس طرف چلا پھر وہاں پتھریلی زمین پر برسا، ایک نالی نے وہ سب پانی جذب کرلیا وہ آدمی اس پانی کے پیچھے ہولیا ناگہاں ایک آدمی بیلچہ لیے

باغ میں پھر رہا ہے، اس نے کہا اللہ کے بندے تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا فلاں، وہی نام جو اس نے بادل سے سنا تھا۔ اس نے کہا اے اللہ کے بندے! تو میرا نام کیوں پوچھ رہا ہے اس نے کہا میں نے اس بادل سے جس کا یہ پانی ہے سنا تھا اس سے آواز آ رہی تھی کہ فلاں شخص کے باغ کو سیراب کر و اس نے تیرا نام لیا تھا تو اس میں کیا کرتا ہے، اس نے کہا جبکہ تو نے ایسا کہا تو میں بتلاتا ہوں۔ جو اس باغ سے پیداوار ہوتی ہے میں اس کو دیکھتا ہوں۔ ایک تہائی میں صدقہ کر دیتا ہوں۔ ایک تہائی میں اور میرے اہل وعیال کھاتے ہیں اور اس باغ میں ایک تہائی لوٹا دیتا ہوں۔'' (مسلم)

مذکورہ بالا واقعہ سے یہ بات واضح ہوگئی کی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے بندہ اللہ کی رحمت کا مستحق قرار پاتا ہے۔ درج ذیل احادیث ہمیں اس بات پر ابھارتی ہے کہ ہمیں انفاق کرتے رہنا چاہئے تاکہ اللہ ہمیں نوازتا رہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا۔'' (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''صدقہ کرنے والے کی مثال دو آدمیوں کی طرح ہے جن پر لوہے کی زرہ ہوں ان کے ہاتھ، ان کی چھاتی اور گردن اس کے ساتھ چمٹا دیئے گئے ہوں۔ صدقہ کرنے والا جب بھی صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ کھل جاتی ہے اور بخیل صدقہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ سکڑ جاتی ہے اور ہر حلقہ اپنے مقام پر ہو جاتا ہے۔'' (متفق علیہ)

زکوٰۃ ادا کرنے سے اللہ کی رضا تو حاصل ہوتی ہی ہے اس سے بندوں کے حقوق بھی ادا ہوتے ہیں۔ آپس میں محبت اور پیار بڑھتا ہے، شفقت و بھائی چارے کی فضا بنتی ہے۔ غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات کو سمجھنے اور انہیں پورا کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

علامہ حمید الدین فراہی لکھتے ہیں نماز کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی طرف محبت اور خشیت سے مائل ہو اور زکوٰۃ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ بندہ کی طرف محبت اور شفقت سے مائل ہو۔ اسلام نے بندوں کے حقوق کی ادائیگی پر بہت زور دیا ہے اور دین در حقیقت اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کا ہی نام ہے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی ہوتی ہے۔

زکوٰۃ انسان کے دل سے دنیا پرستی اور مال کی محبت کو نکالتی ہے اور اس تصور کو مضبوط کرتی ہے کہ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ اللہ ہی کا دیا ہوا ہے۔ اس کی اپنی قوت اور توانائی کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ بہت سے توانا و تندرست لوگ غریب ہوتے ہیں جبکہ کمزور و ناتواں لوگ مالدار ہوتے ہیں۔ بہت سے اہلِ علم فقر و فاقہ کا شکار ہوتے ہیں جبکہ بہت سے جاہلوں کے پاس ڈھیر ساری دولت ہوتی ہے۔ بہت سے ذہین و فطین لوگ کنگال ہوتے ہیں اور جبکہ بہت سے بدھو لوگوں کے پاس بڑا سرمایہ ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ دولت، طاقت، علم، ذہانت کے بل بوتے پر حاصل نہیں کی جاسکتی یہ اللہ کا فضل ہے جسے وہ چاہتا ہے نوازتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں! اگر یہ حقیقت آدمی سمجھ لے تو وہ کبھی بھی کبر و غرور کا شکار نہیں ہوسکتا۔

زکوٰۃ کا ایک فائدہ اور مقصد یہ بھی ہے کہ زکوٰۃ دینے سے مسلم معاشرہ میں خوشحالی اور آسودگی پیدا ہوتی ہے۔ فقر و غربت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ دولت چند افراد تک سمٹ کر نہیں رہ جاتی بلکہ وہ سماج کے کمزور، پسماندہ اور غریب لوگوں تک پہنچتی ہے۔ اسلام کبھی یہ گوارہ نہیں کرتا کہ معاشرہ میں کچھ لوگ تو عیش و آرام میں مست رہیں اور غریبوں، یتیموں، محتاجوں، بیواؤں، قرضداروں اور پریشان حال لوگوں کا کوئی پرسانِ حال نہ ہو، اسلام اس حقیقت کو اجاگر کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالداروں کو جو دولت دی ہے اس میں غریبوں اور ضرورت مندوں کا بھی حق ہے چنانچہ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

وَفِيٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذاریات:۱۹)

''ان کے اموال میں سوال کرنے والوں اور محروم لوگوں کا حق ہے۔''

جولوگ زکوٰۃ ادانہیں کرتے اور اپنا مال سینت سینت کرر کھتے ہیں دنیا میں بھی ان کی کوئی قدر نہیں ہوتی اور آخرت میں بھی وہ سخت عذاب سے دوچار ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس کو اللہ نے مال دیا سو اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کا یہ مال گنجا سانپ بنایا جائے گا جس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ سانپ قیامت کے دن اس کی گردن میں بطورِ طوق ڈالا جائے گا پھر سانپ اس کے منہ کے دونوں کناروں کو یعنی باچھوں کو پکڑے گا پھر کہے گا میں تیرا مال ہوں، تیرا خزانہ ہوں، پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی جو لوگ بخل کرتے ہیں یہ گمان نہ کریں آخر آیت تک۔'' (بخاری)

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا آپؐ نے فرمایا:

''ایک شخص کے پاس اونٹ، گائے یا بکری نہیں جس کا وہ حق ادا نہیں کرتا مگر قیامت کے دن وہ اس حال میں لائی جائے گی کہ بہت بڑی اور موٹی ہوں گی وہ اس کو اپنے پاؤں سے کچلے گی اور اپنے سینگ سے مارے گی جب پہلی گزر جائے گی یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔'' (متفق علیہ)

اگر زکوٰۃ کے جمع و تقسیم کا صحیح نظم ہو تو معاشرہ سے غربت و افلاس دور ہو سکتا ہے اور معاشرہ خوشحالی کی بہترین مثال بن سکتا ہے۔ جیسا کہ قرنِ اول میں تھا کہ لوگ اپنی زکوٰۃ دینے کے لئے پھرتے تھے مگر کوئی ان کو زکوٰۃ کا مستحق نہ ملتا تھا۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنے اور انفاق کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ مسلمان ایک بار پھر عظمت و بلندی سے ہمکنار ہو سکے۔ (آمین)

زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟

زکوٰۃ اسی شخص پر فرض ہے جس میں درج ذیل اوصاف اور شرائط موجود ہوں۔

(۱) **مسلم ہونا**: اس بات پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ زکوٰۃ صرف مسلمان پر فرض ہے۔ کیونکہ یہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک ہے اور جس طرح بقیہ ارکان کا تعلق صرف مسلمانوں سے ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ بھی صرف مسلمانوں پر فرض ہے۔

(۲) **آزاد ہونا**: جو شخص غلام ہے اس پر زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ غلام تو خود اپنے نفس کا بھی مالک نہیں ہے تو وہ کسی مال کا مالک کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے پاس کچھ مال وغیرہ ہے بھی تو اس کا مالک بھی دراصل غلام کا آقا ہی ہے۔

(۳) **عاقل ہونا**: تیسری شرط عقل مند ہونا ہے۔ مجنوں، دیوانہ اور پاگل پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے مال کی تجارت نہیں کر سکتا اور نہ اس کا مال بڑھتا ہے۔ لیکن اگر اس کے مال کا کوئی سرپرست ہو اور وہ اس کے مال سے تجارت کرتا ہو تو سرپرست کو اپنے مال کی طرح اس کے مال کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا چاہیے۔

(۴) **بالغ ہونا**: زکوٰۃ کی فرضیت کے شرائط میں سے ایک شرط بلوغت بھی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ نابالغ یا بالفاظِ دیگر بچہ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔

رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ عَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَبْلُغَ وَعَنِ النَّائِمِ

حَتّٰی یَسْتَیْقِظَ وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰی یُفِیْقَ۔ (ابوداؤد)

''تین اشخاص پر سے قلم اٹھالیا گیا ہے بچہ پر سے یہاں تک کہ وہ بالغ ہو جائے۔ سونے والے پر سے یہاں تک کہ وہ بیدار ہو جائے اور دیوانے پر سے یہاں تک کہ وہ صحت یاب ہو جائے۔''

لیکن اگر بچہ صاحب نصاب ہو اور اس کا مال بڑھتا ہو خواہ وہ قدرتی ہو جیسے جانوروں کا گلہ یا زراعت یا بذریعہ تجارت اس کے مال میں اضافہ ہو۔ مثلاً بچہ کا ولی اس کے مال سے تجارت کرتا ہو تو ولی کو چاہئے کہ وہ اپنے مال کی طرح بچہ کے مال کی بھی زکوٰۃ ادا کرے۔[1]

قلم اٹھانے کا مطلب یہ ہے کہ اس پر سے شرعی تکلیف (ذمہ داری) ساقط ہوگئی اور وہ شریعت کا مکلف نہیں رہا۔

(۵) **اہل نصاب ہونا**: اس بات پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ صرف اہلِ نصاب پر ہی زکوٰۃ فرض ہے۔ (مختلف اموال کا نصاب آئندہ صفحات میں آئے گا)

(۶) **مالک ہونا**: زکوٰۃ مال کے مالک پر ہی فرض ہے دوسرے پر نہیں۔ مالک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اس میں تصرف کرنے کا پورا اختیار ہو۔

نوٹ: مندرجہ بالا چھ شرائط میں سے اگر ایک بھی شرط مفقود ہوگی تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

---

[1] امام احمد، امام مالک، امام شافعی کے نزدیک بچہ کے ہر قسم کے مال پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ان ائمہ کی دلیل یہ ہے کہ قرآنی نص سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ بچوں سے زکوٰۃ نہ لی جائے وہاں تو صاف صاف یہ الفاظ ہیں کہ ان کے مالداروں سے وصول کرو اور ان کے فقراء کو لوٹا دو۔ نیز آپؐ نے فرمایا کہ ''یتیم کے مال کو تجارت میں لگاؤ ایسا نہ ہو کہ زکوٰۃ اسے کھا جائے۔'' (طبرانی)

زکوٰۃ کس پر فرض نہیں

(۱) **کافر پر**: کافر پر زکوٰۃ فرض نہیں کیونکہ وہ اسلامی احکام وہدایات کا مکلّف اور پابند نہیں اس لئے اسلامی حکومت بھی اس سے زکوٰۃ وصول نہیں کرے گی۔ کافر کی طرح مرتد پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔[۱]

(۲) **پاگل ، دیوانہ پر** : مجنوں، پاگل، دیوانہ پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے البتہ اگر اس کے مال کو کوئی سرپرست ہو اور وہ اس کے مال سے تجارت کرتا ہو تو زکوٰۃ اس کے سرپرست پر واجب ہوگی۔

(۳) **بچہ پر** : بچہ کے مال پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں ہے البتہ اگر اس کا مال بڑھتا ہو تو اس کا سرپرست اس کے مال سے زکوٰۃ ادا کرے گا۔

(۴) **غریب پر**: جو شخص صاحب نصاب نہیں ہے شریعت کی اصطلاح میں وہ غریب ہے اور اس پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

(۵) **قرض دار پر** :اگر کسی کے پاس مال ہے لیکن وہ مال دوسروں کا ہے تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ بلکہ قرض خواہ کو اس مال کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ البتہ اگر قرض ادا کرنے کے بعد بھی بقدرِ نصاب مال رہتا ہے تو اس پر زکوٰۃ ہے لیکن قرض دار کو چاہئے کہ

---

[۱] امام شافعیؒ کے نزدیک مرتد پر زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ یہ بندوں کا حق ہے۔ جو ارتداد سے ساقط نہیں ہوتا ان کی دلیل یہ ہے کہ نفقہ اور تاوان بھی ارتداد سے ساقط نہیں ہوتا تو زکوٰۃ کیونکر ساقط ہو جائے۔ البتہ بعض فقہائے شافعیہ کی آراء اس کے برخلاف ہیں۔ (فقہ الزکوٰۃ صفحہ ۹۱)

مال ہوتے ہوئے مقروض نہ رہے بلکہ قرض کا بوجھ سر سے اتار دے۔[۱]

(۶) **غلام پر**: اس مقام پر فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ غلام پر بھی زکوٰۃ فرض نہیں خواہ اس کے پاس کتنا ہی مال ہو کیونکہ وہ اپنے مال کا مالک نہیں ہوتا چونکہ اسلام کے ابتدائی دور میں غلاموں کا وجود تھا اس لئے اس حکم کی وضاحت کی جاتی تھی۔ اسلام نے ایسی ہدایات دیں کہ ہمیشہ کے لئے دنیا سے غلامی کا رواج ختم ہوگیا۔ اس لئے اب اس کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی۔

---

[۱] امام شافعیؒ کے نزدیک قرض ادا کرنے کے بعد جو مال بچ رہے اس پر زکوٰۃ ہے خواہ وہ نصاب سے کم ہی رہ گیا ہو۔

زکوٰۃ فرض ہونے کی شرطیں

یوں تو ہر مال پر زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے کچھ خاص شرائط ہیں جن کا ذکر آگے آئے گا البتہ درج ذیل شرائط ہر مال کے لئے ضروری ہیں۔

(۱)**مال کا ضروریات سے زائد ہونا:** زکوٰۃ صرف اسی مال پر ہے جو انسان کی اپنی اور اپنے اہل وعیال اور جن کا وہ کفیل ہے ان کی جائز اور ناگزیر ضروریات سے زائد ہو۔

اس زائد مال کی مقدار بھی متعین ہے۔ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ان میں سے کسی ایک کے بقدر نقدی۔یعنی اگر مال جائز ضروریات سے زیادہ ہو اور مندرجہ بالا مقداروں میں سے کسی ایک مقدار تک پہنچتا ہو تو اس مال پر زکوٰۃ فرض ہے۔

اگر کسی کے پاس بقدرِ نصاب مال ہے لیکن وہ مقروض ہے تو اس پر زکوٰۃ نہیں بلکہ ادائیگی قرض ضروری ہے لیکن اگر قرض ادا کرنے کے بعد بھی بقدرِ نصاب اس کے پاس مال بچتا ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

"يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ" (البقرہ:۲۱۹)

"وہ پوچھتے ہیں آپ سے کہ کیا خرچ کریں آپ ان سے کہہ دیجیے کہ جو زائد بچ رہے۔"

(۲)**ایک سال گزر چکا ہو:** زکوٰۃ صرف اس مال پر واجب ہے جس پر ایک ہجری سال گزر چکا ہو یہ شرط صرف نقدی کے لیے ہے جبکہ کھیتی باڑی کے لیے یہ

شرط نہیں ہے بلکہ ان کی زکوٰۃ فصل کے کٹنے کے دن ہی واجب ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

كُلُوا مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ

(الانعام:۱۴۱) [1]

''کھاؤ ان کے پھل جب وہ پھلیں اور ان کی کٹائی کے دن اس کا حق دے دو۔''

(۳) **منافع بخش ہونا**: جس مال کی زکوٰۃ نکالی جائے وہ صاحبِ مال کو نفع دینے والا یعنی اس کے اندر افزائش، اضافہ اور نمو کی صلاحیت ہونی چاہیے۔ خواہ اس کی یہ افزائی قدرتی ہو یا مصنوعی، قدرتی جیسے زراعت اور جانوروں کی پیدائش اور مصنوعی جیسے تجارت وغیرہ۔ اس لیے یہ امر متفق علیہ ہے کہ جس مال کی منفعت ختم ہوگئی ہو یا اس کی نمو رک گئی ہو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

(۴) **بقدرِ نصاب ہونا**: جس شئی کے لیے جو نصاب شریعت نے مقرر کر دیا ہے اس کا پورا ہونا ضروری ہے تبھی اس مال پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ ورنہ زکوٰۃ فرض نہ ہوگی۔

(۵) **کسی کی ملکیت میں ہونا**: اسی مال پر زکوٰۃ ہے جو کسی شخص کی ملکیت ہو کیونکہ قرآن وحدیث نے زکوٰۃ صرف انسان کے اپنے مال میں فرض کی دوسروں کے مال میں نہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر زید کے پاس کسی عزیز کے ایک لاکھ روپے رکھے ہوں تو زید کے اوپر اس مال کی زکوٰۃ نہیں کیونکہ زید اس کا مالک نہیں۔

---

[1] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر کسی کے پاس شوال میں بقدرِ نصاب مال ہے اور آئندہ رمضان میں بھی اس کے پاس بقدرِ نصاب مال موجود تھا تو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ خواہ درمیان میں کم ہی ہوگیا ہو۔ یہی مسلک امام مالکؒ کا ہے۔ البتہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بقدرِ نصاب مال پر ایک سال گزر جانا ضروری ہے۔

کن اموال پر زکوٰۃ فرض ہے

جن اموال پر زکوٰۃ فرض ہے ان کو درج ذیل پانچ حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) **نقدی** :روپیہ، پیسہ، ڈالر، یا کسی بھی ملک کی کرنسی، سونے چاندی کے سکے، سونے چاندی کے برتن، زیور یا کسی بھی شکل میں موجود نقدی پر زکوٰۃ فرض ہے۔

(۲) **اموال تجارت** :وہ مال جو تجارت کے لیے ہو جیسے دکان کا سامان وغیرہ اس پر زکوٰۃ ہے۔ جو سامان بھی اس نیت سے خریدا گیا ہو کہ اس پر نفع لے کر بیچا جائے گا تو اس مال پر زکوٰۃ ہے۔

البتہ استعمال میں آنے والی اشیاء، اوزار، مشینیں، فرنیچر وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ اگر کسی نے کچھ مال استعمال کے لیے خریدا لیکن اس کو بیچ دیا تو نقدی کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

زمین اور جائداد پر زکوٰۃ نہیں البتہ ان سے حاصل ہونے والے منافع پر زکوٰۃ ہے۔ نیز زمین یا جائیداد کو جب فروخت کیا جائے گا تو شرائط پورا ہونے پر زکوٰۃ دی جائے گی۔

(۳) **مویشی**: بھیڑ، بکری، اونٹ، گائے پر زکوٰۃ ہے اور ان تمام جانوروں پر بھی زکوٰۃ ہے جن کو تجارت کے لیے خریدا گیا ہو خواہ وہ کسی بھی قسم کے ہوں۔

(۴) **زمینی پیداوار**: ہر وہ چیز جو زمین میں پیدا ہوتی ہے۔ اس پر زکوٰۃ ہے جس کو عشر کہتے ہیں البتہ بعض ائمہ سبزیوں پر زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں۔ (تفصیلات آگے کے صفحات میں آئے گی)

(۵) **بری بحری معدنیات** :اللہ نے سمندر اور زمین کے اندر بہت سی قیمتی اشیاء رکھی ہیں جیسے گیس، تیل، سونا، چاندی، لوہا، کوئلہ اور دوسرے معدنیات وغیرہ تو ان پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ (تفصیل آئندہ آئے گی)

کن اموال پر زکوٰۃ فرض نہیں

☆ خود اپنے یا بیوی بچوں کے استعمال میں آنے والی تمام چیزوں پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ جیسے مکان، سواری، فرنیچر، گھریلو استعمال کا سامان، مطالعہ کی کتابیں وغیرہ۔[1]

☆ سونے چاندی کے زیورات کے علاوہ دوسری دھاتوں سے بنے زیور پر زکوٰۃ نہیں خواہ وہ کتنے ہی قیمتی ہوں۔

☆ اسباب اور ذرائعِ تجارت پر بھی زکوٰۃ نہیں مثلاً لوہار و بڑھئی کے اوزار، کارخانے کی مشین، ودکان کا فرنیچر وغیرہ۔[2]

☆ دودھ کی ڈیری میں پلنے والے جانوروں پر بھی زکوٰۃ نہیں کیونکہ وہ اسباب تجارت کے حکم میں ہیں، ان سے حاصل شدہ دودھ کی قیمت پر زکوٰۃ ہے یہی حکم مچھلی پالن اور مرغی فارم کا ہے۔

☆ ذاتی خرچ کے لیے جو جانور خریدے گئے ہوں خواہ وہ سائمہ ہوں یا معلوفہ چاہے

---

[1] البتہ احناف کے نزدیک استعمالی زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک استعمالی زیورات پر زکوٰۃ فرض نہیں صرف فاضل زیور پر زکوٰۃ فرض ہے۔

[2] اسباب تجارت دو طرح کے ہیں ایک تو وہ جو ذریعہ ہیں جیسے اوزار۔ دوسرے وہ جو مصنوعات میں استعمال ہوتے ہیں جیسے کل پرزے وغیرہ پہلی قسم پر زکوٰۃ نہیں البتہ دوسری قسم یعنی سائیکل، گھڑی، ریڈیو، ٹی وی وغیرہ مصنوعات میں استعمال ہونے والی اشیاء پر زکوٰۃ ہے کیونکہ وہ اموال تجارت کے حکم میں ہیں۔

بقدرِنصاب ہی ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔[1]

☆ گدھے، خچراور گھوڑے اگر ضرورت یا نقل وحمل کے لیے ہوں تو زکوٰۃ نہیں البتہ اگر تجارت کے لیے ہوں تو ان پر زکوٰۃ ہے۔

☆ اوقاف کے جانوروں پر یا جہاد کے لیے چھوٹے ہوئے جانوروں پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔

☆ حرام مال میں بھی زکوٰۃ نہیں کیونکہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

لَایَقْبَلُ اللّٰہُ صَدَقَةً مِنْ غُلُولٍ (مسلم)

''اللہ مالِ خیانت کے صدقہ کو قبول نہیں کرتا۔''

☆ حکومت کی تحویل میں جو مال ہے مثلاً ٹیکس، جزیہ، صدقات وزکوٰۃ وغیرہ ان پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ اس میں ملکیت تامہ کی شرط نہیں پائی جاتی ہے۔

☆ کرائے پر دی جانے والی اشیاء پر زکوٰۃ نہیں جیسے بسیں، کاریں، مکانات ودوکان وغیرہ بلکہ ان سے حاصل شدہ رقم پر زکوٰۃ ہے۔ چونکہ زکوٰۃ اس مال پر ہے جس کی تجارت کی جاتی ہو نہ کہ جس کو کرایہ پر دیا جاتا ہے۔ فقہ کی کتابوں میں اس چیز کو بڑے واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] سائمہ ان جانوروں کو کہتے ہیں جو جنگل یا چراگاہ میں چرتے ہیں اور گھر پر انہیں چارہ نہیں دیا جاتا اور ''معلوفہ'' ان جانوروں کو کہتے ہیں جنہیں گھر پر چارہ دے کر پالا جاتا ہے۔

نقدی کی زکوٰۃ اور اس کے مسائل

نصاب: اس مقدار کو کہتے ہیں جس پر زکوٰۃ فرض ہو۔

سونے کا نصاب: ۲۰ دینار، یعنی ساڑھے سات تولہ (۸۵) گرام سونا۔

چاندی کا نصاب: ۲۰ درہم یعنی ساڑھے باون تولہ یا (۵۹۵) گرام چاندی۔

نقدی کا نصاب: نقدی سے مراد مختلف ملکوں میں رائج کرنسی ہے چاہے وہ کاغذ کے نوٹ ہوں یا دھات کے سکے۔ نقدی کا نصاب اتنی مقدار ہے کہ اس سے ساڑھے سات تولہ سونا یا ساڑھے باون تولہ چاندی خریدی جا سکے۔[1]

---

[1] چاندی، سونے کے نصاب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مولانا عبدالحیٰ لکھنویؒ کی تحقیق کے مطابق چاندی کا نصاب ہندوستانی اوزان کے مطابق ۳۶ تولہ ساڑھے پانچ ماشہ اور سونے کا نصاب پانچ تولہ اڑھائی ماشہ ہے۔ مولانا عبدالصمد رحمانیؒ، مولانا عبدالشکور فاروقی اور بعض دیگر علماء بھی اس مقدار پر متفق ہیں دوسری رائے مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی اور مولانا اشرف علی تھانوی کی ہے۔ ان حضرات کے نزدیک چاندی کا نصاب ساڑھے باون تولہ اور سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے یہی آج کل مروج ہے۔

اس اختلاف کا ماحصل یہ ہے کہ انسان کو فراخدلی اور تقویٰ اختیار کرتے ہوئے مولانا عبدالحیٰ لکھنوی کے اوزان پر ہی زکوٰۃ ادا کر دینا چاہئے اور اگر کوئی ایسا نہ کرے بلکہ مولانا اشرف علی تھانوی کی رائے پر عمل کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

شرح نصاب

سونا، چاندی، نقدی، سکے، روپے، ڈالر یا دیگر کوئی کرنسی، ان سب کی شرح نصاب چالیسواں حصہ ہے یعنی نصاب پورا ہونے پر مال کی زکوٰۃ ڈھائی فیصد کے حساب سے ادا کی جائے گی۔

متفرق مسائل

☆ کسی کے پاس ۲۵ تولہ چاندی اور کچھ سونا ہے جس کو وہ بیچ کر چاندی کا نصاب پورا کرسکتا ہے تو اس پر زکوٰۃ ہے۔

☆ کسی کے پاس کچھ سونا، کچھ نقدی ہے اور سب ملا کر سونے یا چاندی میں سے کسی ایک کے نصاب کے برابر ہوتا ہو تو وہ صاحبِ نصاب ہے اور اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔

☆ سونے چاندی کے زیورات پر بھی زکوٰۃ ہے۔ خواہ وہ استعمال میں آتے ہوں یا نہ آتے ہوں چاہے مرد کے ہوں یا عورت کے ہوں۔[1]

☆ نقدی اگر کسی کو قرض دے رکھی ہے تو مالک پر زکوٰۃ فرض ہے۔

☆ زکوٰۃ ایک سال گزرنے پر فرض ہوتی ہے۔

☆ سونے چاندی کی طرح اموالِ تجارت پر بھی ایک سال گزرنا شرط ہے۔

---

[1] عورت کے زیورات کے بارے میں دوسرے ائمہ کا مسلک یہ ہے کہ جن کو اس نے اپنے استعمال کے لیے خریدا یا بنایا ہے، ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ البتہ وہ زیور جو پہننے کے لیے نہیں بلکہ تجارت کے لیے بنوایا ہے تو اس پر بالا جماع زکوٰۃ ہے۔ مردوں کے زیور کے بارے میں کسی کا اختلاف نہیں بلکہ اس پر بھی بالا جماع زکوٰۃ فرض ہے۔ اگر کسی عورت کے کپڑوں میں سونے یا چاندی کے ستارے موتی یا تارکشی کا کام ہوا ہو تو ان ستاروں موتیوں اور تاروں پر بھی زکوٰۃ ہے بشرطیکہ ان کو بسہولت الگ کیا جاسکتا ہو یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ بقیہ ائمہ کے نزدیک ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

☆ اموالِ تجارت کی قیمت بازار بھاؤ سے لگائی جائے گی۔

☆ گراہکوں پر جو قرض ہے اس کی زکوٰۃ بھی دوکاندار کو ادا کرنا ہوگی۔

☆ تجارتی مال میں سے اگر کسی مال کی منفعت ختم ہوگئی ہو یا اس کا استعمال نہ رہا ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ جیسے کتابوں کی دوکان پر بعض کتابوں پر حکومت پابندی لگا دیتی ہے یا درسیاتی کتب سال بہ سال تبدیل ہوتی رہتی ہیں اور ان کا استعمال ختم ہو جاتا ہے یا دوا فروش کی دوائیں Expire ہو جاتی ہیں اور وہ کسی استعمال میں نہیں آتیں۔ اس طرح کی تمام اشیاء پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

☆ اگر کسی کے پاس شوال میں بقدرِ نصاب مال تھا اور پھر رمضان میں بھی بقدر نصاب تھا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے خواہ درمیان میں کم رہ گیا ہو۔ [۱]

☆ جو اوزار یا اشیاء فیکٹری یا دوکان میں استعمال کے لیے ہوں ان پر زکوٰۃ نہیں ہے کیونکہ وہ اسبابِ تجارت میں ہیں۔

☆ اموالِ تجارت کی زکوٰۃ کو قیمت اور جنس دونوں میں ادا کیا جا سکتا ہے۔ [۲]

☆ اگر زکوٰۃ کا مستحق زکوٰۃ میں قیمت کے بجائے مال کا مطالبہ کرے تو تاجر کو مال دینا ہوگا۔

☆ کسی تاجر کے لیے جائز نہیں کہ وہ زبردستی سامان ہی دے کیونکہ اگر لینے والے کو ضرورت نہ ہوگی تو وہ سامان اس کے لئے بے کار ہوگا۔

☆ نقدی کی زکوٰۃ کو نقدی میں ادا کریں۔ جس کرنسی میں حساب لگایا جائے اسی کرنسی میں زکوٰۃ دی جائے یعنی اگر ہندوستانی روپے میں حساب لگایا گیا ہو تو ہندوستانی روپے میں ہی زکوٰۃ دینا ہوگی اور امریکہ کے ڈالر یا عرب ممالک کے ریال وغیرہ

۱۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے۔ امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک پورے مال پر ایک سال گزر جانا شرط ہے۔

۲۔ حنبلیہ کے نزدیک مال ہی دینا ہوگا۔ شافعیہ کے نزدیک مال دینا بہتر ہے۔ اگرچہ قیمت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

کا حساب لگایا گیا ہو تو ڈالر اور ریال میں ہی زکوٰۃ دینا ہو گی۔

☆ مقدارِ نصاب سے زائد سونے پر زکوٰۃ نہیں جب تک کہ وہ چار دینار (ڈیڑھ تولہ) نہ ہو جائے۔

☆ مقدارِ نصاب سے زائد چاندی پر زکوٰۃ نہیں جب تک کہ وہ چالیس درہم یعنی ساڑھے دس تولہ نہ ہو جائے [1]

☆ جن چیزوں کا نصاب یا شرح نصاب شریعت نے مقرر نہ کیا ہو تو اس کی قیمت کا حساب لگایا جائے گا قیمت بازار بھاؤ کی ہی اختیار کی جائے گی۔

---

[1] یہ مسلک امام حنیفہؒ کا ہے آپ کا استدلال حضور ﷺ کے اس ارشاد سے ہے کہ "ہر چالیس درہم پر ایک درہم زکوٰۃ ہے" نیز حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے ارشاد فرمایا "جب چاندی دو سو درہم ہو جائے تو اس پر پانچ درہم زکوٰۃ ہے اس کے بعد اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں یہاں تک کہ وہ چالیس درہم ہو جائے۔

بقیہ ائمہ اور صاحبین کے نزدیک یہ مقدار شرط نہیں بلکہ مقدار نصاب سے زائد تمام نقدی پر زکوٰۃ ہے۔ خواہ وہ کم ہو یا زیادہ ان کے نزدیک مندرجہ بالا احادیث ضعیف ہیں جو حجت نہیں۔ یہی مسلک راجح ہے

جانوروں کی زکوٰۃ اور اس کے مسائل

جانوروں پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ جانوروں پر زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں درجِ ذیل ہیں:

(۱) **بقدرِ نصاب ہونا۔**
(۲) **ضرورت سے زائد ہونا۔**
(۳) **برائے تجارت ہونا۔**
(۴) **اپنی متعینہ عمر کو پہنچنا۔**

سائمہ ہونا: وہ جانور جو عام چراگاہوں میں چرتے ہوں انہیں سائمہ کہتے ہیں اور جن جانوروں کے چارے کا انتظام مالک کو کرنا پڑتا ہے انہیں معلوفہ کہتے ہیں۔ سائمہ پر زکوٰۃ ہے معلوفہ پر نہیں۔ [1]

جانوروں کا نصاب اور شرحِ نصاب درج ذیل ہے۔

بکری اور بھیڑ

نصاب: بکری اور بھیڑ کا نصاب چالیس عدد ہے۔

شرح نصاب: بکری اور بھیڑ کا شرحِ نصاب درج ذیل ہے۔

---

[1] امام مالکؒ کے نزدیک تمام ہی قسم کے مویشیوں پر زکوٰۃ ہے (نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۲۱۰)

تعداد	شرح
۴۰ سے ۱۲۰ تک	ایک بکری
۱۲۱ سے ۲۰۰ تک	دو بکری
۲۰۱ سے ۳۰۰ تک	تین بکری
۳۰۱ سے ۴۰۰ تک	چار بکری

نوٹ: اسی طرح ہر سو بکری پر ایک بکری کا اضافہ کریں۔

متفرق مسائل

☆ جو نصاب بکری کا ہے وہی بھیڑ کا ہے۔

☆ بکری کی زکوٰۃ میں بکری اور بھیڑ کی زکوٰۃ میں بھیڑ دینا ہوگی۔

☆ اگر بکری کا نصاب پورا نہ ہو اور نہ ہی بھیڑ کا ہو البتہ دونوں کو ملا کر نصاب بنتا ہو تو زکوٰۃ دی جائے گی۔

☆ مخلوط شکل میں اکثریت کا اعتبار کیا جائے گا اور وہی جانور زکوٰۃ میں دیا جائے گا۔

اونٹ اور گھوڑے

نصاب: اونٹوں اور گھوڑوں کا نصاب ۵ عدد ہے۔ گویا ۴ عدد پر کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔

شرح نصاب: اونٹ خواہ نر ہو یا مادہ اس کی شرح نصاب درج ذیل ہے۔

تعداد	شرح
۵ سے ۹ تک	ایک بکری
۱۰ سے ۱۴ تک	دو بکریاں
۱۵ سے ۱۹ تک	تین بکریاں
۲۰ سے ۲۴ تک	چار بکریاں
۲۵ سے ۳۵ تک	ایک سالہ اونٹنی یا اونٹ

۳۶ سے ۴۵ تک	پورے دو سال کی ایک اونٹنی جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو
۴۶ سے ۶۰ تک	پورے تین سال کی ایک اونٹنی جو چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو
۶۱ سے ۷۵ تک	پورے چار سال کی ایک اونٹنی جو پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہو
۷۶ سے ۹۰ تک	پورے دو سال کی دو اونٹنیاں جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہوں
۹۱ سے ۱۲۰ تک	پورے تین سال کی دو اونٹنیاں جو چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو

نوٹ: ایک سو بیس کے بعد دوبارہ اسی شرح سے زکوٰۃ لی جائے گی جو اوپر بیان ہوئی ہے یعنی ہر پانچ پر ایک بکری[1]

---

[1] یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے بقیہ ائمہ کا مسلک درج ذیل ہے۔ یعنی ۱۲۰ تک تو چاروں ائمہ متفق ہیں صرف ۱۲۰ کے بعد یہ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بقیہ ائمہ کے نزدیک ۱۲۰ کے بعد درج ذیل شرح سے زکوٰۃ دی جائے گی۔

تعداد	شرح
۱۲۱ سے ۱۲۹ تک	وہی زکوٰۃ ہوگی جو ۱۲۰ اونٹوں پر ہے۔
۱۳۰ سے ۱۳۹ تک	دو سال کی دو اونٹنیاں اور تین سال کی ایک اونٹنی
۱۴۰ سے ۱۴۹ تک	تین سال کی دو اونٹنیاں اور دو سال کی ایک اونٹنی
۱۵۰ سے ۱۵۹ تک	تین سال کی تین اونٹنیاں
۱۶۰ سے ۱۶۹ تک	دو سال کی چار اونٹنیاں

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

متفرق مسائل

☆ جو شرح اور نصاب اونٹوں کا ہے وہی گھوڑوں کا ہے۔[1]

☆ اونٹ اور گھوڑے مل کر بھی نصاب مکمل کریں تب بھی زکوٰۃ ہے۔

☆ زکوٰۃ میں وہی چیز لی جائے گی جو شارع نے متعین کر دی ہے۔

☆ زکوٰۃ میں جو جانور لیا جائے گا وہ اچھا، تندرست ہونا چاہیے لیکن عامل (وصول کرنے والا) کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی پسند کا جانور لے۔ کیا زکوٰۃ میں دیئے جانے والے جانوروں کی قیمت دی جا سکتی ہے۔

گائے اور بھینس

نصاب: گائے اور بھینسوں کا نصاب ۳۰ ہے۔

شرح: شرح نصاب درج ذیل ہے۔

تعداد	شرح
۳۰ سے ۳۹ گایوں پر	ایک سال کا ایک بچہ (بچھڑا یا بچھیا)
۴۰ سے ۵۹ گایوں پر	دو سال کا ایک بچہ
۶۰ سے اوپر ہر ۳۰ پر	ایک سال کا بچہ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

۱۷۰ سے ۱۷۹ تک	دو سال کی تین اونٹنیاں اور تین سال کی ایک اونٹنی
۱۸۰ سے ۱۸۹ تک	تین سال کی دو اونٹنیاں اور دو سال کی دو اونٹنیاں
۱۹۰ سے ۱۹۹ تک	تین سال کی تین اونٹنیاں اور دو سال کی ایک اونٹنی
۲۰۰ پر	تین سال کی چار اونٹنیاں یا دو سال کی پانچ اونٹنیاں (نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۹۰)

[1] امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک گھوڑوں پر زکوٰۃ فرض ہے۔ مگر دوسرے ائمہ اس کے قائل نہیں ہیں۔ امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی مسلک ہے۔ عام حنفی علماء گھوڑوں میں زکوٰۃ کے قائل ہیں۔

۶۰ سے اوپر ہر چالیس پر ایک دوسالہ بچہ

نوٹ :اگرکسی کے پاس ۱۰۰ گائیں ہوں تو اس کو ۶۰ گایوں پر ایک ایک سال کے دو بچے اور بقیہ چالیس گایوں پر دوسالہ بچہ اس طرح تین بچے دینا ہوں گے۔

متفرق مسائل

☆ جونصاب گائے کا ہے وہی بھینس کا ہے۔

☆ جوشرح گایوں کی ہے وہی بھینسوں کی ہے۔

☆ گائے اور بھینس کے ساتھ اگر بیل یا بھینسے بھی ہوں تو ان کو بھی شمار کیا جائے گا۔

☆ زکوٰۃ میں صرف مادہ بچے ہی دیے جائیں گے۔خواہ خرید کر لانا پڑے۔

☆ گائے اور بھینس کو ملا کر بھی نصاب اگر پورا ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔

☆ مخلوط ہونے کی شکل میں جو جانور زیادہ ہوگا وہی لیا جائے گا۔

دیگر حیوانات

بکری، بھیڑ، بھینس، گائے ،بیل اور اونٹ کا نصاب اور شرح تو احادیث میں مذکور ہے بقیہ جانوروں کا ذکر احادیث میں نہیں ہے۔ اگر دوسرے جانوروں میں بھی شرائط وجوب پائی جاتی ہوں تو ان کی بھی زکوٰۃ دی جائے گی اس کی دو شکلیں ہیں۔

(۱) ان جانوروں کو ان ہی جیسے دوسرے جانوروں پر محمول کر کے ان کی شرح سے زکوٰۃ ادا کریں۔

(۲) ان کو اموال تجارت مان کر بازار بھاؤ سے ان کی زکوٰۃ ادا کریں اس صورت میں ڈھائی فیصد زکوٰۃ دی جائے گی۔

معدنیات کی زکوٰۃ

زمین کے اندر سے یا سمندر کے تہوں میں سے جو بھی ذخیرہ، معدنیات نکلے اس پر زکوٰۃ ہے۔

نصاب: مدفونہ اشیاء اور معدنیات کا کوئی نصاب نہیں ہے۔ وہ جس حالت میں اور جتنی مقدار میں میسر ہوں ان پر زکوٰۃ ہے۔ [1]

شرح نصاب:

(۱) اگر مال محنت ومشقت یا مزدوری دے کر حاصل ہوا ہو تو اس پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ہے۔

(۲) اگر مال بغیر محنت کے حاصل ہو جائے تو اس پر بیس فیصد زکوٰۃ ہے۔

متفرق مسائل

☆ کوئی شخص زیور وغیرہ خود ہی دفن کر کے بھول گیا ہو تو اس کے برآمد ہونے پر زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اگر یہ یاد ہو کہ کب دفن کیا تھا تو ان تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

☆ اگر یہ یاد نہ ہو کہ کب دفن کیا تھا تو برآمد ہونے پر صرف ایک سال کی زکوٰۃ ہے۔

☆ مدفون، اشیاء اور معدن جب ملیں تبھی ان پر زکوٰۃ ہے۔

---

[1] دیگر ائمہ کے نزدیک ان چیزوں کا نصاب نقدی کے برابر ہے۔

قرض مال کی زکوٰۃ

قرض کی چار قسمیں ہیں [1]

(۱) اموال تجارت یا نقدی وغیرہ کی صورت میں جب کوئی قرض کسی ایسے شخص کے ذمہ ہو جسے اس کا اعتراف ہو خواہ وہ تنگ دست ہو اسے ''دینِ قوی'' یعنی مضبوط قرض کہتے ہیں۔

دینِ قوی میں سے جب تک اس کے مالک کو ۴۰ درہم (ساڑھے دس تولہ چاندی کی قیمت) یا اس سے زائد رقم وصول نہ ہو وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا۔ لیکن جونہی اسے چالیس درہم یا اس سے زائد رقم وصول ہو وہ گزشتہ تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اگر اس کو ۴۰ درہم سے کم رقم وصول ہو جائے تو اس کے ذمہ اس کی زکوٰۃ نہیں خواہ اس کو چالیس درہم سے کم کی یہ رقم شروع میں ملے یا بعد میں کسی بھی صورت میں اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

قوی قرض پر حولانِ حول (ایک سال گزرنے) کا اعتبار اس وقت سے ہوگا جس وقت قرض خواہ نصاب کا مالک ہوا ہو۔ اس وقت سے نہیں ہوگا جب اسے یہ قرض وصول ہو۔ مثلاً ایک شخص کا دوسرے شخص پر ۳۰۰ درہم (۷۸ ۳/۴ چاندی کی قیمت) قرض تھا اور اس قرض پر تین سال گزر گئے۔ اب اگر اسے ۲۰۰ درہم (۵۲ تولہ چاندی کی

[1] شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک قرض کی دو قسمیں ہیں ایک ثابت اور دوسرا غیر ثابت

قیمت) وصول ہو تو وہ ان میں سے ۵ درہم پہلے سال کی زکوٰۃ کے طور پر ادا کرے گا۔ اس کے بعد اس کے پاس ۱۹۵ درہم رہ جائیں گے۔ جن کے چالیس چالیس درہم کے چار ٹکڑے ۴۰×۴=۱۶۰ بن سکیں گے اور ۳۵ درہم مزید بچیں گے اس کے ذمہ دوسرے سال کی زکوٰۃ صرف ۴ درہم ہوگی جو کہ ۱۴۰ درہم کی زکوٰۃ ہوگی بقیہ ۳۵ درہم کی زکوٰۃ اس کے ذمہ نہ ہوگی کیونکہ یہ چالیس درہم سے کم ہیں اور چالیس درہم سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے اسی طرح تیسرے سال کی زکوٰۃ بھی وہ چار درہم ہی ادا کرے گا گویا تین سالوں کی زکوٰۃ (۵+۴+۴=۱۳) درہم ادا کرے گا۔

(۲) دوسرا قرض متوسط ہے جو کسی ایسی چیز کی قیمت ہو کہ اگر وہ اس کے مالک کے پاس ہوتی تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہ ہوتی جیسے رہائشی مکان، پہننے کے کپڑے یا استعمال کے برتن وغیرہ۔

متوسط قرض میں جب تک اس کے مالک کو بقدرِ نصاب یا اس سے زائد رقم وصول نہ ہو وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرے گا لیکن جونہی اسے بقدرِ نصاب یا اس سے زائد رقم وصول ہو تو وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے گا۔ اس قرض میں بھی حولان حول یعنی سال گزرنے کا اعتبار قوی قرض کی طرح نصاب کا مالک ہو جانے کے وقت سے ہوگا نہ کہ قرض وصول ہونے کے وقت سے۔

(۳) قرض کی تیسری قسم ضعیف ہے۔ ضعیف قرض وہ ہے جو کسی کی قیمت نہ ہو جیسے عورت کا اپنے شوہر کے ذمہ مہر یا خلع کی رقم۔

ضعیف قرض کی زکوٰۃ اس کا مالک اس وقت تک ادا نہ کرے گا جب تک اسے اس میں سے بقدرِ نصاب یا اس سے زائد رقم وصول نہ ہو جائے اور رقم وصول ہو جانے کے بعد اس پر ایک سال نہ گزر جائے۔

واضح رہے کہ یہ سب کچھ اس صورت میں ہے جب کہ قرض خواہ کے پاس قرض کے سوا کوئی دوسرا مال بقدرِ نصاب نہ ہو اور اگر اس کے پاس ایسا مال موجود ہو اور پھر

اسے قرض وصول ہوتو خواہ یہ وصول ہونے والا قرض تھوڑا ہو یا زیادہ اور خواہ وہ قوی قرض ہو یا متوسط یا ضعیف تو اس کا پہلے سے موجودہ مال میں شامل کرنا اور پھر پورے مال کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔

(۴) وہ قرض جس کے ملنے کی توقع نہ ہو یعنی کسی ایسے آدمی پر قرض ہو جو بے ایمان ہوگیا ہو یا ادا کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو یا دیوالیہ ہوگیا ہو تو اس پر زکوٰۃ صرف اس کے ملنے کے بعد واجب ہوگی اور اس وقت اس قرض کی حیثیت مال کے منافع کی ہوگی یعنی اس پر ایک سال گزر جانے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی۔[1]

---

[1] امام مالکؒ کے نزدیک ایسے قرض پر جس کے ملنے کی توقع نہ تھی اگر مل جائے تو ایک سال کی زکوٰۃ نکالی جائے گی۔

مہر اور مشترک مال کی زکوٰۃ

جب تک عورت کو مہر کی کل رقم یا بقدرِ نصاب وصول نہ ہو تو اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں مگر جب وصول ہو جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو دیگر نقدی کی طرح مہر کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔ [۱]

مشترک مال (COMPANY) کی زکوٰۃ

زید اور بکر نے مل کر کوئی کام یا کاروبار شروع کیا یا کمپنی قائم کی تو اس کی دو شکلیں ہیں۔

- ☆ دونوں کی رقم بقدرِ نصاب یا زائد نصاب لگی ہو اس صورت میں دونوں پر اپنے اپنے مال کی زکوٰۃ فرض ہے۔
- ☆ دونوں کی رقم نصاب سے کم لگی ہو اس صورت میں کسی پر زکوٰۃ نہیں خواہ دونوں کی رقم ملا کر بقدرِ نصاب بنتی ہو۔ [۲]

---

[۱] یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا ہے جبکہ امام شافعیؒ کے نزدیک "مہر شوہر کے ذمہ قرض ہے" اس لئے عورت پر ہر سال زکوٰۃ فرض ہے۔ اور ہر سال ادا کرنا ہوگی، امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بھی ہر سال زکوٰۃ فرض ہے لیکن ادائیگی قبضہ کے بعد ہے۔ (المغنی جلد دوم صفحہ ۴۴۷)

[۲] امام شافعیؒ کے نزدیک مشترک مال فرد واحد کی ملک تصور کیا جائے گا اور اگر دونوں فریق کی کل رقم ملا کر بقدرِ نصاب ہو تو زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

بینک اور مسائل زکوٰۃ

بینک میں انسان اپنی جو رقوم جمع کرتا ہے ان کی کئی اقسام ہیں اس لیے ان کے مسائل الگ الگ بیان کئے جاتے ہیں تا کہ ہر ایک کی وضاحت ہو جائے۔

☆ **چالو کھاتہ** (CURRENT ACCOUNT) یہ وہ کھاتہ ہے جس میں جمع شدہ رقم کو کسی بھی وقت نکالا جا سکتا ہے یعنی کھاتہ دار اس رقم کا مکمل مالک و قابض ہے اس لیے اس رقم پر ہر سال زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ ادا نہ کرے گا تو گناہگار ہوگا کیونکہ اس میں ''ملک تام'' موجود ہے جو وجوب زکوٰۃ کے لئے ضروری ہے۔

☆ **آر ڈی** (REGULAR DEPOSIT) یہ وہ کھاتہ ہے جس میں کھاتہ دار ہر مہینہ یا متعینہ وقت پر ایک مقررہ رقم ایک مقررہ وقت تک جمع کرتا ہے اور بینک کی تمام مقررہ حدود کا بھی پابند ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی شخص ہر ماہ ایک ہزار روپے جمع کرتا ہے اور مسلسل پانچ سال کا اس کا بینک سے معاہدہ ہے۔ یعنی پانچ سال سے قبل وہ پیسہ نہیں نکال سکتا حالانکہ وہ اس رقم کا مالک ہے مگر قابض نہیں اس لئے اس رقم پر زکوٰۃ تو ہر سال فرض ہوگی لیکن ادائیگی قبضہ کے بعد ہوگی یعنی تمام سالوں کی زکوٰۃ رقم مل جانے پر یکمشت ادا کرنا ہوگی۔

☆ **ایف ڈی** (FIXED DEPOSIT) یہ وہ کھاتہ ہے جس میں ایک مقررہ رقم متعینہ مدت کے لئے جمع کی جاتی ہے۔ مثلاً کسی شخص نے ایک لاکھ روپے بینک

میں اس شرط کے ساتھ جمع کیئے کہ وہ انہیں پانچ سال بعد نکالے گا۔ اس طرح کے کھاتوں میں بھی چونکہ جمع کرنے والا مالک تو ہے مگر قابض نہیں ہے اس لئے رقم کا مالک ہونے کی حیثیت سے اس پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہوگی البتہ ادائیگی قبضہ کے بعد ہوگی یعنی رقم مل جانے پر تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی۔

☆ **پروویڈینٹ فنڈ** (PROVIDENT FUND) وہ رقم جو حکومت اپنے ملازمین کی تنخواہ میں سے تھوڑا تھوڑا جمع کرتی ہے اور ملازم کے ریٹائرمنٹ پر یا درمیانِ ملازمت وفات پا جانے کی صورت میں معقول سود کے ساتھ ادا کرتی ہے پروویڈینٹ فنڈ کہلاتی ہے۔ چونکہ یہ رقم بھی ملازم کی اپنی ہی ہے اس لئے ملک تو پائی جاتی ہے لیکن قبضہ نہیں پایا جاتا اس لئے اس پر بھی تمام سالوں کی زکوٰۃ واجب ہوگی البتہ ادائیگی قبضہ کے بعد ہی ہوگی۔[1]

☆ **بیمۂ زندگی** (LIFE INSURANCE) اس قسم کے کھاتوں میں ایک متعینہ رقم ایک متعینہ وقفہ سے، ایک مقررہ وقت تک جمع کی جاتی ہے۔ اس میں بھی رقم مالک کی ہے قبضہ کمپنی کا ہے۔ اس لیے زکوٰۃ تو سارے سالوں کی فرض ہے مگر ادائیگی قبضہ کے بعد ہوگی۔

قبضہ شریعت کی اصطلاح میں حقِ تصرف کے حصول کو کہتے ہیں نہ کہ پیسہ جیب میں آ جانے کو۔ پس جس وقت مالک کو تصرف کا حق حاصل ہو جائے اس کو زکوٰۃ ادا کر دینا چاہئے تاخیر موجب گناہ ہے۔

بینک کے تمام کھاتوں کی رقوم پر اس وقت سے زکوٰۃ فرض ہوگی جب رقوم نصاب کو پہنچ جائیں۔ نصاب سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہوتی۔

☆ **سود کی رقم پر زکوٰۃ**: بینک میں رکھی ہوئی تمام رقوم پر سود ملتا ہے۔ کسی

---

[1] مالکیہ کے نزدیک PF پر ایک سال کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ جبکہ اسے لیا جا سکتا ہو مگر اس کے لینے میں دیر کی جائے تو اس صورت میں اتنے سالوں کی زکوٰۃ ضروری ہے جتنے سال اسے لینے میں تاخیر ہوگی۔

پر کم کسی پر زیادہ لیکن ملتا سبھی پر ہے۔ اس صورت میں واپس ملنے والی پوری رقم پر زکوٰۃ ہے یا صرف اصل رقم پر تو اس کی دو شکلیں ہیں۔

☆ ایک تو یہ کہ کھاتہ دار کو علم نہیں ہے کہ اس میں کتنا سود ہے اور کتنا اصل دونوں خلط ملط ہیں تو پوری رقم پر زکوٰۃ ہوگی۔

☆ دوسرے یہ کہ اصل اور سود کو الگ الگ بیان کر دیا گیا ہے یعنی کھاتہ دار کو اس کا علم ہے کہ اس میں کتنا اصل ہے اور کتنا سود ہے تو صرف اصل پر زکوٰۃ واجب ہوگی سود پر نہیں کیونکہ علماء کے نزدیک حرام مال پر کوئی صدقہ نہیں بلکہ ایسے مال کو سارے کا سارا غرباء میں بغیر ثواب کی نیت تقسیم کرنا ضروری ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا:

لَاصَدَقَةَ فِیْ غُلُولٍ (ترمذی)

''مالِ حرام میں کوئی صدقہ نہیں۔''

فقہ کی مشہور کتاب ''غنیۃ'' میں درج ہے۔

لَوْکَانَ الْخَبِیْثُ نِصَاباً لَایَلْزَمُهُ الزَّکوٰةُ لِأَنَّ الْكُلَّ وَاجِبُ التَّصَدُّقِ عَلَیْهِ وَلَایُفِیْدُ اِیْجَابُ التَّصَدُّقِ بِبَعْضِهٖ۔

''اگر پورا نصاب مال حرام ہی ہے تو اس کے ذمہ زکوٰۃ نہیں ہوگی کیونکہ اس تمام مال کو صدقہ میں دے دینا ضروری ہے۔ پھر اس کے ایک حصہ پر زکوٰۃ واجب کرنے کا کیا حاصل۔''

عشراوراس کے مسائل

حکم: عشر بھی زکوٰۃ کی طرح فرض ہے جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا أَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ۔ (البقرہ:۲۶۷)

"اے ایمان والو! جو مال تم نے کمایا ہے اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لئے نکالا ہے اس میں سے بہتر حصہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔"

نیز دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے

وآتوحقه يوم حصاده۔ (الانعام ۴۲)

"اور فصل کے کٹنے کے دن اللہ کا حق ادا کرو۔"

قرآن کے علاوہ احادیث میں بھی زمینی پیداوار میں زکوٰۃ (عشر) کا ثبوت ملتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو زمین آسمان یا قدرتی چشموں سے سیراب ہو۔ اس پر عشر (دسواں حصہ) زکوٰۃ ہے اور جو زمین مصنوعی ذریعوں سے سیراب کی جاتی ہو اس پر نصف عشر (بیسواں حصہ) زکوٰۃ ہے۔"
(بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ، ترمذی)

وجوب کی شرطیں: جن لوگوں کے اموالِ تجارت یا نقدی وغیرہ میں زکوٰۃ ہے انہیں افراد پر ان کی زمینی پیداوار پر زکوٰۃ ہے۔

عدم وجوب کی شرائط: جن پر زکوٰۃ واجب نہیں ان پر عشر بھی واجب نہیں۔

عشر کن چیزوں پر ہے: عشر ان تمام چیزوں پر ہے جو زمین سے پیدا ہوتی ہوں خواہ وہ غلّہ ہو، پھل ہو، سبزی ہو۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِنَ الْاَرْضِ

''اور جو چیزیں ہم نے تمہارے لئے زمین سے پیدا کی ہیں۔''

نیز دوسری آیت میں بھی جس میں زکوٰۃ کو لفظِ حق سے تعبیر کیا گیا ہے کسی قسم کا امتیاز نہیں ہے۔

وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ

''اور اس کا حق فصل کے کٹنے کے دن ادا کردو۔''

قرآن پاک کے علاوہ احادیث میں بھی اس قسم کی کسی تفریق کا ذکر نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔

فِيْمَا سَقَتِ السماءُ العُشْر وفيما سَقٰى بالنفح نِصْفُ العشرِ

''جو پیداوار قدرتی بارش سے ہوئی ہو، اس میں عشر ہے اور جن کو آبپاشی کے ذریعہ سیراب کیا گیا ہو ان میں نصف عشر ہے۔''

مندرجہ بالا احادیث اور قرآنی آیات کی روشنی میں امام اعظمؒ کا مسلک درج ذیل ہے۔

زمین کی ہر پیداوار پر زکوٰۃ ہے بشرطیکہ اس کی کھیتی سے زمین کو ترقی دینے اور اسے مزید کاشت کے لئے بنانے کا مقصد پیش نظر رہتا ہو۔ اس لحاظ سے زمین سے اگنے والی چیزوں میں صرف بانس، گھاس، ایندھن اور وہ پیڑ مستثنیٰ ہیں جو کوئی پھل نہ دیتے ہوں اسی لئے سبزیوں پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ مستثنیٰ اشیاء کی کاشت اگر بغرض تجارت کی جاتی ہے تو پھر یہ اموال تجارت میں شمار ہوں گی اور ان سے حاصل شدہ رقم پر دیگر شرائط کے ساتھ زکوٰۃ واجب ہوگی۔[1]

---

[1] امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک غلے اور پھل کی ایسی تمام اجناس پر زکوٰۃ واجب ہے جو لوگوں کی عام غذا کے طور پر استعمال ہوتی ہوں اور جنہیں ذخیرہ کیا جا سکتا ہو اور وہ خشک کی جا سکتی ہوں (بقیہ صفحہ اگلے پر)

نصاب: عشر کا کوئی نصاب نہیں جتنی مقدار میں بھی پیداوار ہوگی اس پر عشر واجب ہوگا۔ کیونکہ حدیث فِيمَا سَقَتِ السماءُ العُشر میں کسی نصاب کا ذکر نہیں بلکہ ایک عام حکم دیا گیا ہے اور نہ ہی ان چیزوں پر حولان حول کا اعتبار کیا جاتا ہے کیونکہ قرآن میں وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ (اور ان کا حق کٹنے کے دن دے دو) کا حکم ہے۔[1]

شرح: اگر پیداوار قدرتی بارش سے ہوئی ہو تو پیداوار کا عشر (دسواں حصہ $\frac{1}{10}$) اور اگر پیداوار آبپاشی سے سیراب کیا گیا تو نصف عشر (بیسواں حصہ $\frac{1}{20}$) اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ حدیث میں واضح طور پر فرمایا گیا ہے۔

فِيمَا سَقَتِ السماءُ العُشر وفيما سَقَى بالنفح نِصفُ العشرِ

''جن چیزوں کو بارش نے سیراب کیا اس میں عشر اور جن چیزوں کو آبپاشی کے ذریعہ سیراب کیا گیا ان میں نصف عشر ہے۔''

متفرق مسائل

☆ اگر کاشت بارش سے زیادہ اور آبپاشی سے کم کی گئی ہو تو بارش کا حکم مان کر عشر واجب ہے۔

☆ اگر آبپاشی سے زیادہ اور بارش سے کم ہو تو آبپاشی کا حکم مان کر نصف عشر واجب ہے۔

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ کا) اسی لئے دونوں ائمہ کے نزدیک سبزیوں پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ انہیں ذخیرہ نہیں کیا جا سکتا۔ اخروٹ، بادام اور پستہ پر زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ عام غذا نہیں صاحبین بھی سبزیوں پر زکوٰۃ کے قائل نہیں۔ آج کے دور میں جبکہ کولڈ اسٹور کے ذریعہ بہت سی سبزیوں، آلو، پیاز وغیرہ کو ذخیرہ کر لیا جاتا ہے تو امام ابوحنیفہ کا مسلک ہی زیادہ صحیح معلوم پڑتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[1] دیگر ائمہ کے نزدیک زرعی پیداوار کا نصاب ۵ وسق ہے کیونکہ متفق علیہ حدیث ہے کہ ليس فيما دون خمسة اوسق صدقة (پانچ وسق سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے) امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس حدیث میں لفظ وسق اموال تجارت کے لئے ہے کیونکہ اس دور میں وسق کا پیمانہ اموال تجارت کی خرید وفروخت کے لیے تھا ایک وسق چالیس درہم کا ہوتا ہے اس لیے حدیث کے مطابق ۵ وسق ۲۰۰ درہم کے برابر ہو جائے گا جو کہ چاندی کا نصاب ہے۔

☆ اگر دونوں برابر ہیں تو اس پیداوار پر عشر ادا کرنا ہوگا۔

☆ فرض کرو کہ ایک کسان کے پاس ۲۰ کوئنٹل غلہ پیدا ہوا۔ اگر بارش سے کاشت ہوئی ہو تو ۲۰ کا $\frac{1}{10}$ یعنی ۲ کوئنٹل زکوٰۃ ہوگی۔

☆ اگر آبپاشی سے کاشت ہوئی ہو تو۔ ۲۰ کا $\frac{1}{20}$ یعنی ایک کوئنٹل زکوٰۃ ہوگی۔

☆ اگر پیداوار آدھی بارش سے اور آدھی آبپاشی سے ہوئی ہو تو عشر کا $\frac{3}{4}$ یعنی

$\frac{1}{20} \times \frac{1}{10} \times \frac{3}{4} = \frac{3}{2} = 1\frac{1}{2}$ کوئنٹل دینا ہوگا۔

☆ پیداوار کی زکوٰۃ (عشر) کٹنے کے دن ادا کر دینا چاہیے۔ اس پر سال گزرنا شرط نہیں۔

☆ واجبات اور اخراجات کو الگ کیے بغیر زکوٰۃ ادا کی جائے۔

☆ پیداوار کے مالک کو ہی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی خواہ وہ زمین کا مالک نہ ہو مثلاً لیز اور پٹے پر زمین دینے کا ہمارے ملک میں عام رواج ہے۔ اس صورت میں زکوٰۃ پیداوار کے مالک پر ہی لازم آتی ہے۔ البتہ مالک زمین پر اس زمین کے کرائے سے موصول ہونے والی نقدی پر زکوٰۃ اپنے شرائط کے ساتھ واجب ہوگی۔

☆ جس چیز کی پیداوار ہو وہی چیز زکوٰۃ میں دی جائے گی۔

☆ جس چیز کو جس حال میں تولا یا ناپا گیا ہو اسی حال میں اس کی زکوٰۃ ادا کرنا ہوگا۔ مثلاً: دھان کی فصل ہوئی اور بھوسہ کو الگ کیے بغیر ہی اس کا وزن کیا گیا تو مع بھوسے کے زکوٰۃ دینا ہوگی اور اگر چاول بنا کر وزن کیا گیا تو چاول دینا ہوں گے۔ اسی طرح کسی نے ادرک کی کاشت کی اور اس کو سکھایا۔ سکھانے کے بعد اس کا وزن کیا تو سوکھا ادرک ہی کو زکوٰۃ میں دینا ہوگا گیلے ادرک کو زکوٰۃ میں نہیں دیا جائے گا۔

صدقۂ فطر

فطرہ: دراصل افطار کے ہم معنی ہے۔ دونوں کا مادہ ''فطر'' ہے۔ جس طرح روزہ مکمل ہونے پر شام کو افطار کیا جاتا ہے اسی طرح ماہِ رمضان کی تکمیل پر صدقہ فطر ادا کیا جاتا ہے۔

حکم: صدقۂ فطر ہر صاحب نصاب مسلمان پر واجب[1] ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا

''مالداری کی حالت کے بغیر کوئی صدقہ نہیں۔''

صدقۂ فطر ہر آزاد و غلام، مرد و عورت، ہر چھوٹے بڑے پر واجب ہے حتیٰ کہ عید کا چاند دیکھنے کے بعد اور نمازِ عید سے پہلے بھی جو بچہ پیدا ہوا ہو تو اس پر بھی صدقۂ فطر واجب ہے۔

☆ صدقۂ فطر سرپرست پر واجب ہوتا ہے اور اس کو اپنے زیرِ سرپرستی (جن کا وہ کفیل ہو) نفوس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا ضروری ہے۔ مثلاً بیوی کا صدقۂ فطر شوہر کے ذمہ ہے۔ بچوں کا صدقۂ فطر باپ کے ذمہ ہے۔ اگر کوئی نوکر یا خدمت گار ہو تو اس کی طرف سے صدقۂ فطر مالک کو ادا کرنا ضروری ہے۔

مقدار: صدقۂ فطر اگر گندم کی صورت میں دیا جائے تو نصف صاع دیا جائے گا۔ گندم کے علاوہ دیگر اشیاء ایک صاع دی جائیں گی۔ ہندوستانی اوزان کے لحاظ سے نصف صاع ۶۶۶۔۱ کلوگرام اور ایک صاع ۳۳۲۔۳ کلوگرام[1] ہے۔ گویا کہ فی کس صدقۂ

[1] دیگر ائمہ کے نزدیک صدقۂ فطر فرض ہے۔ شوافع، حنابلہ کے نزدیک ہر کسی پر فرض ہے خواہ وہ امیر ہو یا غریب، چاہے اسے قرض لے کر ادا کرنا پڑے۔ مالکیہ کے نزدیک اگر ایک دن رات کی خوراک سے زائد مال کسی کے پاس ہے تو اس پر صدقۂ فطر فرض ہے۔ (المغنی جلد ۲ صفحہ ۶۴۹)

فطر کی مقدار گیہوں کے لئے ۶۶۶.۱کلوگرام اور دیگر چیزوں کے لئے ۳۳۲.۳ کلوگرام ہے۔ حضرت ابوصغیرؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

''دو آدمیوں کے درمیان ایک صاع گندم صدقۂ فطر ہے۔'' (ابوداؤد)

عمرو بن شعیب اپنے والد دادا کے ذریعہ نقل کرتے ہیں کہ نبیؐ نے مکہ کی گلیوں میں ایک اعلان کرایا کہ ''صدقۂ فطر ہر چھوٹے بڑے اور مرد وعورت مسلمان پر گندم کا نصف صاع یا کھانے کی دوسری اشیاء کا ایک صاع واجب ہے۔'' (ترمذی)

صدقۂ فطر میں کن چیزوں کو دیا جائے: تمام خوردنی اشیاء جن کا استعمال بطور غذا کیا جاتا ہو ان کو صدقۂ فطر میں دیا جا سکتا ہے۔ البتہ قیمتی سے قیمتی چیز دینا افضل ہے یا اس شئی کی قیمت دے دی جائے تو اور بھی بہتر ہے۔ [۲]

صدقۂ فطر کب واجب ہوتا ہے؟: عید کے دن طلوع فجر کے بعد صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔ البتہ نمازِ عید سے پہلے پہلے ادا کرنا افضل ہے۔ [۳]

متفرق مسائل

☆ صدقۂ فطر نماز عید سے پہلے ادا کر دینا چاہئے البتہ اگر کوئی عید کی نماز سے پہلے ادا نہ کر سکے تو اسے نماز کے بعد ادا کر دینا چاہئے۔

☆ صدقۂ فطر پیشگی بھی ادا کرنا جائز ہے۔

☆ صدقۂ فطر کے بھی مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں۔

☆ صدقۂ فطر کا غریبوں اور محتاجوں کو دینا افضل ہے۔

---

[۱] دیگر تینوں ائمہ کے نزدیک گندم کا بھی صدقہ فطر ایک صاع ہے۔ (المغنی جلد۲ صفحہ ۶۴۹)

[۲] امام شافعیؒ کے نزدیک عشر والی اشیاء سے صدقہ فطر دینا جائز ہے۔ قیمت دینا جائز نہیں۔ امام مالکؒ کے نزدیک کھجور کا دینا افضل ہے قیمت کا دینا مکروہ ہے۔ امام حنبلؒ کے نزدیک بھی کھجور کا دینا افضل ہے مگر قیمت کا دینا جائز نہیں ہے۔ [۳] بعض ائمہ کے نزدیک عید کا چاند دیکھ کر صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے۔

نفلی صدقات

فرض وواجب صدقات کے علاوہ نفلی صدقات کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔ جس طرح فرض نمازوں کی کوتاہیوں، خامیوں اور کمیوں کی تلافی نفلی نماز سے ہوسکتی ہے۔ اسی طرح نفلی صدقات سے فرض صدقات کی کوتاہیوں کی تلافی ہوسکتی ہے۔

نفلی صدقات کیا ہیں؟ کس مقدار میں ہیں؟ کب ادا کئے جائیں؟ یہ ایک بے فائدہ بحث ہے بس اتنا یاد رکھیے کہ فرض وواجب صدقات کے علاوہ ہر صدقہ نفلی ہے اور ہر مقدار میں ادا کیا جاسکتا ہے۔

فرض وواجب صدقات قیمت یا جنس سے ہی ادا ہوتے ہیں جبکہ نفلی صدقات جسم وجان، مال ودولت، اور علم وفن سے بھی ادا کئے جاسکتے ہیں۔ اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا بھی صدقہ ہے۔ راہ سے تکلیف دہ چیز کا کنارے کر دینا بھی صدقہ ہے۔ کسی نیک کام کا ارادہ بھی صدقہ ہے۔ کسی مصیبت زدہ انسان کو سہارا دینا بھی صدقہ ہے۔ اللہ کی حمد وثنا کرنا بھی صدقہ ہے۔ برائی سے باز رہنا بھی صدقہ ہے۔ غرض فرض وواجبات کے علاوہ اپنے مال، اپنے جسم اور اپنے علم سے کسی بھی انسان کو فائدہ پہنچانا صدقہ ہے۔ اس سلسلہ میں قرآن وحدیث میں بہت فضیلت اور تاکید بیان کی گئی ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (البقرہ:۲۶۱)

''جولوگ اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیں نکلیں اور ہر بالی میں سو دانے ہوں، اس طرح اللہ جس کے عمل کو چاہتا ہے دو چند کر دیتا ہے وہ فراخ اور علیم ہے۔''

اس کے علاوہ متعدد مقامات پر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی تاکید اور فضیلت بیان کی گئی ہے جس کا یہاں احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن پاک کے علاوہ احادیث میں بھی متعدد اسالیب میں صدقات پر ابھارا گیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا:

''صرف دو قسم کے افراد پر رشک ہو سکتا ہے۔ ایک اس آدمی پر جس کو اللہ نے مال دیا اور اسے راہِ حق میں خرچ کرنے کی توفیق دی۔ دوسرا وہ جس کو علم و حکمت سے نوازا گیا اور وہ اس علم سے لوگوں کے فیصلے کرتا اور اسے دوسروں کو سکھاتا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

''کسی صدقہ نے مال کو کم نہیں کیا۔'' (مسلم)

صدقہ کرنے والے کے لئے فرشتے بھی دعا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا:

''کوئی ایسا دن نہیں جو لوگوں پر آتا ہو مگر اس میں دو فرشتے اترتے ہیں ان میں سے ایک کہتا ہے: ''اے اللہ (حق کی راہ میں) خرچ کرنے والے کو نیک اولاد دے'' اور دوسرا کہتا ہے۔ ''اے اللہ کنجوس کو ایسی اولاد دے جو اس کے مال کو برباد کر دے۔'' (متفق علیہ)

اللہ کے راستہ میں دل کھول کر خرچ کیجیے۔ خرچ کرنے کے بعد تنگی محسوس نہ کیجیے۔ جس شخص کو آپ نے کوئی چیز دی ہے اس سے کوئی بدلہ نہ چاہیے۔ اسے کوئی اذیت نہ دیجیے۔ اس پر احسان نہ جتایئے۔ صحابہؓ کرامؓ اپنی ضرورتوں کو روک کر دوسروں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے۔

مصارفِ زکوٰۃ وعشر

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوٰۃ کا بیان ان آیات میں کیا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (سورہ توبہ:۶۰)

''یہ صدقات تو صرف فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں اوران لوگوں کے لیے ہیں جو صدقات کے کام پر مامور ہوں اوران کے لیے ہیں جن کی تالیفِ قلب مقصود ہواور گردنوں کے چھڑانے اور قرض داروں کی مدد کرنے کے لیے ہیں اور خدا کی راہ میں اور مسافر کے لیے ہیں۔ یہ فریضہ خدا کی طرف سے ہےاور اللہ سب کچھ جاننے والا اوردانا وبینا ہے۔''

اس آیت سے زکوٰۃ خرچ کرنے کی آٹھ مدات معلوم ہوئیں۔

(۱)فقراء،(۲)مساکین،(۳) عاملین زکوٰۃ،(۴) مؤلفۃ القلوب،(۵) رقاب،(۶)غارمین،(۷)فی سبیل اللہ،(۸)ابن السبیل۔

زکوٰۃ کو مندرجہ بالا آٹھ مدوں کے علاوہ کسی بھی مد میں صرف کرنا جائز نہیں۔البتہ ان مدات کے ذیل میں اگر کوئی حاجت آتی ہوتو خرچ کیا جاسکتا ہے۔جیسے دینی تعلیم کا مسئلہ ہے جوفی سبیل اللہ کے ذیل میں آسکتا ہے۔ان مدات کی تفصیل یہ ہے۔

تفصیل:

(۱)**فقیر**:وہ انسان جوکسی مجبوری کی وجہ سے دوسروں کی مدد کامحتاج ہو''فقیر''

کہلاتا ہے۔ جیسے کوئی بوڑھی بیوہ کہ اس کی گزراوقات کا دوسرا کوئی انتظام نہ ہو، معذور اور اپاہج کہ کسب معاش کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، ایسا ضعیف کہ روزگار کی صلاحیت نہ ہو اور گزارہ کا انتظام نہ ہو۔ یتیم بچے جن کے پاس وراثت کا مال نہ ہو۔ ایسے لوگ جو بے روزگار ہوں اور روزگار کرنا چاہتے ہوں ایسے تمام لوگ فقیر کے ضمن میں آتے ہیں۔

(۲) **مسکین**: وہ غریب لوگ جو بہت خستہ حال ہوں لیکن خودداری اور شرم وحیا کے باعث کسی سے نہ کہہ سکتے ہوں۔ رزق حلال کے لیے دوڑ دھوپ تو کرتے ہوں لیکن پھر بھی ان کی ضروریات اصلیہ پوری نہ ہوتی ہوں "مسکین" کہلاتے ہیں۔ حدیث میں اللہ کے رسولؐ نے مسکین کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے۔

اَلَّذِیْ لَایَجِدُ غِنًی یُغْنِیْهِ وَلَایُفْطِنُ لَهٗ فَیَتَصَدَّقَ وَلَایَقُوْمُ فَیَسْأَلَ النَّاسَ

"جو نہ اپنی ضرورت بھر مال پاتا ہے نہ (اپنی خودداری کی وجہ سے) پہچانا جاتا ہے کہ لوگ اس کی مالی امداد کریں اور نہ کھڑے ہوکر لوگوں سے مانگتا ہے۔" (بخاری ومسلم)

(۳) **عاملین زکوٰۃ**: وہ لوگ جو زکوٰۃ وصول کرتے ہیں یا اس کی تقسیم کرنے کے کام پر مامور ہوں ان کی تنخواہیں زکوٰۃ سے دی جائیں گی۔ کرایہ، سفرخرچ، دفتر وغیرہ کا کرایہ، اسٹیشنری کے اخراجات، سب کچھ زکوٰۃ سے ہی ادا کئے جاسکتے ہیں۔ خواہ عاملین مال دار ہوں یا غریب، مستحق زکوٰۃ ہوں یا نہ ہوں۔ وصول زکوٰۃ سے متعلق تمام اخراجات زکوٰۃ فنڈ سے دیے جائیں گے۔

اسلامی حکومت میں باقاعدہ عاملین مقرر ہوتے ہیں۔ البتہ ہندوستان جیسے سیکولر ملک میں زکوٰۃ کی وصولیابی کا منظم اور سرکاری سطح پر کوئی انتظام نہیں ہے۔ ایسی شکل میں پرائیویٹ طور پر کام کرنے والی سوسائٹیاں، جماعتیں اور تنظیمیں اگر اس کا انتظام کرتی ہیں اور ان کی طرف سے کوئی زکوٰۃ وصول کرنے جاتا ہے تو اس کا حکم عاملین ہی کا ہوگا۔

''حضرت بسر بن سعیدؓ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن سعدی مالکیؒ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت عمرؓ نے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کرنے کے کام پر لگایا جب میں کام سے فارغ ہوا اور میں نے مال ان کے حوالہ کردیا تو انہوں نے حکم دیا کہ مجھے اجرت دی جائے میں نے عرض کیا: ''میں نے اللہ کے لیے کام کیا ہے۔'' فرمایا: ''جو کچھ تمہیں دیا جائے اسے لے لو اس لیے کہ میں نے بھی نبیؐ کے زمانے میں (صدقات جمع کرنے کا) کام کیا تھا۔ آپؐ مجھے اجرت دینے لگے تو میں نے بھی وہی بات کہی جو تم نے کہی ہے اس پر نبیؐ نے مجھ سے فرمایا: ''اگر تمہیں کوئی چیز تمہارے سوال کرنے کے بغیر دی جائے تو اسے لے کر کھاؤ پیو اور اس میں سے خیرات کردو۔'' (بخاری و مسلم)

(۴) **مؤلفة القلوب**: اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا دل جیتنا مقصود ہو۔ اسلام اور اسلامی مملکت کے لیے وہ خطرہ بن سکتے ہوں۔ مسلمانوں کو نقصان پہنچا سکتے ہوں تو زکوٰۃ کی مد سے ان کی مدد کرکے ان کے دل جیتے جاسکتے ہیں۔ اسلام سے دشمنی کو محبت میں بدلا جاسکتا ہے۔ ان کے نقصان کو مفاد میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ ایسے لوگ کافر اور مسلمان

---

[۱] اس مد میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ یہ مد حضرت ابوبکرؓ کے دور میں ہی حضرات صحابہؓ نے ختم کردی ہے اور اب ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ چونکہ ابتداء میں اسلامی تحریک کمزوری کے دور سے گزر رہی تھی اس لیے آپؐ نے لوگوں کی تالیف کے لیے صدقہ دیا بعد میں جب اسلامی تحریک طاقت ور ہوگئی تو اس مد کو بند کردیا گیا۔ یہی مسلک امام مالکؒ کا ہے البتہ امام شافعیؒ اور بعض مالکیہ کے نزدیک اس مد سے مسلمانوں کی تو تالیف کی جاسکتی ہے کافر کی نہیں۔ امام حسن بصریؒ، زہریؒ اور احمد بن حنبلؒ کے نزدیک یہ مد آج بھی قائم و دائم ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

ہندوستان جیسے ملک میں جہاں مسلمانوں کی جان و مال عزت و آبرو خطرہ میں ہے اور جہاں اسلامی تحریک باطل تحریک کے مقابلے میں کمزور ہے وہاں اس مد کو کھلا رکھنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

دونوں ہو سکتے ہیں۔ احناف کے نزدیک ایسے لوگوں کو زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی ہے۔[1]

(۵) غلام کو آزاد کرنا: اگر کوئی غلام اپنے مالک سے یہ معاہدہ کرے کہ وہ اتنی رقم دے کر آزادی حاصل کر لے تو ایسے غلام کو شریعت کی زبان میں "مکاتب" کہتے ہیں۔ مکاتب کو آزادی حاصل کرنے کے لیے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ البتہ اپنی جانب سے کسی غلام کو خرید کر آزاد کر دینے میں زکوٰۃ صرف نہیں کی جا سکتی۔[1]

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا:

> "تین شخص ایسے ہیں جن کی مدد کرنا اللہ پر حق ہے (یعنی اللہ ان کی ضرور مدد کرتا ہے) ایک اللہ کی راہ میں جنگ کرنے والا، دوسرا وہ مکاتب جو اپنی رقم ادا کرنا چاہتا ہے۔ تیسرا وہ شخص جو پاکدامنی حاصل کرنے کے لیے نکاح کرتا ہے۔" (ترمذی، احمد، نسائی، ابن ماجہ)

(۶) قرضدار: قرضداروں کے قرضوں کی ادائیگی کے لیے زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ یہ اس صورت میں ہے کہ قرضدار کوشش کے باوجود قرض ادا نہ کر سکتا ہو۔ فرض کیجیے کسی کے اوپر 20000 کا قرض ہے اور اگر وہ 20000 روپے ادا کر دیتا ہے تو فاقہ کی نوبت آ جائے گی۔ ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔[2]

قرضدار کے پاس اگر اس کے رہائشی مکان کے علاوہ غیر زرعی خالی آراضی ہے اور وہ اس کو بیچ کر قرض ادا کر سکتا ہے تو اس کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی۔ البتہ رہائشی اور استعمال میں آنے والی کسی شئی کو نہیں بیچا جائے گا۔

(۷) فی سبیل اللہ: (اللہ کی راہ میں) اس سے مراد عام طور پر باطل سے

---

[1] یہ امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک اپنی جانب سے خرید کر آزاد کرنے میں زکوٰۃ دی جائے گی مکاتب کو نہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ دونوں شکلوں میں جائز قرار دیتے ہیں۔

[2] یہ مسلک چاروں ائمہ کا ہے جبکہ حسن بصری اور دیگر فقہا کے نزدیک جس آدمی نے بداعمالیوں اور فضول خرچیوں پر اپنا مال اڑا کر اپنے آپ کو قرضداری میں مبتلا کر لیا ہو اس کی مدد نہ کی جائے جب تک وہ توبہ نہ کر لے۔ (نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۴۴)

جنگ کرنا ہے اور یہ لفظ جہاد کا مترادف ہے اور اس طرح ضرورت مند مجاہدین کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔[1]

اس کے علاوہ اس سے مراد تمام وہ کوششیں ہیں جو اسلام کو غالب کرنے، اس کی اشاعت کرنے اور اس کی حفاظت کرنے کے لیے کی جائیں۔ یہ سب جہاد ہی ہے خواہ وہ تلوار سے ہو، قلم سے ہو یا زبان سے ہو۔ اللہ کی راہ میں کی جانے والی تمام کوششیں اس ضمن میں آتی ہیں۔

اسلامی تعلیم کے لئے مدارس کھولنا، نیز طلبا کو وظائف دینا بھی اس میں شامل ہے اور اس مد میں بھی زکوٰۃ لگائی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ زکوٰۃ صرف مستحق طلبا پر ہی خرچ کی جاسکتی ہے غیر مستحق طلبا پر زکوٰۃ صرف کرنا جائز نہیں۔ مستحق طلبا وہ ہیں جن کے ماں باپ یا سرپرست مستحقِ زکوٰۃ ہوں۔

(۸) **ابن السبیل**: مسافر کو عربی زبان میں ''ابن السبیل'' کہتے ہیں۔ مسافر کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

☆ مسافر خواہ مال دار ہو یا غریب اگر سفر میں اس کو مدد کی ضرورت ہے تو اس کو زکوٰۃ دی جائے گی۔

☆ آج کل کچھ ٹھگ قسم کے لوگ گھومتے پھرتے ہیں جو مساجد میں آکر اپنے کو مسافر بتلاتے ہیں اور اپنی جیب کے کٹ جانے کا رونا روتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے بہتر یہ ہے کہ ان کی منزل کا پتہ معلوم کر کے ان کو ریل یا بس کا ٹکٹ دے دیا جائے اور دوران سفر کے لیے کچھ مدد کر دی جائے۔

---

[1] امام شافعیؒ کے نزدیک ضرورت مند کی شرط نہیں ان کا مسلک یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہر شخص کے لیے زکوٰۃ کا لینا جائز ہے۔

جن کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں

سات قسم کے لوگوں کو زکوٰۃ دینا اور لینا جائز نہیں ان کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور دوبارہ دینا ہوگی۔

(۱) **والدین**: اس بات پر تقریباً تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ ماں باپ، دادا، دادی، پردادا، پردادی اور اسی طرح اوپر تک، نانا، نانی، پرنانا پرنانی اور اسی طرح اوپر تک کے رشتہ داروں کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی کیونکہ ماں باپ دادا داری یا نانا نانی اور اسی طرح اوپر کے رشتہ داروں کے نفقہ کی ذمہ داری انسان پر عائد ہوتی ہے کہ جس طرح وہ اپنی اولاد کے نفقہ کا ذمہ دار ہے اسی طرح اپنے ماں باپ اور ان کے ماں باپ کے نفقہ کا بھی ذمہ دار ہے۔[۱]

(۲) **اولاد**: اولاد خواہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں ان کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی اسی طرح پوتوں پڑپوتوں، نواسوں پرنواسوں یا اسی نسبت سے نیچے تک کے بچوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں کیونکہ ماں باپ ان کے نفقہ کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں۔[۲]

(۳) **بیوی**: اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ بیوی کو زکوٰۃ دینا ناجائز ہے کیونکہ بیوی کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ فرض ہے۔

(۴) **شوہر**: کسی عورت کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کو اپنی زکوٰۃ ادا کرے کیونکہ اس طرح گھر کا مال گھر میں ہی رہ جاتا ہے۔[۱]

---

[۱] رضاعی والدین کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

[۲] امام مالک کے نزدیک دادادادی اور نانانانی کے اوپر کے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے اور اسی طرح پوتوں اور نواسوں کے نیچے کے رشتہ داروں کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ (فقہ السنہ اول صفحہ ۲۶۲)

(۵) صاحب نصاب خوشحال لوگوں کو: ایسے لوگ جو صاحب نصاب ہیں شریعت کی اصطلاح میں وہ غنی کہلاتے ہیں ان لوگوں کو زکوٰۃ کا دینا جائز نہیں۔ [۲]

(۶) غیر مسلم کو: غیر مسلم کو زکوٰۃ نہیں دی جائے گی اس مسئلہ میں سب ائمہ متفق ہیں۔ البتہ تالیفِ قلب کے لیے مولفۃ القلوب کی مد سے غیر مسلم کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔

(۷) بنو آل محمد کو: حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت حارثؓ کی اولاد کے لیے زکوٰۃ کا لینا حرام ہے۔ یہ سب بنو ہاشم کہلاتے ہیں۔ اسی طرح آپ کے خاندان کے آزاد کردہ غلام اور ان کی اولاد پر بھی زکوٰۃ کا لینا حرام ہے۔ [۳]

> ''حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت حسنؓ نے صدقہ کے پھلوں میں سے ایک پھل اٹھایا اور اسے کھانے لگے تو نبیؐ نے فرمایا ''تھوکو، تھوکو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے۔''

ایک دوسری روایت میں آپ نے اسے لوگوں کے ہاتھوں کا میل بتلاتے ہوئے آلِ محمدؐ پر حرام قرار دیا۔

---

[۱] یہ امام اعظمؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک ہے۔ جبکہ دیگر ائمہ کے نزدیک بیوی اپنے مستحق زکوٰۃ شوہر کو زکوٰۃ دے سکتی ہے۔ (فقہ السنہ صفحہ ۳۱۲)

[۲] امام شافعی کے نزدیک صاحب نصاب کو بھی زکوٰۃ دی جاسکتی ہے مگر اس صورت میں جبکہ اس کا مال اس کی ضرورت کے لحاظ سے ناکافی ہو اور اگر صاحب نصاب کا مال اس کی ضروریات کی تکمیل کر رہا ہو تو اس کو زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

[۳] آل محمدؐ کون ہیں؟ اس سلسلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک بنو ہاشم آل محمدؐ ہیں جبکہ امام شافعیؒ اور دیگر ائمہ کے نزدیک بنو ہاشم اور بنو مطلب اس سے مراد ہیں۔
مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک نبیؐ کے موالی (آزاد کردہ غلام) کے لیے زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ کیونکہ ان میں سبب حرمت عزت وشرت نہیں پایا جاتا۔ (نیل الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۴۱۷)

دیگر مسائل

زکوٰۃ کا سب سے زیادہ مستحق کون؟

یوں تو زکوٰۃ مصارفِ زکوٰۃ میں سے کسی میں بھی دے دی جائے اور جہاں بھی دے دی جائے ادا ہو جائے گی البتہ قریبی رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا زیادہ افضل ہے اور اس میں دوہرا ثواب ہے ایک رشتہ داری کا اور دوسرے صدقہ کا۔

زکوٰۃ کس مقام پر خرچ کی جائے؟

جس جگہ سے زکوٰۃ وصول ہو وہیں اس کو خرچ کیا جائے اِلّا یہ کہ وہاں زکوٰۃ کا مصرف ختم ہو گیا ہو ایسی صورت میں قرب و جوار کا حق زیادہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''ان کے مال داروں سے لو اور ان کے فقراء کو لوٹا دو۔''[1]

اگر مراد آباد کا رہنے والا ممبئی میں کاروبار کرتا ہے تو اس کی زکوٰۃ کے زیادہ مستحق اہل ممبئی ہیں کیونکہ اس نے مال وہیں کے لوگوں سے کمایا ہے۔

زکوٰۃ کب ادا کی جائے؟

☆ زکوٰۃ جب واجب ہو جائے اسی وقت ادا کر دینا چاہئے۔

---

[1] امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک زکوٰۃ جس مقام سے وصول کی جائے اس کے علاوہ دوسرے مقام کے حاجت مندوں میں اس کی تقسیم جائز نہیں ہے۔ دیگر ائمہ کے نزدیک جائز ہے مگر مکروہ ہے۔

☆ بلا وجہ ادائیگی زکوٰۃ میں تاخیر جائز نہیں۔

☆ عذر کی وجہ سے تاخیر جائز ہے۔

☆ کسی بیوہ وغیرہ کو اگر وظیفہ کی شکل میں زکوٰۃ دی جا رہی ہے تو ہر ماہ ایک مقررہ مقدار دینے کی صورت میں تاخیر میں کوئی حرج نہیں۔

☆ اس امر پر اتفاق ہے کہ زکوٰۃ پیشگی بھی ادا ہو جاتی ہے۔

زکوٰۃ کا مال چوری ہونے پر

اگر مالِ زکوٰۃ کی چوری صاحبِ زکوٰۃ کی غلطی یا لاپرواہی سے ہوئی ہو تو زکوٰۃ دوبارہ ادا کرنا ہوگی۔ مثلاً مال باہر رکھا چھوڑ دیا وغیرہ۔ البتہ اگر مال باوجود حفاظت کے چوری میں چلا جائے تو فرض ساقط ہو گیا۔ زکوٰۃ دوبارہ ادا نہ کرنا ہوگی۔

کیا تمام مدوں میں زکوٰۃ دی جائے؟

زکوٰۃ کی رقم کو تمام مدوں میں برابر خرچ کرنا بھی درست ہے اور ایک ہی مد میں تمام زکوٰۃ کا دینا بھی درست ہے۔

کئی سال تک زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا مسئلہ

کوئی شخص صاحبِ نصاب تھا لیکن کسی مجبوری یا لاعلمی یا لاپرواہی کی وجہ سے مسلسل کئی سال تک زکوٰۃ نہ دے سکا تو اس کو چھوٹے ہوئے تمام سالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا چاہئے۔

اگر صاحبِ نصاب مر جائے؟

اگر کوئی صاحبِ نصاب مر جائے تو اس کے مال کی زکوٰۃ نہیں، الّا یہ کہ اس نے وصیت کر دی ہو۔ [1]

---

[1] جمہور فقہا کے نزدیک موت سے زکوٰۃ ساقط نہیں ہوتی۔

حیلہ سازی

زکوٰۃ بچانے کی خاطر اگر کوئی شخص حیلے بہانے کرتا ہے تو وہ گنہگار ہے۔ اس کے حیلے بہانے سے فرض ساقط نہ ہوگا بلکہ حیلہ سازی کا گناہ لازم آئے گا۔ مثلاً کسی کی زکوٰۃ ۱۰۰۰۰ اروپے نکلی۔ اس نے دس ہزارروپے ایک گھڑے میں رکھ کر اوپر سے گیہوں بھر دیئے پھر کسی مستحق کو وہ گھڑا دے دیا۔ جب مستحق نے گھڑا لے لیا تو مالک نے اس سے پوچھا: ''تم اس کو کتنے میں فروخت کر دو گے؟'' اس نے کہا: ''50 روپے میں'' مالک کہنے لگا: ''لاؤ تم کہاں پریشان ہو گے میں ہی تمہیں پچاس روپے دے دیتا ہوں۔'' اس طرح اس نے گھڑا لے لیا۔ یہ حیلہ ہے اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

متفرق مسائل

☆ زکوٰۃ خود یا دوسرے کسی شخص کے ذریعہ بھی نکالی جاسکتی ہے۔
☆ زکوٰۃ میں جنس یا اس کی بازار بھاؤ کے حساب سے قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔
☆ اگر کوئی مستحق زکوٰۃ کسی صاحب نصاب کا مقروض ہے تو صاحب نصاب شخص اس قرضہ کو زکوٰۃ سے وصول نہیں کرسکتا۔
☆ اگر زکوٰۃ کسی رشتہ دار کو دی جارہی ہے اور اندیشہ ہے کہ بتانے سے وہ نہ لے گا تو نہ بتلایا جائے۔
☆ زکوٰۃ لینے والے کو مکمل اختیار ہے کہ وہ اس مال کو اپنی مرضی سے خرچ کرے۔
☆ زکوٰۃ جس شخص کو دی جارہی ہے اس کو زکوٰۃ کا مالک بنانا ضروری ہے۔
☆ حاجت مندوں یا یتیموں کو زکوٰۃ دینے کے بجائے کھانا کھلایا جائے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔
☆ دوسری عبادات کی طرح زکوٰۃ میں بھی نیت ضروری ہے۔
☆ نیت زکوٰۃ نکالتے وقت یا مستحق کو دیتے وقت کرنا چاہئے۔

☆ نیت نہ کرنے کی صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

☆ اگر بھولے سے کسی غیر مستحق کو زکوٰۃ دے دی تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

☆ زکوٰۃ کے مال سے میت کے قرضوں کی ادائیگی جائز نہیں۔

☆ جو زکوٰۃ کے مصارف ہیں وہی عشر اور صدقۂ فطر کے بھی ہیں۔

☆ زکوٰۃ کے مال سے مساجد یا رفاہی کام نہیں کیے جا سکتے۔ اس وقت ہندوستان جیسے ملک میں جہاں اسلام کو سخت خطرات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے اور عطیات کی رقوم کا ملنا بڑا مشکل نظر آتا ہے تو مدارس کے بقا کے لیے ان کی عمارتیں بنانا

☆ زکوٰۃ سے سرکاری یا غیر سرکاری ٹیکس ادا نہیں کیے جا سکتے۔ زکوٰۃ ایک عبادت ہے اور ٹیکس حکومت کی طرف سے عائد کردہ رقم ہے۔

☆ زکوٰۃ و صدقات دینے کے بعد لینے والے پر احسان جتانا ثواب کو ضائع کر دیتا ہے۔

☆ زکوٰۃ ادا کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

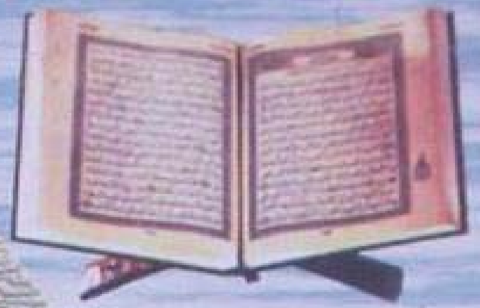
اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا مَغْنَمًا وَّلَا تَجْعَلْھَا مَغْرَمًا۔ (ابن ماجہ)

''اے اللہ تو اسے فائدہ مند بنا، اسے جرمانہ نہ بنا۔''

☆ زکوٰۃ وصول کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی فُلَانٍ۔

''اے اللہ! فلاں (زکوٰۃ دینے والے کا نام لے) کے گھر والوں پر رحمت نازل فرما۔'' (بخاری و مسلم)



عبادات

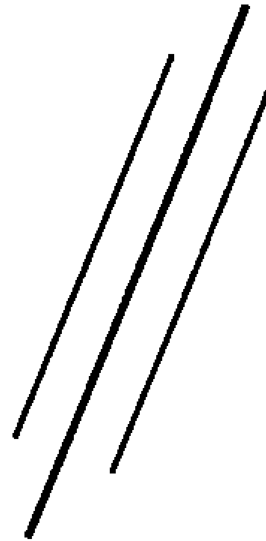
فضائل و مسائل

سراج الدّین ندوی



ملّت اکیڈمی، دہلی

صوم (روزہ)



الصوم لی وأنا اجزی به

روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی

اس کا بدلہ دوں گا

(حدیث قدسی)

روزے کا مفہوم اور حکم

روزہ اسلام کا چوتھا رکن ہے۔ نماز کی طرح روزہ بھی تمام پیغمبروں کی شریعت میں فرض رہا ہے۔ پچھلی جتنی امتیں گزری ہیں سب روزہ رکھتی تھیں البتہ روزوں کی تعداد روزہ رکھنے کے ایام اور ان کے احکام میں ضرور فرق رہا ہے مگر نفسِ روزہ سب امتوں پر فرض تھا۔ آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہر مذہب میں روزہ کسی نہ کسی صورت میں موجود ہے اگرچہ ہر مذہب کے ماننے والوں نے اپنی طرف سے بہت سی باتیں ملا کر اس کی اصل صورت مسخ کر دی ہے۔

روزے کو عربی میں ''صوم'' کہتے ہیں۔ صوم کے لغوی معنی کسی چیز سے رکے رہنے کے ہیں۔ چنانچہ جو شخص کھانے پینے یا گفتگو کرنے سے رکا رہے اسے عربی میں ''صائم'' کہتے ہیں۔ شریعت کی اصطلاح میں صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور جنسی خواہشوں سے رکے رہنے کا نام ''صوم'' (روزہ) ہے۔

روزے کی فرضیت قرآن سے ثابت ہے:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرہ:۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو''۔

بخاری و مسلم کی ایک حدیث ہے:

بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ

مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ۔ (متفق علیہ)

''اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے(۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں(۲) نماز قائم کرنا(۳) زکوۃ دینا(۴) حج کرنا(۵) رمضان کے روزے رکھنا۔''

اس بات پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ ماہِ رمضان کے روزے فرض ہیں۔ مسلمانوں میں سے کسی نے بھی اس سلسلہ میں اختلاف نہیں کیا۔ اس صورت میں اگر کوئی شخص روزۂ رمضان کی فرضیت کا انکار کرے تو وہ کافر کہلائے گا اور اگر کوئی شخص شرعی عذر کے بغیر روزہ نہ رکھے تو وہ فاسق کہلائے گا۔

اسلام کے دوسرے بہت سے احکام کی طرح روزہ بھی بتدریج فرض ہوا۔ شروع میں نبی کریم ﷺ نے ہفتے میں تین دن کے روزے رکھنے کی ہدایت فرمائی مگر روزہ کی حیثیت فرض کی نہ تھی۔ ۲ھ میں روزے کی فرضیت کا پہلا حکم قرآن میں نازل ہوا، اس میں اتنی گنجائش رکھی گئی کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں اور وہ پھر بھی روزہ نہ رکھیں تو ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کریں۔ بعد میں دوسرا حکم نازل ہوا اور یہ عام روایت منسوخ کردی گئی البتہ مریض، مسافر، حاملہ، دودھ پلانے والی عورت اور ضعیف لوگوں کے لیے (جن میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو) اس رعایتی حکم کو باقی رکھا گیا۔

روزے کو ہر دور میں ہر پیغمبر کی امت پر فرض کیا گیا ہے کیوں کہ روزہ تزکیہ و تربیت اور اصلاحِ نفس کا مؤثر ترین اور انقلاب آفریں ذریعہ ہے، اگر کسی شخص کو رمضان کی بابرکت گھڑیاں نصیب ہوں اور وہ ان سے کوئی استفادہ نہ کرسکے تو اسے شقاوت و بدبختی کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

آپ ایک امتِ وسط بنا کر بھیجے گئے ہیں، آپ کا نصب العین خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ کرنا ہے، یہ وہ منزل ہے جس کا راستہ بہت پرخطر اور صبر آزما ہے، اس کے لیے ایک عظیم تیاری کی ضرورت ہے اور اس تیاری کے لیے رمضان المبارک بہترین موقع

فراہم کرتا ہے، کسی بھی انقلابی تحریک کی کامیابی کے لیے صبر وثبات، عزم واستقامت اور انضباط وتربیت بنیادی اوصاف ہیں آپ کا مقصدِ وجود ہی قول وقرار اور فکر وعمل کے میدان میں استقلال واستقامت کے ساتھ آگے بڑھتے رہنا ہے۔ اس لیے روزوں کا اہتمام کرکے ان اوصاف سے اپنی شخصیت وسیرت کو معمور کریں، رمضان المبارک کی گھڑیوں میں وہ سامانِ سفر مہیا کرلیں جو اس راہ کے لیے بہتر توشہ ہے۔

خدا نے آپ کو رمضان کی بابرکت ساعتوں سے فیض یاب ہونے کا موقع نصیب کیا ہے۔ اس مہلت سے فائدہ اٹھایئے، نہیں معلوم آئندہ یہ موقع میسر آتا ہے یا نہیں، اپنا دامن نیکیوں سے بھر لیجیے اور جس راہ کا آپ نے اپنے لیے انتخاب کیا ہے اس پر آگے بڑھتے رہنے کے لیے روزوں سے غذا حاصل کیجیے۔ اس ماہ میں اپنی منزل تک پہنچنے کے لیے تیاری کیجیے اور بھرپور تیاری کیجیے!

روزہ محض طبی فوائد اور مادی اغراض کے پیش نظر نہ رکھیے بلکہ ایمان واحتساب حصولِ رضائے الٰہی اور قیامت پر اس یقین کے ساتھ رکھیے جو اپنی انقلاب آفرینی اور قوت وتاثیر میں ہر یقین سے بڑھ کر ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَلَهُ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (بخاری)

''جو شخص ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھتا ہے اس کے گزشتہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔''

احتساب کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے آپ روزہ رکھیں۔ ریاکاری، دکھاوے اور ہر برائی سے اجتناب کی بھرپور کوشش کیجیے۔ فرائض کی ادائیگی میں بھی کوئی کوتاہی نہ کیجیے، روزہ رکھ کر فرائض کی مکمل پابندی اور کبائر سے مکمل اجتناب کیجیے اگر ایسا نہ ہوا تو روزے سے آپ کو مطلوبہ فائدہ اور اجر وثواب حاصل نہ ہوسکے گا۔ رمضان آپ کا مہمان ہے اور آپ کو اس کی ضیافت ومہمانی اسی کی پسند سے کرنا ہے، روزہ سے زیادہ سے زیادہ اپنی اپنی تربیت کا سامان فراہم کیجیے۔

روزے کی فضیلت

روزہ اپنی روح اور باطنی کیفیات کے لحاظ سے دوسری عبادتوں سے مختلف ہے۔نماز میں آدمی قیام وقعود، رکوع وسجود کرتا ہے جس کو ہر شخص دیکھ سکتا ہے۔زکوٰۃ کے بارے میں کم سے کم لینے والا جان جاتا ہے کہ فلاں نے دی ہے۔حج کا فریضہ لاکھوں انسانوں کے سامنے آدمی ادا کرتا ہے مگر روزہ ایک ایسی عبادت ہے جس کا حال بندہ اور خدا کے سوا کوئی شخص نہیں جان سکتا۔ایک آدمی بہ ظاہر سب کے ساتھ سحری کھائے، سب کے ساتھ افطار کرے۔مگر دن میں لوگوں سے چھپ کر کچھ کھا پی لے تو خدا کے سوا سب یہی سمجھتے رہیں گے کہ وہ روزہ سے ہے۔حالاں کہ وہ روزے سے نہیں ہے۔اسی لیے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلصَّوْمُ لِیْ وَأَنَا اَجْزِیْ بِہٖ۔(متفق علیہ)

''روزہ خالص میرے لیے ہے اور میں جتنا چاہوں گا اس کا بدلہ دوں گا۔''

بعض شارحین نے اس کو یوں بھی پڑھا ہے ''وَاَنَا اُجْزٰی بِہٖ'' یعنی میں خود روزے دار کا بدلہ بن جاؤں گا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی تمام تر رحمتوں، برکتوں اور توجہات کے ساتھ روزے دار کے لیے اپنے کو پیش کردے گا۔(اللہ اکبر)

پیارے نبی ﷺ نے روزے کی فضیلت واہمیت بیان کرتے ہوئے تفصیل سے ارشاد فرمایا:

''آدمی کے ہر نیک عمل کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا

کردیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے البتہ روزہ خالص میرے لیے رکھا جاتا ہے۔ آدمی میری خاطر اپنا کھانا پینا اور خواہشاتِ نفسانی کو چھوڑ دیتا ہے، اس لیے میں اس کا جتنا چاہوں گا ثواب دوں گا۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک خوشی تو اسے افطار کے وقت حاصل ہوتی ہے اور دوسری خوشی اسے وقت حاصل ہوگی جب وہ آخرت میں اپنے رب سے ملاقات کرے گا۔ روزے دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ روزہ ڈھال ہے (دنیا میں گناہوں اور شیطانی حملوں سے اور آخرت میں جہنم سے) جب تم میں سے کوئی روزے سے ہو تو وہ بے ہودہ اور فحش باتیں نہ کرے اور نہ شور و ہنگامہ کرے۔ اگر کوئی دوسرا شخص اس سے گالم گلوچ یا لڑائی جھگڑا کرنے پر آمادہ ہو تو کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں۔'' (یعنی مجھے معاف رکھو میں تمہارے جواب میں نہ گالم گلوچ کرسکتا ہوں اور نہ جھگڑا کرسکتا ہوں۔) (بخاری ومسلم)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص ایمان اور خوشنودیٔ رب کے لیے رمضان کے روزے رکھے اس کے پچھلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔'' (بخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''روزہ اور قرآن بندے کی شفاعت کریں گے، روزہ کہے گا کہ ''میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے اور خواہشوں سے روکے رکھا، اے خدا تو آج اس کے حق میں میری سفارش قبول فرمالے'' اور قرآن کہے گا ''میں نے رات میں سونے اور آرام کرنے سے اس کو روکا تھا، اے خدا تو آج اس کے حق میں میری سفارش قبول

فرما۔" پس دونوں کی سفارشیں بارگاہِ ایزدی میں قبول کر لی جائیں گی۔" (بیہقی)

حضرت سہل بن سعدؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جنت کے دروازوں میں سے ایک خاص دروازہ ہے جس کو "بابِ ریان" کہا جاتا ہے۔ اس دروازے سے قیامت کے دن صرف روزے دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ کوئی داخل نہ ہو سکے گا۔ اس دن پکارا جائے گا روزے دار کہاں ہیں؟ وہ اس پکار پر اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ان کے سوا کسی کو اس دروازے سے داخلہ نہ ملے گا۔ جب وہ روزے دار اس دروازے سے جنت میں داخل ہو جائیں گے تو یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا اور کوئی اس سے داخل نہ ہو سکے گا۔"

(بخاری ومسلم)

رمضان میں جو روزے فرض کئے گئے ہیں ان کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اگر رمضان کا ایک روزہ بھی بغیر عذرِ شرعی کے چھوٹ جائے اور انسان عمر بھر روزے رکھ کر اس کی تلافی کرنا چاہے تو تلافی ناممکن ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس شخص نے رمضان کا روزہ رخصت کے بغیر اور بیماری کے بغیر چھوڑ دیا تو اس کے بدلہ اگر وہ عمر بھر بھی روزے رکھے تو جو چیز چھوٹ گئی وہ پوری نہیں ہو سکتی۔"

(مسند احمد، جامع ترمذی)

روزہ کے فوائد ومقاصد

تقویٰ

روزے کا بنیادی مقصد صفتِ تقویٰ پیدا کرنا ہے،تقویٰ اُس جوہرِ اخلاق کا نام ہے جو خدا کی محبت اور خدا کے خوف سے مل کر پیدا ہوتا ہے۔ خدا کی رحمت اور اس کے بے شمار احسانات کے حقیقی شعور سے انسان کے اندر خدا سے محبت کا جذبہ ابھرتا ہے، خدا کے قہر وغضب اور اخروی سزاؤں کے تصور سے خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے حق وباطل کے درمیان تمیز پیدا ہو جاتی ہے اس جذبۂ محبت وخوف سے مل کر دل میں جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کا نام تقویٰ ہے۔ یہ قلبی کیفیت روزہ رکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔ انسان جب شدید پیاس کے وقت میٹھے اور ٹھنڈے پانی کو دیکھتا ہے تو اس کا جی چاہتا ہے کہ وہ چند گھونٹ ضرور پی لے مگر وہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کے قہر سے بچنے کے لیے ایسا نہیں کرتا بلکہ اس حلال اور جائز پانی سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ اب آپ ہی بتایئے بھلا وہ شخص کسی حرام چیز کی طرف ہاتھ بڑھا سکتا ہے۔ پورے ایک مہینے کی یہ مشق مومن کے اندر صفت تقویٰ پیدا کر دیتی ہے۔ اس طرح تقویٰ تمام نیکیوں کا سرچشمہ اور تمام برائیوں سے محفوظ رہنے کا یقینی ذریعہ ہے۔

روزہ کا یہی مقصد قرآن پاک میں یوں بیان کیا گیا ہے:

يـاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرہ:۱۸۳)

’’اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ تم پر روزے فرض کیے گئے جیسا کہ تم

سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے شاید کہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو سکے"۔

شکر

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ أُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ (البقرہ:۱۸۵)

"رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا جو تمام لوگوں کے لیے سامانِ ہدایت ہے اس میں ہدایت کے واضح دلائل اور حق و باطل میں امتیاز کے واضح ثبوت ہیں۔"

رمضان کے مبارک مہینے میں قرآن لوحِ محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہوا اور بنی نوعِ انساں کو قیامت تک کے لیے ایک نسخۂ کیمیا عطا کیا گیا۔ اس نعمتِ ہدایت کا شکریہ ہم روزہ رکھ کر ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور دوسروں تک بھی قرآن کا پیغام پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے اندر صفتِ شکر پیدا ہوتی ہے، ہر نعمت اور احسان کی قدر کرنے اور اس پر شکر گزار ہونے کی عادت پڑتی ہے۔ روزے کا یہ مقصد و فائدہ بھی قرآن پاک میں بیان کیا گیا۔ قرآنِ پاک میں یہ بتانے کے بعد کہ رمضان کے مہینے میں قرآن اتارا گیا ہے اور جو رمضان کا مہینہ پائے وہ ضرور روزہ رکھے، فرمایا گیا:

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (البقرہ:۱۸۵)

"تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی، ہو سکتا ہے کہ تم شکر گزار ہو جاؤ۔"

صبر وتحمل

روزے کے ذریعہ نفس کو کھانے پینے اور خواہشوں سے باز رکھ کر اسے صبر وتحمل کا عادی بنانا مقصود ہے۔ اس لیے طاعات پر جمے رہیے اور معاصی سے مکمل اجتناب کیجیے۔ کوئی شخص

آپ کے ساتھ برا سلوک کرے یا آپ کو مشتعل کرنا چاہے تو اپنے جذبات کو برانگیختہ نہ ہونے دیجیے۔ اگر کوئی آپ کی تحقیر و تذلیل پر آمادہ ہو تو آپ جواباً حقارت آمیز رویہ نہ اپنائیے بلکہ صبر و تحمل سے کام لے کر نظر انداز کر دیجیے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''تم میں سے جو کوئی روزے سے ہو تو اپنی زبان سے بے شرمی کی بات نہ نکالے اور نہ شور و ہنگامہ کرے اور اگر کوئی اس سے گالم گلوچ کرے یا لڑنے پر آمادہ ہو تو اس روزے دار کو سوچنا چاہیے کہ میں تو روزے دار ہوں، میں کیسے گالم گلوچ اور لڑائی کر سکتا ہوں۔'' (بخاری)

روزے سے صبر کی صفت پروان چڑھتی ہے اور پائے دار ہوتی ہے۔ انسان بھوک پیاس کو برداشت کر کے راہِ حق میں مختلف مصائب و مشکلات کو برداشت کرنے کا عادی ہو جاتا ہے۔ شدید گرمی میں بھوک اور پیاس کی شدت مومن کے روزے میں کوئی خلل نہیں ڈال پاتی، ٹھیک اسی طرح نرم و گرم حالات میں بھی مومن کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آ سکتی چنانچہ حضورؐ نے فرمایا:

''رمضان کا مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے۔'' (بیہقی)

اس ماہِ مبارک میں اپنے کو صبر و عزیمت کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے رہیے۔ ہر طرح کی مصیبت اور پریشانی کا خندہ پیشانی سے استقبال کیجیے، بدسلوکی کا جواب حسنِ سلوک سے دیجیے۔ گالیوں کے جواب میں دعائیں دیجیے، ظلم و زیادتی کرنے والوں کے ساتھ عفو و درگزر سے کام لیجیے۔ آپ سے کوئی کٹے تو آپ اس سے جڑ جائیے۔ جو آپ کی حق تلفی کرے آپ اس کے حقوق ادا کیجیے۔ ہر پہلو اور ہر لحاظ سے اپنے کو صبر کا عادی بنائیے تاکہ پوری زندگی صبر و ثبات کا دامن آپ کے ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ ماہِ رمضان میں صبر کا بھرپور مظاہرہ کر کے توشۂ آخرت جمع کیجیے۔

غم گساری

روزے کے شرعی مقاصد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ انسان بھوک اور پیاس کی حالت میں ان لوگوں کی کیفیت کا اندازہ کر سکے جو نانِ شبینہ کو بھی ترستے ہیں تاکہ انسان

میں دوسروں کی تکلیفوں اور مصیبتوں کو سمجھنے اور ان کو دور کرنے کا جذبہ پیدا ہو سکے۔
رمضان المبارک میں جذبۂ غم خواری کو پروان چڑھایئے، باہم الفت ومحبت، رحم دلی ونرم خوئی، نصح وخیر خواہی، ہمدردی ودل جوئی، اخلاص ومروت اور اخوت وبھائی چارگی کا ماحول پیدا کیجیے، بیواؤں، یتیموں اور غریبوں کے دکھ درد میں شریک ہونے اور سب کے لیے غم گسار بن کر اس ماہ کے فیوض وبرکات سمیٹنے کی کوشش کیجیے۔

روزے کی حالت میں جب شدت کی بھوک پیاس ہو تو ان لوگوں کا تصور کیجیے جو نانِ شبینہ کو ترستے ہیں۔ جن کے پاس اپنی بھوک مٹانے کے لیے چند روپے بھی نہیں ہوتے۔ ان کی راتیں فٹ پاتھ پر یا سردیوں میں آسمان کے نیچے بغیر کمبل اور بستر کے گزرتی ہیں۔ ان کے دن بیماری سے ایڑیاں رگڑتے بسر ہوتے ہیں۔ ان کے لیے دواؤں اور پرہیزی کھانے کا کوئی بندوبست نہیں ہوتا۔ ہر روز کتنے انسان غربت وافلاس کی بھوبھل میں جھلس کر اپنی جانیں گنوا دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گردوپیش کتنے لوگ رہتے ہیں جن کے لیے اپنے پیٹ کی آگ بجھانا مشکل ہوتا ہے۔

پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''رمضان غم خواری کا مہینہ ہے۔'' (متفق علیہ)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ فیاض تھے۔ رمضان آتے ہی آپ سب سے زیادہ فیاض ہو جاتے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

''جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپؐ پہلے سے زیادہ سخی ہو جاتے۔''

حضرت ابنِ عباسؓ کا بیان ہے:

''جب رمضان کا مہینہ آتا تو پیارے نبیؐ ہر قیدی کو آزاد کر دیتے اور ہر سائل کو کچھ نہ کچھ ضرور دیتے۔'' (بیہقی)

معاصی اور خواہشات کو لگام

روزہ رکھنے سے نفسانی خواہشوں کو لگام لگتی ہے، جو انسان دن بھر جائز طریقے پر

بھی نفسانی خواہشوں کی تکمیل سے رکا رہتا ہے، بھلا وہ ناجائز طریقے سے کس طرح اپنی خواہشیں پوری کر سکتا ہے۔ بھوک اور پیاس سے انسان کو ہوس کی تیزی اور شہوت کی حدت میں تخفیف پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کو جو نکاح کا ضرورت مند ہو مگر اس کے معاشی حالات اجازت نہ دیتے ہوں تو اسے روزہ رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے اور روزے کو اس کے حق میں تریاق بتایا گیا ہے۔

روزہ نہ صرف نفسانی خواہشوں پر قابو پانے کی طاقت عطا کرتا ہے بلکہ جملہ برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ روزے دار کو ہر آن یہ شعور ہوتا ہے کہ نہ صرف کھانا پینا اس کے روزے کو فاسد کر سکتا ہے بلکہ وہ ہر آن احتساب کرتا رہتا ہے اور ہر برائی سے اجتناب کی کوشش کرتا ہے کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ کسی بھی برائی کے ارتکاب کی صورت میں اسے بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ نہ ملے گا اس کے سامنے ہر وقت پیارے نبی کا یہ ارشاد رہتا ہے:

''کتنے ہی روزے دار ہیں جنہیں اپنے روزے سے بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

روزے میں ہر برائی اور معصیت سے بچنے کی کوشش کیجیے۔ روزے کا مقصد ہی زندگی کو پاکیزہ بنانا ہے۔ بدکلامی وفضول گوئی، طنز وتعریض، لعن وطعن، کذب واتہام، لڑائی جھگڑے اور گالی گلوچ سے مکمل اجتناب کیجیے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

إِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَإِنْ سَابَّهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ إِنِّيْ صَائِمٌ۔ (متفق علیہ)

''تم میں سے جو روزہ دار ہو نہ وہ بدکلامی وفضول گوئی کرے اور نہ شور شرابا۔ اگر کوئی اس کو گالی دے یا لڑنے جھگڑے پر آمادہ ہو تو یہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔''

روزے کا مقصد انسان کو بھوکا پیاسا رکھنا نہیں ہے بلکہ معصیت ونافرمانی سے بچنے اور اطاعت وفرماں برداری کا عادی بنانا ہے اگر روزہ رکھ کر بھی انسان برائیوں سے نہ بچ سکے تو ایسے روزے سے بھوک وپیاس کے سوا آدمی کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

رمضان کی عظمت

رمضان رحمتوں اور برکتوں کا مہینہ ہے۔ یہ نیکیوں کا موسمِ بہار ہے، یہی وہ مہینہ ہے جس کی ایک رات ہزار مہینوں کی راتوں سے بہتر ہے۔ اسی مہینہ میں قرآن مجید کا نزول ہوا جو قیامت تک تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے نسخۂ ہدایت وکامیابی ہے۔ اسی مبارک مہینہ کو فرض روزوں کی ادائیگی کے لیے خاص کیا گیا تاکہ اللہ کا قرب حاصل کرنے، گناہوں سے بچنے اور اصلاح وتربیت کے لیے ایک ایسی اجتماعی فضا بن سکے جہاں گناہ گار بھی اس فضا سے متاثر ہوکر خدا کی طرف رجوع کرسکیں اور نیکوکار اپنے دامن کو مزید نیکیوں سے بھر سکیں۔ اس مبارک مہینہ کی عظمت کا اندازہ پیارے نبی ﷺ کے اس خطبہ سے لگایا جاسکتا ہے جو آپؐ نے رمضان کی آمد پر رمضان کا استقبال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا:

حضرت سلمان فارسیؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے شعبان کے آخری دن خطبہ دیا، جس میں ارشاد فرمایا: ''لوگو! تم پر بڑی عظمت اور برکت والا مہینہ سایہ فگن ہوا چاہتا ہے۔ اس مہینے میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس مہینے کے روزے اللہ نے فرض کیے ہیں، اور اس کی راتوں میں نفل نماز پڑھنے کو ذریعۂ تقرب قرار دیا ہے۔ اس مہینے میں جو شخص کوئی ایک نفل عبادت کرے گا تو اس کو فرض کے برابر ثواب ملے گا۔ اور جو ایک فرض کو ادا کرے گا اسے ستر فرضوں کے برابر ثواب ملے گا۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ ہمدردی اور غم خواری کا مہینہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے، جس میں مومن بندوں کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس نے اس مہینے میں کسی

روزے دار کو افطار کرایا تو اس کے لیے گناہوں سے مغفرت اور جہنم کی آگ سے چھٹکارے کا ذریعہ ہوگا۔ افطار کرانے والے کو روزے دار کے برابر ثواب دیا جائے گا بغیر اس کے کہ روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔'' حضرت سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم میں سے ہر شخص کو تو افطار کرانے کا سامان میسر نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ اس شخص کو بھی یہ ثواب دے گا جو دودھ کی لسی سے یا پانی کے ایک گھونٹ سے کسی روزے دار کو افطار کرائے گا اور جو شخص کسی روزے دار کو سیر کر کے کھانا کھلا دے تو اللہ تعالیٰ اس کو میرے حوض (کوثر) سے ایسا سیراب کرے گا کہ اس کو پھر پیاس ہی نہیں لگے گی یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ (پھر آپؐ نے فرمایا) اس مہینے کا پہلا حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا ہے اور جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام کے کام میں آسانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے آزادی اور رہائی دے گا۔'' (بیہقی)

اس حدیث میں رمضان کی ایک خصوصیت یہ بتائی گئی اور یہ سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ اس مہینے میں ایک رات ایسی ہے جو ہزار مہینوں کی راتوں سے بہتر ہے، اس بات کو قرآن پاک میں لیلۃ القدر (شب قدر) کہا گیا ہے۔ ایک ہزار مہینے کی راتوں سے بہتر ہونے کا مطلب ہے تیس ہزار راتوں سے بہتر۔ اگر کوئی شخص اس رات میں بیداری کرے۔ اللہ کی عبادت کرے۔ اس کے سامنے گڑگڑائے۔ توبہ و استغفار کرے تو اسے تیس ہزار مہینوں کی رات میں عبادت کرنے سے زیادہ ثواب ملے گا۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی برکتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ فرشتے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوتے ہیں اور نیک لوگوں پر، عبادت گزاروں پر صبح تک سلام و رحمت بھیجتے رہتے ہیں۔ ان کے حق میں دعائے خیر کرتے رہتے ہیں۔

اس حدیث میں یہ بھی واضح کیا گیا کہ شب قدر کی فضیلت تو صرف ایک رات کے ساتھ خاص ہے مگر رمضان کے مہینے کی ہر ساعت، ہر لمحہ اور ہر پل نہایت مبارک ہے جس میں ہر نیکی کا اجر ستر گنا کر دیا جاتا ہے۔

خطبے کے اخیر میں فرمایا گیا کہ رمضان کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادی کا ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا محمد منظور نعمانیؒ لکھتے ہیں:

> ''اس عاجز کے نزدیک اس کی راجح اور دل کو لگنے والی توجیہ اور تشریح یہ ہے کہ رمضان کی برکتوں سے مستفید ہونے والے بندے تین طرح کے ہوسکتے ہیں، ایک وہ اصحابِ صلاح وتقویٰ جو ہمیشہ گناہوں سے بچنے کا اہتمام رکھتے ہیں اور جب کبھی ان سے کوئی خطا اور لغزش ہوجاتی ہے تو اسی وقت توبہ واستغفار سے اس کی صفائی وتلافی کر لیتے ہیں، تو ان بندوں پر تو شروع مہینے ہی سے بلکہ اس کی پہلی ہی رات سے اللہ کی رحمتوں کی بارش ہونے لگتی ہے۔ دوسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو ایسے متقی اور پرہیز گار تو نہیں ہیں لیکن اس لحاظ سے بالکل گئے گزرے بھی نہیں ہیں، تو ایسے لوگ جب رمضان کے ابتدائی حصے میں روزوں اور دوسرے اعمال خیر اور توبہ واستغفار کے ذریعے اپنے حال کو بہتر اور اپنے کو رحمت ومغفرت کے لائق بنالیتے ہیں تو درمیانی حصے میں ان کی بھی مغفرت اور معافی کا فیصلہ فرمادیا جاتا ہے۔ اور تیسرا طبقہ ان لوگوں کا ہے جو اپنے نفسوں پر بہت ظلم کر چکے ہیں اور ان کا حال بڑا ابتر رہا ہے اور اپنی بداعمالیوں سے وہ گویا دوزخ کے پورے پورے مستحق ہو چکے ہیں، وہ بھی جب رمضان کے پہلے اور درمیانی حصہ میں عام مسلمانوں کے ساتھ روزے رکھ کے اور توبہ واستغفار کر کے اپنی سیاہ کاریوں کی کچھ صفائی اور تلافی کر لیتے ہیں تو اخیر عشرہ

میں (جو دریائے رحمت کے جوش کا عشرہ ہے) اللہ تعالیٰ دوزخ سے
ان کی بھی نجات اور رہائی کا فیصلہ فرما دیتا ہے...... اس تشریح کی بنا پر
رمضان کے ابتدائی حصے کی رحمت، درمیانی حصے کی مغفرت اور آخری
حصے میں جہنم سے آزادی کا تعلق بالترتیب امت مسلمہ کے ان مذکورہ
بالا تین طبقوں سے ہوگا۔" (معارف الحدیث جلد چہارم صفحہ ۱۰۳)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے
جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ شیاطین کو
جکڑ دیا جاتا ہے۔"

ایک روایت میں جنت کے دروازوں کی بجائے رحمت کے دروازوں کا لفظ ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں نیکیوں کی عام فضا ہوتی ہے۔ نیک بندے خدا کی طاعت و بندگی میں مصروف رہتے ہیں۔ انوار و برکات کا نزول ہوتا ہے۔ عام مسلمان بھی اس فضا سے متاثر ہوتے ہیں اور وہ گناہوں سے کنارہ کش ہوکر، توبہ و استغفار کرتے ہوئے عبادت میں لگ جاتے ہیں، شیاطین کو ہر طرف مایوسی ہوتی ہے لوگ جنت کے مستحق قرار پاتے ہیں اور جہنم کے دروازے ان پر بند کر دیے جاتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ روایت کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بھلائی اور نیکی کرنے کے سلسلہ میں سب سے بڑھ کر تھے۔ رمضان کے مہینہ میں آپؐ کی یہ سخاوت مزید بڑھ جاتی۔

رمضان کی ہر رات میں حضرت جبرئیل امین آپؐ سے ملتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو قرآن مجید سناتے تھے۔ تو جب روزانہ جبرئیل علیہ السلام آپؐ سے ملتے تو آپؐ کی اس کریمانہ نفع رسانی اور خیر کی بخشش میں اللہ کی بھیجی ہوئی ہواؤں سے بھی زیادہ تیزی آجاتی اور زور پیدا ہو جاتا۔ (متفق علیہ)

رویتِ ہلال

عام مسلمانوں کی ذمے داری ہے اور شرعاً واجب بھی ہے کہ شعبان کی ۲۹ تاریخ کو سورج غروب ہونے کے فوراً بعد چاند دیکھنے کی کوشش کریں۔ شعبان کی تاریخوں کا حساب رکھنے کے لیے ۲۹ رجب کو شعبان کا چاند دیکھنے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا:

''رمضان کی تاریخ معلوم کرنے کے لیے شعبان کے چاند کا حساب رکھو۔''

کسی بھی مہینے کی ابتدا کے بارے میں دو طرح سے یقین کیا جا سکتا ہے۔

(الف) مطلع صاف ہو اور چاند نظر آ جائے یا کسی باوثوق ذریعے سے چاند دکھائی دینے کی تصدیق ہو جائے۔

(ب) رواں مہینے کے تیس دن پورے ہو جائیں۔ کیوں کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

صُومُوا لِرُؤْيَتِهٖ وَافْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ۔ (بخاری رواہ ابوھریرہؓ)

چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر روزہ توڑ دو اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

- ☆ اگر مطلع صاف ہو تو مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کی گواہی پر رویتِ ہلال (چاند کا دیکھنا) ثابت ہو جائے گی۔ اس صورت میں ایک یا دو آدمیوں کی گواہی کافی نہ ہوگی۔
- ☆ اگر مطلع صاف نہ ہو تو رمضان کا چاند ایک عاقل، بالغ اور مسلمان کی گواہی سے بھی ثابت ہو جائے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ البتہ عید کے چاند کے لیے کم از کم دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی ضروری ہے۔ صرف چار عورتوں کی گواہی بھی کافی ہے۔

☆ جس شخص کو چاند نظر آجائے، اس کی ذمے داری ہے کہ بستی کے قاضی، دینی سرکردہ لوگوں یا ہلال کمیٹی کے ذمے داروں کو اطلاع دے۔ ان سب پر یہ ذمے داری عائد ہوتی ہے کہ وہ گواہی لے کر بروقت رویت کا اعلان کریں۔

☆ اگر کسی شخص نے چاند دیکھا، اس نے متعلقہ لوگوں کے سامنے گواہی دی مگر اس کی گواہی نہیں مانی گئی تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے۔ روزہ نہ رکھنے کی صورت میں اس پر قضا لازم آئے گی۔

☆ علم ہیئت، جنتری اور نجوم وغیرہ کا حساب رویت ہلال کے سلسلے میں قابل اعتبار نہیں ہے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں ہے کہ محض تجربے کی بنیاد پر رویت مان لی جائے۔

☆ ایک بستی میں چاند دیکھا جائے تو اس بستی کے لیے بھی کافی ہوگا جس کا مطلع مختلف نہ ہو بشرطیکہ ان دونوں بستیوں میں اتنی دوری نہ ہو کہ چاند نظر آنے میں ایک دن کا فرق پڑ جاتا ہو جیسے سعودی عرب اور ہندستان۔ سعودی عرب کی رویت کا ہندستان میں اور ہندستان کی رویت کا سعودی عرب میں کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

☆ اگر ریڈیو، ٹیلی ویژن یا ٹیلی فون کے ذریعے معتبر طریقے سے چاند دیکھنے کی خبر پہنچ جانے کا باقاعدہ نظم ہو تو اختلاف مطالع نہ ہونے کی صورت میں ہلالِ رمضان اور ہلالِ عید کی رویت مان لینی چاہیے۔

☆ اگر ۲۹ شعبان کو چاند دکھائی نہ دے اور مطلع صاف نہ ہو تو اگلے دن گیارہ بجے تک کچھ کھانا پینا نہیں چاہیے بلکہ چاند کی خبر کا انتظار کرنا چاہیے۔ اگر کہیں سے معتبر خبر آجائے تو روزے کی نیت کر لی جائے ورنہ کھا پی لیا جائے۔ البتہ اس طرح روزہ رکھنا درست نہیں کہ اگر چاند ہو گیا تو رمضان کا روزہ، ورنہ نفلی۔ اس لیے کہ یہ مشکوک روزہ ہے اور کوئی بھی عبادت شک کے ساتھ نہیں ہونی چاہیے۔

☆ اگر ۳۰ شعبان کو بھی چاند دکھائی نہ دے تو اگلے دن سے رمضان کا مہینہ مانا جائے گا اور سب کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہوگا کیوں کہ قمری مہینہ ۳۰ دن سے زیادہ کا نہیں ہوتا۔ پیارے نبی ﷺ نے بھی یہی حکم دیا ہے کہ ''شعبان کے ۳۰ دن پورے ہو جانے کے بعد روزہ رکھنا شروع کرو۔''

نیا چاند دیکھنے پر یہ دعا پڑھی جائے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ اَہِلَّہٗ عَلَیْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِیْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِیْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی رَبُّنَا وَرَبُّکَ اللّٰہُ۔

اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے خدا اس چاند کو ہمارے لیے امن و ایمان اور سلامتی اور اسلام کا چاند بنا کر طلوع فرما اور ان کاموں کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں۔ اے چاند تیرا اور ہمارا رب اللہ ہی ہے۔



روزہ کی قسمیں

فرض روزے

رمضان کے روزے رکھنا فرض ہیں۔ اسی طرح رمضان کے روزوں کی قضا بھی فرض ہے۔ رمضان کے روزوں کے علاوہ کوئی روزہ فرض نہیں۔

واجب روزے

نذر اور کفارے کے روزے واجب ہیں۔

(۱) نذر کا روزہ فرض ہے۔ اگر کسی شخص نے منت مانی کہ اگر اس کا یہ کام ہوگیا تو وہ روزہ رکھے گا۔ اسے نذر کا روزہ کہتے ہیں یہ روزہ واجب ہے۔

(۲) کفارہ کا روزہ۔ اس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

مسنون روزے

درج ذیل روزے مسنون ہیں۔

(۱) محرم کی ۹ اور ۱۰ تاریخ کے روزے۔

(۲) ذی الحجہ کی ۹ تاریخ کا روزہ۔

(۳) ہر مہینہ کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ تاریخ کے تین روزے۔

نفل روزے

حرام اور مکروہ ایام کے علاوہ کسی بھی دن روزہ رکھنا نفل و مستحب ہے لیکن بعض نفل

روزوں کی حدیث میں بڑی فضیلت آئی ہے۔

(۱) ذی الحجہ کے ابتدائی آٹھ ایام کے روزے۔

(۲) شوال کے مہینے میں چھ روزے۔

(۳) پیر اور جمعرات کا روزہ۔

حرام روزے

پورے سال میں پانچ ایام کے روزے رکھنا حرام ہیں۔

(۱) عیدالفطر کے دن۔

(۲) عیدالاضحیٰ کے دن

(۳) ایامِ تشریق: یعنی ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذی الحجہ کے روزے۔

مکروہ روزے

درج ذیل ایام میں روزہ رکھنا مکروہ ہے۔

(۱) صرف محرم الحرام کی ۱۰ تاریخ کا روزہ۔

(۲) سنیچر اور اتوار کا روزہ یہ سمجھ کر رکھنا کہ یہ عظمت کے دن ہیں۔

(۳) صومِ وصال: درمیان میں ناغہ کیے بغیر مسلسل روزے رکھنا۔

روزہ فرض ہونے کے شرائط

دوسری عبادتوں کی فرضیت کی طرح روزہ کی فرضیت کے لیے بھی کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ جب اور جس شخص میں یہ شرائط پائے جائیں اسی پر روزہ فرض ہے۔ روزہ کی فرضیت کے شرائط درج ذیل ہیں۔

(۱) عاقل ہونا	پاگل پر روزہ فرض نہیں ہے۔
(۲) بالغ ہونا	نابالغ پر روزہ فرض نہیں ہے
(۳) مسلم ہونا	کافر پر روزہ فرض نہیں ہے
(۴) مقیم ہونا	مسافر پر روزہ فرض نہیں ہے
(۵) تندرست ہونا	بیمار پر روزہ فرض نہیں ہے

روزے کی نیت کے مسائل

نیت، دل سے ارادہ کرنے کو کہتے ہیں۔ دل میں روزے کا ارادہ کر لینے سے روزہ صحیح ہو جاتا ہے۔ زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں البتہ زبان سے نیت کے الفاظ کہنا بہتر ہے۔ روزے کے لیے سحری کھانا بھی نیت ہی ہے لیکن اگر سحری کھاتے وقت روزے کا ارادہ نہ ہو تو وہ سحری کھانا نیت میں شامل نہ ہوگا۔

☆ تین قسم کے روزے ایسے ہیں جن کی نیت رات سے لے کر دوپہر تک کی جا سکتی ہے۔

(۱) رمضان المبارک کے (ادا) روزے۔

(۲) نذر کے وہ روزے جن کی تاریخ یا دن متعین ہو۔

(۳) عام نفلی روزے۔

☆ چار قسم کے روزوں میں رات سے لے کر صبح صادق تک نیت کر لینا ضروری ہے۔

(۱) رمضان کے قضا روزے۔

(۲) نذر کے وہ روزے جن کی تاریخ یا دن متعین نہ ہو۔

(۳) کفارے کے روزے۔

(۴) ایسے نفلی روزوں کی قضا جو شروع کرنے کے بعد کسی وجہ سے فاسد ہو گئے ہوں۔

☆ ہر روزے کے لیے نیت الگ الگ ہونی چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ایک ہی دن بیٹھ کر تمام روزوں کی نیت ایک ساتھ کر لی جائے۔

☆ کسی نے اگر یہ نیت کی کہ اگر مجھے دعوت میں بلا لیا جائے گا تو روزہ نہیں رکھوں گا ورنہ روزہ رکھوں گا، تو اس کا روزہ نہیں ہوگا۔

☆ رمضان کے مہینے میں صرف رمضان ہی کا روزہ رکھا جاسکتا ہے اگر کوئی رمضان کے دنوں میں کسی دوسرے روزے کی نیت کرے تو وہ نیت صحیح نہ ہوگی مثلاً کوئی نفل یا نذر کے روزوں کی نیت کرے تب بھی وہ رمضان کا روزہ قرار پائے گا۔

☆ مسافر اگر رمضان کے دنوں میں کسی دوسرے واجب روزے کی نیت کرلے تو اس کا وہی واجب روزہ ہوگا کیوں کہ اس پر رمضان کا روزہ فرض نہیں ہے۔

☆ روزے کا وقت صبحِ صادق سے غروبِ آفتاب تک ہے۔ اس لیے غروبِ آفتاب کے بعد نیت کر لینے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ روزے کی نیت کرنے کے بعد کچھ کھا پی نہیں سکتا اور اگر کچھ کھا پی لے تو اسے دوبارہ نیت کرنا ہوگی۔ نیت چاہے جب کرے صبح صادق سے پہلے تک وہ کھا پی سکتا ہے۔

☆ اگر کوئی حائضہ عورت حیض کے دوران روزے کی نیت کرے اور وہ طلوع فجر سے پہلے پہلے پاک ہوجائے تو اس کا روزہ درست ہوگا۔

☆ اگر کسی نے صبح ہونے کے بعد قضا، کفارہ یا نذرِ غیر متعین کے روزے کی نیت کی تو یہ روزے ادا نہ ہوں گے بلکہ یہ اس کا نفل روزہ شروع ہوجائے گا اور اگر اس روزے کو توڑے گا تو اس نفل روزے کی قضا اس کے ذمے ہوجائے گی۔

☆ ☆ ☆

روزے کے مفسدات

جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے انھیں ''مفسداتِ صوم'' کہتے ہیں۔ مفسدات صوم کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) وہ مفسدات جن سے قضا واجب ہوتی ہے مگر کفارہ عائد نہیں ہوتا۔

(۲) وہ مفسدات جن سے روزے کی قضا واجب ہوتی ہے اور کفارہ بھی عائد ہوتا ہے۔

وہ مفسدات جن سے صرف قضا واجب ہوتی ہے

☆ کوئی ایسی چیز کھالینا جس کا شمار غذا یا دوا میں نہ ہو جیسے لوہا، کنکر وغیرہ۔ کوئی ایسی چیز کھالینا جو غذا کے حکم میں ہو مگر وہ غذا کی طرح استعمال نہ کی جاتی ہو جیسے کچا چاول، آٹا وغیرہ۔

☆ قصداً منہ بھر قے کرنا۔ قے قصداً تو نہ کی گئی مگر آتی ہوئی قے کو منہ میں لوٹا لیا۔

☆ کھجور یا گوشت کا کچھ حصہ دانتوں کے بیچ میں رہ گیا اور اسے کھا لیا اگر اس کی مقدار چنے کے برابر ہے تو قضا واجب ہوگی اور اگر چنے سے کم ہے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

☆ کسی نے روزے دار کو زبردستی کھلا پلا دیا تو صرف قضا واجب ہوگی۔

☆ سحری کھانے کے بعد پان کھایا اور سو گیا صبح کو آنکھ کھلی تو روزہ فاسد ہو گیا۔ قضا واجب ہوگی۔

☆ پیٹ یا دماغ کے زخم میں دوا ڈالی اور وہ پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچ گئی تو روزہ جاتا رہا اور قضا واجب ہوگی۔

☆ اگر کلی کرتے وقت یا ناک میں پانی ڈالتے وقت قصداً پانی حلق میں پہنچ جائے تو روزہ فاسد ہو جائے گا۔

☆ اگر کسی شخص نے روزے دار کی جانب کھانے کی کوئی چیز پھینکی اور وہ روزے دار کے حلق میں جا پہنچی تو قضا واجب ہوگی، کفارہ نہیں۔

☆ خشک بادام، اخروٹ، انڈا خول سمیت، انار چھلکے سمیت نگل لینے سے صرف قضا واجب ہوگی، کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

☆ دوسرے شخص کا تھوک نگلنے سے روزے کی قضا واجب ہوگی۔ کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اپنا تھوک منہ کے اندر ہی سے نگل لیا تو روزہ فاسد نہ ہوگا اور اگر تھوک باہر نکال کر نگل لیا تو روزہ فاسد ہوگا۔

☆ اگر دانتوں کا خون حلق میں تھوک کے ساتھ چلا جائے اور خون کی مقدار زیادہ ہو تو قضا لازم آئے گی۔

☆ اگر کوئی شخص خون پی لے تو صرف قضا لازم ہوگی کفارہ نہیں کیوں کہ خون قابلِ نفرت ہے۔

☆ اگر شکر کی ڈلی یا کسی پھل کے جمے ہوئے رس کو چوس لیا اور اس کا پانی حلق میں چلا گیا تو صرف قضا لازم آئے گی۔

☆ سحری کا وقت ختم ہو نے کے بعد یہ سمجھ کر کھا پی لیا کہ ابھی سحری کا وقت ہے بعد میں معلوم ہوا کہ سحری کا وقت ختم ہو چکا تھا تو اس سے قضا واجب ہوگی۔

☆ کان میں تیل وغیرہ ڈالنا۔

☆ بھولے سے کھا پی لیا پھر یہ سمجھ کر کہ اب تو روزہ ٹوٹ گیا کچھ کھا پی لیا تو روزے کی صرف قضا واجب ہوگی۔

☆ کسی نفل روزے کو قصداً ترک کر دینے سے اس کی قضا واجب ہوگی۔

☆ اگر کسی نے نابالغ لڑکی کے ساتھ جنسی فعل کیا یا بوس وکنار کیا اور انزال ہو گیا تو صرف قضا واجب ہے۔

☆ جماع اور لواطت کے علاوہ کسی فعل سے انزال ہو گیا تو صرف قضا واجب ہوگی جیسے استمنا بالید کرنا۔

☆ کسی عورت نے اپنی انگلی شرم گاہ میں تیل ڈالا یا دوا ڈالی، یا روئی رکھی اور وہ اندر چلی گئی، اپنی یا دائی کی انگلی داخل کی اور وہ بھیگی ہوئی نکلی تو ایسی صورتوں میں روزہ جاتا رہا اور قضا واجب ہوگی۔

☆ کسی شبہ میں روزے دار نے افطار کرلیا تو صرف قضا واجب ہے۔

☆ اگر عورت کے ساتھ بالجبر صحبت کی جائے تو عورت پر صرف قضا واجب ہوگی۔

☆ اگر مسافر زوال سے پہلے اپنی بستی میں آجائے اور اس نے اب تک کچھ کھایا پیا نہ ہو اور یہاں آکر روزے کی نیت کرلے اور پھر قصداً کچھ کھاپی لے تو کفارہ واجب نہ ہوگا صرف قضا لازم آئے گی۔

☆ صبح کے وقت تو روزے کی نیت نہیں کی تھی مگر زوال سے پہلے پہلے نیت کرلی اور پھر کچھ کھاپی لیا تو کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

☆ کسی عورت نے جان بوجھ کر روزہ توڑ دیا اسی دن اس کو حیض آگیا تو اس پر کفارہ واجب نہ ہوگا بلکہ صرف قضا کرے گی۔

☆ کسی پر رمضان کے روزوں کی قضا واجب تھی، ابھی اس نے قضا روزے نہیں رکھے تھے کہ اگلا رمضان آگیا تو اس کو چاہیے کہ موجودہ رمضان کے روزے رکھے اور رمضان بعد پچھلے رمضان کے روزے رکھے۔

وہ مفسدات جن سے قضا اور کفارہ دونوں لازم آتے ہیں

صرف رمضان کا روزہ بلا عذر توڑ دینے سے کفارہ اور قضا واجب ہوتا ہے۔ رمضان کے علاوہ کسی دوسرے روزے کا کفارہ واجب نہیں ہوتا۔

☆ اگر ایک ہی رمضان میں کئی روزے توڑ ڈالے تو سب کے لیے ایک ہی کفارہ ہوگا ہر روزے کے لیے الگ الگ کفارہ واجب نہیں۔

☆ اگر کسی نے قصداً کھاپی لیا تو قضا بھی واجب ہوگی اور کفارہ بھی۔

☆ کسی آدمی نے فطری یا غیر فطری طریقے سے مباشرت کی تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوگا خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ جو عورت قصداً خوشی سے صحبت کرائے، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

☆ روزے میں کوئی کام کیا مثلاً سرمہ لگایا، تیل کی مالش کی اور یہ سمجھا کہ روزہ ٹوٹ گیا اس لیے قصداً کھاپی لیا تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوں گے۔

جن چیزوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا

☆ بھولے سے کچھ کھاپی لیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اگر کلی کرتے وقت حلق میں پانی چلا گیا اور اس وقت روزہ یاد نہیں تھا تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

☆ اگر دانتوں میں کھانے کی کوئی چیز لگی رہ گئی اور وہ نگل لی اور اس کی مقدار چنے سے کم ہے تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔ کلی کرنے کے بعد منہ کے اندر جو تری باقی رہتی ہے اگر کوئی تھوک کے ساتھ اس تری کو حلق کے نیچے لے جائے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ دانتوں کا خون بہہ کر تھوک کے ساتھ چلا جائے اور خون تھوک سے کم ہو تو روزہ فاسد نہ ہوگا۔

☆ اگر کوئی ایسی چیز جو غذا یا دوا سے تعلق نہ رکھتی ہو بلا قصد حلق کے اندر چلی جائے تو روزہ فاسد نہ ہوگا جیسے مکھی یا گرد و غبار وغیرہ۔ آنکھ میں دوا ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے دوا کا ذائقہ حلق میں محسوس ہو۔

☆ اگر آنکھ سے آنسو نکلنے لگیں اور ایک دو قطرے منہ میں چلے جائیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا لیکن اگر زیادہ مقدار میں آنسو کا پانی منہ کے اندر چلا جائے اور روزے دار نگل لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

☆ بے ارادہ منہ بھر کے قے کرنے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا بشرطیکہ اس کے حلق میں واپس نہ پہنچے۔

☆ مسواک یا منجن اور ٹوتھ پیسٹ کرنے سے۔

☆ روزے کی حالت میں احتلام ہونے سے۔

☆ جنابت کی حالت میں صبح کرنے سے۔

☆ عورت کے پاس لیٹنے یا بوسہ لینے سے۔

☆ فصد کرانے سے یا کسی دوسرے طریقے پر جسم سے خون نکلوانے سے۔

روزہ کی قضا

☆ قضا کا مطلب ہے کہ جتنے روزے چھوٹ گئے ہیں بقیہ دنوں میں ان کی تعداد پوری کرلے۔

☆ رمضان کے جو روزے چھوٹ گئے ہوں ان کی قضا ضروری ہے۔

☆ روزوں کی قضا کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے مگر بہتر یہ ہے کہ تاخیر نہ کی جائے۔

☆ قضا روزوں میں نہ ترتیب ضروری ہے اور نہ اس کو مسلسل رکھنا ضروری ہے۔

☆ قضا روزوں کے لیے صبحِ صادق سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے۔

☆ اگر کئی رمضان کے روزے قضا ہو گئے ہوں تو یہ متعین کرنا ضروری ہے کہ کس رمضان کے روزے ہیں۔

☆ اگر کسی شخص کے ذمہ گزشتہ رمضان کے روزہ باقی تھے کہ دوسرا رمضان آ گیا تو پہلے موجودہ رمضان کے روزہ رکھے پھر گزشتہ رمضان کے روزوں کی قضا کرے۔

☆ اگر کسی شخص نے نفلی روزہ رکھ کر توڑ ڈالا تو اس کی قضا رکھنا واجب ہوگی۔

روزہ کا فدیہ

جو لوگ رمضان کے روزے نہ رکھ سکتے ہوں اور ان کی قضا بھی نہ کر سکتے ہوں جیسے دائم المریض ۔ انہیں چاہیے کہ اپنے روزے کے بدلے فدیہ دیں ایک روزے کا فدیہ صدقۂ فطر کی مقدار ہے ۔ اگر کوئی شخص گندم کے بجائے نقد پیسے دینا چاہے تو دے سکتا ہے بازار کے بھاؤ کا اعتبار کیا جائے گا ۔

فدیہ کی شکل یہ بھی ہے کہ آپ ایک مسکین کو دونوں وقت پیٹ بھر کھانا کھلا دیں وہی کھانا جو آپ کھاتے ہیں ۔

روزہ کا کفارہ

صرف رمضان کے روزوں کا ہی کفارہ ہوتا ہے نفلی روزوں کا نہیں۔

اگر ایک ہی رمضان میں کئی روزوں کا کفارہ واجب ہے تو ایک ہی کفارہ کافی ہوگا۔ البتہ اگر جنسی فعل کی بنا پر کفارہ واجب ہوا ہو تو جتنے روزے کا کفارہ واجب ہے سب کا الگ الگ کفارہ ادا کرنا ضروری ہے۔

کفارہ درج ذیل تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں ادا کیا جا سکتا ہے:

(۱) مسلسل ساٹھ روزے رکھنا

☆ ان روزوں میں ناغہ نہ ہو اور اس بات کا دھیان رکھا جائے کہ ساٹھ دنوں کے درمیان کوئی ایسا دن نہ آئے جس کا روزہ حرام ہو۔

☆ عورت کو حیض کے باعث ناغہ کرنے کی اجازت ہے لیکن پاک ہوتے ہی روزوں کو شروع کر دے اس سے تسلسل نہیں ٹوٹے گا۔

☆ اگر ایک بھی ناغہ کر دیا تو دوبارہ ساٹھ روزے از سرِ نو رکھنے ہوں گے۔

(۲) ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا

☆ ایک دن دونوں وقت ساٹھ مسکینوں کو اپنے معیار کے مطابق کھانا کھلائے تو کفارہ ادا ہو جائے گا۔ بشرطیکہ مسکین بالغ ہو۔

☆ اگر ایک ہی مسکین کو ساٹھ روز تک کھلائے تب بھی ٹھیک ہے۔

☆ اگر کھانا نہ کھلائے تو ساٹھ مسکینوں کو صدقۂ فطر کی مقدار کے برابر فدیہ دے۔

☆ ایک ہی آدمی کو ساٹھ مسکینوں کا فدیہ یک مشت دینا جائز نہیں البتہ روزانہ ایک روزے کا فدیہ دے خواہ ایک ہی مسکین کو دے۔

(۳) کسی غلام کو آزاد کرنا

اسلام نے غلامی کے رواج کو تدریج کے ساتھ ختم کر دیا ہے اس لیے یہ صورت آج کل مفقود العمل ہے۔

عذرِ شرعی

جن وجوہ سے روزہ نہ رکھنا یا توڑ دینا جائز ہو انہیں عذر شرعی کہا جاتا ہے۔

بیماری

بیمار آدمی کو روزہ نہ رکھنے اور روزہ توڑ دینے کی اجازت ہے جبکہ بیماری بڑھ جانے، طول پکڑ جانے یا کسی عضو کے تلف ہو جانے یا جان چلے جانے کا اندیشہ ہو، اس اندیشے کا پتا بیمار آدمی اپنے غالب گمان سے لگائے گا۔ یہ غالب گمان کسی علامت یا تجربہ یا مسلمان معالج کی رائے سے ہی قائم کیا جائے گا۔

☆ اگر بیمار کو بیماری سے شفا پانے اور مسافر کو سفر پورا کرنے کے بعد فوت شدہ روزوں کی قضا کرنے کا وقت ملا تو اس کے ذمے ان روزوں کی قضا واجب ہوگی اور اگر وہ قضا کیے بغیر مر گیا تو اس کے لیے فدیہ کی وصیت واجب ہوگی۔

☆ ضعفِ عمر اور بڑھاپا بھی بیماری ہے۔ اگر آدمی بڑھاپے کی کم زوری کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکتا ہو تو اسے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے البتہ اسے ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا پڑے گا۔

☆ اگر کوئی حادثہ پیش آجائے مثلاً کسی گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہو جائے یا سانپ کاٹ لے یا شدید دورہ پڑ جائے تو روزہ توڑنا جائز ہے۔

☆ بیماری سے شفایاب ہونے کے بعد روزوں کی قضا ضروری ہوگی۔

☆ اگر کوئی شخص دائم المریض ہو تو اس پر قضا نہیں بلکہ فدیہ ہے۔

سفر

سفر میں روزہ نہ رکھنا جائز ہے[1] اگر کوئی روزہ رکھ چکا ہے اور بعد میں سفر کا پروگرام بنا تو روزہ نہ توڑے اگر روزہ توڑے گا تو قضا واجب ہوگی، کفارہ لازم نہیں آئے گا۔

☆ مسافر کو روزہ توڑنے اور روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے مگر جس دن سفر شروع کیا ہے وہ دن رخصت میں شامل نہ ہوگا، اس دن روزہ توڑنے کی اجازت نہیں۔

☆ کسی شخص نے دن میں سفر شروع کرنے کے بعد روزہ توڑ دیا تو اس پر قضا واجب ہوگی، کفارہ واجب نہ ہوگا۔ اگر کسی نے پہلے روزہ توڑا اور بعد میں سفر شروع کیا تو کفارہ بھی دینا پڑے گا۔

☆ اگر کوئی مسافر کسی مقام پر پندرہ دن یا اس سے زیادہ دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو روزہ نہ رکھنے کی رخصت ختم ہو جائے گی، اب وہ مسافر نہیں بلکہ مقیم ہو جائے گا۔

☆ حنفیہ کے نزدیک آسان اور آرام دہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے۔ یہی رائے امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کی بھی ہے۔

☆ جو شخص بیماری یا سفر کی وجہ سے روزے نہ رکھ سکا اور اسی بیماری یا سفر میں انتقال کر جائے تو اس پر قضا لازم نہیں۔ اس کی طرف سے فوت شدہ روزوں کے فدیہ کی وصیت واجب نہیں۔ اگر اس نے فوت شدہ روزوں کے بدلے میں وصیت کی تو یہ وصیت صحیح ہوگی اور اس کے تہائی ورثہ سے پوری کی جائے گی۔ یہ وصیت ورثاء کے ذمے واجب نہ ہوگی۔

حیض ونفاس

حیض اور نفاس بھی روزہ نہ رکھنے کا شرعی عذر ہے۔ اگر کسی عورت کو حیض یا نفاس جاری ہو جائے تو روزہ توڑ دے اور جب تک جاری رہے روزہ نہ رکھے، بعد میں قضا کرے۔

حمل

روزہ نہ رکھنے کا شرعی عذر حاملہ ہونا بھی ہے اگر حاملہ کو یہ اندیشہ ہو کہ روزہ رکھنے سے

---

[1] سفر کا اطلاق بعض روایتوں کے مطابق ۴۸ میل پر، بعض روایتوں کے مطابق ۳۶ میل اور بعض روایتوں کے مطابق ۹ میل کی مسافت پر ہوتا ہے۔

خود اس کو یا اس کے بچے کو نقصان پہنچے گا تو روزہ نہ رکھنا اور روزہ توڑ دینا جائز ہے۔ اور وضع حمل کے بعد قضا روزے رکھنے ہوں گے۔

ارضاع (دودھ پلانا)

اگر دودھ پلانے والی ماں کو روزہ رکھنے سے شدید نقصان کا اندیشہ ہو یا بچے کو دودھ کی کمی ہونے کا خوف ہو تو ماں کو روزہ نہ رکھنا چاہیے۔ جب یہ عذر ختم ہو جائے تو قضا کرلے۔

بھوک پیاس کی شدت

روزہ توڑ دینے کا ایک سبب شدید بھوک اور پیاس بھی ہے۔ اگر بھوک پیاس کی شدت سے جان جانے یا حواس گم ہو جانے کا خطرہ ہو تو روزہ توڑا جا سکتا ہے۔

جہاد

جہاد میں مجاہدین شریک ہوں یا جہاد سر پر ہو اور روزہ رکھنے سے کمزوری کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑ دینا چاہیے، بعد میں قضا رکھنا ضروری ہے۔

بے ہوشی

اگر کسی شخص کو بے ہوشی طاری ہو جائے تو وہ روزے نہ رکھے یا روزے سے ہو تو روزہ توڑ دے، بعد میں قضا کرلے۔

پاگل پن

اگر کوئی شخص پاگل ہے اور اس کا پاگل پن دائمی ہے تو اس پر نہ قضا ہے، نہ کفارہ اور نہ فدیہ البتہ اگر جنون عارضی ہے تو شفا ملنے پر قضا ضروری ہے۔

نفلی روزوں کے لیے عذر شرعی

☆ مذکورہ آٹھوں صورتیں نفلی روزوں کے لیے بھی عذر شرعی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی ایک عذر پیش آنے پر نفلی روزہ نہ رکھنا اور توڑ دینا جائز ہے۔

☆ نفلی روزہ مہمان کی دل جوئی کے لیے توڑا جاسکتا ہے اسی طرح ایسے شخص کی دعوت کھانے کے لیے بھی توڑا جاسکتا ہے کہ اگر اس کی دعوت نہ کھائی گئی تو اسے شکایت ہوگی البتہ روزہ توڑنے کی یہ اجازت زوال سے پہلے ہے، زوال شروع ہونے کے بعد روزہ نہیں توڑنا چاہیے۔ یادرہے کہ اگر نفلی روزہ توڑا گیا تو اس کی قضا لازم ہوگی۔

☆ اگر نفلی روزہ رکھنے میں والدین کی یا شوہر کی ناراضی ہو تو نفلی روزہ نہیں رکھنا چاہیے۔ ایسا روزہ زوال کے بعد بھی توڑا جاسکتا ہے۔

☆ ☆ ☆

سحری

روزہ رکھنے کی نیت سے صبح صادق سے پہلے جو کچھ کھایا پیا جائے اسے سحری کہتے ہیں سحری کھانا سنت ہے۔ خواہش نہ ہونے کے باوجود بھی سحری کی نیت سے کچھ نہ کچھ کھا پی لینا چاہیے تاکہ سنت کے ثواب سے محروم نہ رہے۔ رسول اکرم ﷺ خود بھی سحری کھاتے تھے اور صحابۂ کرامؓ کو بھی سحری کھانے کی تاکید فرماتے تھے۔ آپؐ نے تاکید کے ساتھ فرمایا:

''سحری کھایا کرو کیوں کہ سحری کھانے میں بڑی برکت ہے۔'' (متفق علیہ)

سحری کھانے سے روزہ رکھنے میں بڑی سہولت ہو جاتی ہے اور آدمی زیادہ نقاہت اور کمزوری محسوس نہیں کرتا، اسی حکمت کو آپؐ نے یوں واضح فرمایا:

''قیامِ لیل کے لیے دوپہر کو قیلولہ کر کے اور روزہ رکھنے کے لیے سحری کھا کر قوت حاصل کرو۔'' (ابن ماجہ)

حضرت عبداللہ بن حارثؓ کہتے ہیں کہ میں ایک بار نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپؐ نے مجھے ہدایت فرمائی کہ:

''دیکھو! سحری کبھی نہ چھوڑنا۔ خدا نے سحری کھانے میں بڑی برکت رکھی ہے۔'' (نسائی)

ایک جگہ فرمایا:

''سحری کھانے میں سراسر برکت ہے، تم لوگ سحری کھانا نہ چھوڑ دینا چاہے پانی کا ایک ہی گھونٹ ہو، سحری کھانے والوں پر خدا رحمت نازل فرماتا ہے اور فرشتے ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔'' (مسند احمد)

سحری کھانے کی ترغیب دیتے ہوئے آپؐ نے ایک بار فرمایا:

''ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں یہی فرق ہے کہ ہم سحری کھاتے ہیں اور وہ سحری نہیں کھاتے۔'' (مسلم)

یہود یہ سمجھتے تھے کہ سحری کھا کر روزہ رکھا تو کیا رکھا لیکن اسلامی شریعت میں اس تصور کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلامی شریعت میں روزہ صرف دن کا ہے اور رات میں کھانے پینے کی مکمل آزادی ہے اور اس آزادی سے فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت ہے۔ اسلام یہ نہیں چاہتا کہ بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر بیمار پڑ جائیں۔ بلکہ اسلام یہ چاہتا ہے کہ بندے میں اطاعت کا جذبہ ہو اور خدا کے احکام و ہدایات کی پابندی کرنے کا مزاج پروان چڑھے۔

سحری تاخیر سے کھانی چاہیے بعض لوگ اس قدر احتیاط کرتے ہیں کہ آدھی رات ہی کو سحری سے فارغ ہو جاتے ہیں، یہ مناسب نہیں۔ سحری تاخیر سے کھانے میں زیادہ ثواب ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے بیان کیا ہے کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سحری کھائی اور آپؐ نماز فجر کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے زید بن ثابتؓ سے پوچھا کہ سحری کھانے اور اذانِ فجر میں کتنا وقفہ رہا ہوگا۔ آپؐ نے بتایا کہ پچاس آیتوں کے بقدر وقفہ رہا ہوگا۔ ظاہر ہے کہ پچاس آیتیں پڑھنے میں پانچ چھ منٹ سے زیادہ صرف نہیں ہوتے۔

سحری کے مسائل

☆ ائمہ اربعہ اور جمہور صحابہؓ کے نزدیک سحری کا آخری وقت ''صبح صادق تک ہے۔'' اس کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے۔

وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ (البقرۃ:۱۸۷)

''تم کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے (رات کے) سیاہ دھاگے سے صبح

کا سفید دھاگا نمایاں ہو جائے۔''

☆ جب رات کی تاریکی ختم ہو جائے اور دن کا اُجالا شروع ہو جائے تو اسے صبحِ صادق کہتے ہیں۔

حضرت حذیفہؓ سے دریافت کیا گیا کہ'' آپ نے کس وقت تک نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی؟'' انہوں نے جواب دیا:'' دن کے وقت تک اگر چہ سورج ابھی طلوع نہ ہوا تھا۔''

''صبحِ صادق کی پہچان کے لیے حضرت حذیفہؓ سے مروی یہ بیان کافی ہے کہ حضرت بلالؓ نبی ﷺ کے پاس آیا کرتے تھے جب کہ نبی ﷺ سحری کھا رہے ہوتے تھے اور میں اس وقت اپنے تیروں کے گرنے کے نشانات کو دیکھ سکتا تھا۔''

☆ اگر کوئی شخص سحری کی نیت کر کے سوئے اور آنکھ نہ کھلے تو سحری کا ثواب بھی ملے گا اور اس کا روزہ بھی صحیح ہو جائے گا۔

☆ اگر کوئی شخص عشاء کے فوراً بعد سحری کی نیت سے کھالے اور پھر سحری میں نہ اٹھے تو غلط ہے، اسے سحری کا ثواب نہ ملے گا۔ البتہ روزہ ہو جائے گا۔

☆ اگر کوئی شخص سحری کھا رہا ہو اور اذان ہو جائے یا وقت کے ختم ہونے کا اعلان ہو جائے جیسا کہ آج کل سائرن یا گولہ داغا جاتا ہے تو اسے چاہیے کہ اپنے سامنے کا کھانا کھالے جلد بازی نہ کرے۔ بعض لوگ منہ کا لقمہ بھی تھوک دیتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے۔

☆ اگر کسی شخص کی آنکھ اس وقت کھلی جب سحری ختم ہونے کا اعلان ہو رہا تھا تو اسے چاہیے کہ فوراً پانی یا دودھ پی لے تاکہ سحری کا ثواب حاصل ہو جائے۔

☆ سحری کا آخری وقت میں کھانا سنت ہے۔

☆ آنکھ کھلی دیکھا کہ ابھی صبح نہیں ہوئی ہے اور سحری کھالی مگر بعد میں معلوم ہوا کہ ابر تھا اور صبح ہو گئی تھی تو روزہ نہ ہو گا قضا ضروری ہو گی۔

افطار

سورج ڈوبنے کے بعد روزہ کھولنے کو افطار کہتے ہیں۔ افطار میں جلدی کرنا سنت ہے۔ جب سورج ڈوبنے کا یقین ہو جائے تو فوراً روزہ افطار کر لینا چاہیے خواہ مخواہ دیر کرنا مناسب نہیں۔ بعض لوگ افطار میں جلدی کرنے کو تقویٰ کے خلاف سمجھتے ہیں حالاں کہ تقویٰ اس بات کا نام نہیں کہ خواہ مخواہ اپنے جسم کو تکلیف و مشقت میں ڈالا جائے بلکہ تقویٰ خدا اور رسول کی اطاعت و فرماں برداری کا نام ہے اور رسولِ خدا ﷺ سورج غروب ہوتے ہی افطار کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ اس لیے اصل تقویٰ یہ ہے کہ سورج ڈوبتے ہی افطار کر لیا جائے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''دین اس وقت تک غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔ کیوں کہ یہود و نصاریٰ افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔'' (ابن ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ افطار میں تاخیر کرنا یہود و نصاریٰ کی روش ہے مسلمانوں کا شعار افطار میں جلدی کرنا ہے۔ پیارے نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

''لوگ اچھی حالت میں رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے۔'' (بخاری و مسلم)

غرض کہ افطار میں جلدی کرنا چاہیے مگر جلدی کا یہ مفہوم بھی نہیں کہ اچھی طرح سورج غروب بھی نہ ہوا اور آدمی روزہ افطار کر لے اگر سورج کا کنارہ بھی باقی تھا اور افطار کر لیا تو

روزہ درست نہ ہوگا۔

ابر کی وجہ سے کسی نے سمجھا کہ سورج غروب ہوگیا ہے اور افطار کرلیا حالاں کہ ابھی سورج کے غروب ہونے میں وقت تھا تو روزہ جاتا رہا قضا لازم ہوگی۔

افطار کس چیز سے کرنا چاہیے

ہر جائز وحلال چیز سے افطار کرسکتے ہیں البتہ چھوہارے اور کھجور سے کرنا مستحب ہے اور اگر یہ چیزیں نہ میسر ہوں تو پانی سے افطار کرنا مستحب ہے۔ لیکن اس معاملے میں غلو سے بچنا چاہیے اور یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ان چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز سے افطار کرنے میں روزے کا ثواب کم ملے گا، روزے کا ثواب اپنی جگہ ہے البتہ ان چیزوں سے افطار کرنے میں مزید ثواب کی امید رکھنا چاہیے۔

> ''حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نمازِ مغرب پڑھنے سے پہلے چند کھجوروں سے افطار کرتے اور اگر کھجوریں نہ ہوتیں تو چھوہاروں سے افطار کرتے اور اگر چھوہارے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ نوش فرماتے۔'' (ترمذی)

افطار کرانے کا اجر

کوشش کی جائے کہ آپ دوسروں کو بھی افطار کراسکیں۔ روزہ افطار کرانے میں خدا نے بہت اجر رکھا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> ''اگر کوئی شخص رمضان میں کسی شخص کا روزہ کھلوائے تو وہ اس کی مغفرت اور دوزخ سے چھٹکارے کا سبب ہے اور اس کے لیے اتنا ہی اجر ہے جتنا روزے دار کے لیے ہے اور روزے دار کے ثواب میں کوئی کمی بھی واقع نہیں ہوگی۔''

صحابہؓ نے عرض کیا:

''اے رسولِ خدا ﷺ ہم میں سے ہر شخص روزہ افطار کرانے کی استطاعت نہیں رکھتا۔''

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ یہ اجر اس کو بھی دے گا جو دودھ کی لسی یا ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے افطار کرادے۔'' (بیہقی)

افطار کی دعا

افطار کرتے وقت یہ دُعا پڑھنا چاہیے:

اَللّٰهُمَّ لَکَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِکَ أَفْطَرْتُ۔

''اے اللہ میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے رزق سے افطار کیا۔''

افطار کے بعد یہ دُعا پڑھنا چاہیے:

ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی۔

''پیاس بجھ گئی، رگیں تر ہوگئیں اور اجر ثابت ہوگیا اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا۔''

یہ دونوں دعائیں حدیثِ صحیح سے ثابت ہیں۔

غذا میں تخفیف

روزے کے مقاصد کی تکمیل اور اس کے فوائد کی تحصیل کے لیے سحر وافطار میں گنجائش اور معمول سے کم کھانا کھائیے۔ سحر وافطار میں زیادہ کھانا کھانے سے روزے کی تربیتی قوت اور اصلاحی طاقت کمزور بلکہ ختم ہو جاتی ہے اور روزے سے کوئی خاص مقصد وافادیت حاصل نہیں ہو پاتی۔ امام غزالیؒ اپنی کتاب ''احیاء العلوم'' میں اس نکتے پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''پانچواں ادب یہ ہے کہ افطار کے وقت حلال غذا میں بھی احتیاط سے کام لے۔ اتنا نہ کھائے کہ اس کے بعد گنجائش ہی باقی نہ رہے کیوں کہ اللہ کے نزدیک حلق تک بھرے ہوئے پیٹ سے زیادہ کوئی دوسری چیز ناپسندیدہ نہیں۔ اگر روزے دار افطار کے وقت دن بھر کی تلافی کرے اور جو دن بھر کھانے والا تھا، وہ اسی وقت کھالے تو اسے دشمنِ خدا پر غالب آنے اور شہوت ختم کرنے میں روزے سے کیا مدد مل سکے گی۔ یہ عادتیں مسلمانوں میں اتنی راسخ اور عام ہو چکی ہیں کہ رمضان کے لیے بہت پہلے سے سامانِ خوراک جمع کیا جاتا ہے اور رمضان کے دنوں میں اتنا اچھا اور نفیس کھانا کھایا جاتا ہے جو اور دنوں میں نہیں کھایا جاتا۔ روزے کا مقصود تو خالی پیٹ رہنا اور نفسانی خواہشوں کو دبانا ہے تاکہ تقویٰ کی صلاحیت پیدا ہو سکے۔ اب اگر معدے کو صبح سے شام تک کھانے پینے سے محروم رکھا جائے اور

شہوت اور بھوک کو خوب امتحان میں ڈالنے کے بعد انواع واقسام
کے کھانوں سے پیٹ بھرلیا جائے تو نفسانی خواہش اور لذتیں کم نہ
ہوں گی بلکہ اور بڑھ جائیں گی۔ اس سے آگے یہ بھی امکان ہے کہ
بہت سی ایسی خواہشیں جو ابھی تک خوابیدہ تھیں، وہ بھی بیدار
ہو جائیں۔ روزے کی روح اور اس کا اصل مقصدان طاقتوں کو کمزور
کرنا ہے جن کو شیطان اپنے ذرائع کے طور پر استعمال کرتا ہے اور یہ
بات تقلیلِ غذا ہی سے حاصل ہوسکتی ہے یعنی شام کو اتنا ہی کھائے جتنا
کہ اور دنوں میں کھاتا ہے اگر کوئی پورے دن کا حساب لگا کر ایک ہی
وقت میں کھائے تو روزے کا اصل فائدہ حاصل نہ ہوگا۔''

بعض لوگ رمضان کو آرام اور چھٹی کا مہینہ سمجھتے ہیں۔ روزہ رکھ کر استراحت وسہولت پسندی میں دن گزار دینا چاہتے ہیں۔ صبح کے وقت معمولی سا کام کر کے پھر سوتے ہوئے دن کاٹ دینا چاہتے ہیں تاکہ روزے میں بھوک پیاس کا احساس نہ ہو۔ ایئر کنڈیشن کمروں یا خانقاہوں میں اپنے خادموں کے ہجوم میں روزہ رکھ کر دن کاٹ دینے میں اتنا فائدہ نہیں جتنا کسی مزدور یا رکشا پولر کو روزہ رکھ کر حاصل ہوسکتا ہے۔ روزے کا اصل لطف اور اس کی افادیت اسی میں ہے کہ روزے دار کو بھوک پیاس کا احساس ہو اور وہ اپنے نفس کو صبر وتحمل کا عادی بنا سکے۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

''یہ بھی (روزے کے) آداب میں داخل ہے کہ دن میں زیادہ نہ
سوئے تاکہ بھوک پیاس کا لطف معلوم ہو، قویٰ کی کمزوری کا احساس
ہو، دل کا تزکیہ ہو، اسی طرح ہر رات اپنے معدے کو ہلکا رکھے تاکہ
تہجد اور اذکار میں مشغولیت آسان ہو اور شیطان اس کے دل کے
پاس نہ منڈلا سکے۔''

قرآن سے شغف

قرآن پاک کو رمضان سے اور رمضان المبارک کو قرآن سے ایک خصوصی مناسبت اور گہرا تعلق ہے۔ یہ وہ مبارک مہینہ ہے جس میں انسانی ہدایت کے لیے قرآن کا نزول ہوا۔ گم کردۂ انسانیت کی شبِ تاریک سحر آشنا ہوئی۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ (البقرہ:۱۸۵)

''ماہِ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا وہ لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ اس میں ہدایت اور حق و باطل میں امتیاز کے دلائل ہیں۔''

حضورِ اکرم ﷺ بھی رمضان میں تلاوت کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رمضان کی ہر رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آپؐ کے پاس آتے اور قرآن مجید کا دور کرتے۔ آنحضور ﷺ نے اسی بنا پر نمازِ تراویح پڑھنا شروع کی لیکن اس خوف سے کہ آپؐ کے التزام وشوق کے پیشِ نظر کہیں یہ امت پر فرض نہ کر دی جائے اور امت کے لیے باعثِ مشقت ہو، چند دنوں پڑھ کر چھوڑ دی لیکن صحابۂ کرامؓ جو قرآن وسنت کا سب سے زیادہ فہم رکھنے والے اور آپؐ کے افعال واقوال کے سب سے معتبر شارح تھے، آپؐ کے اشارے کو سمجھ گئے اور آپ کی وفات کے بعد پورے مہینے نمازِ تراویح کا اہتمام کیا یہاں تک کہ تراویح کی یہ نماز تمام اہلِ سنت اور صلحاءِ امت کی علامت بن گئی۔

نمازِ تراویح کے علاوہ بھی قرآن کی تلاوت کیجیے۔ پورے مہینے میں کم از کم ایک بار قرآن ختم کیجیے۔ اس کی آیت کے معنی ومفہوم پر غور کیجیے، طلبِ ہدایت کے جذبے سے پڑھیے اور یہ ارادہ رکھیے کہ قرآن کے تقاضوں کے مطابق اپنی زندگی اور سیرت کی تعمیر کریں گے۔

نوافل واذکار کا اہتمام

رمضان نیکیوں کی فصل بہار ہے۔اس موسم میں زیادہ سے زیادہ نیکیوں سے اپنے دامن کو مالا مال کیجیے۔فرض کی ادائیگی کے ساتھ نوافل واذکار کا بھی اہتمام کیجیے۔اس مہینے میں ہر نفل کا ثواب فرض کے برابر کردیا جاتا ہے۔اس لیے کثرت سے نوافل پڑھیے تاکہ وہ آپ کی لغزشوں اور کوتاہیوں کا کفارہ بن سکیں خاص طور سے رات کے آخری حصے میں بے دار ہوکر نوافل کا اہتمام کیجیے۔جب ہر سوسناٹا ہو،لوگ میٹھی نیند کے مزے میں مست ہوں تب آپ اپنے مالک وخالق کے سامنے مسکین بن کر اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار کیجیے،جبینِ نیاز جھکا کر اس کے سامنے گڑگڑایئے،ہاتھ پھیلا کر اس سے عفو وکرم کی بھیک مانگیے۔یقین مانیے کہ رات کے آخری حصے کی عبادت آپ کے قلب کو پاکیزگی عطا کرے گی۔رسولِ خدا ﷺ راتوں کو اتنا طویل قیام فرماتے تھے کہ پائے مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا:''اے اللہ کے رسول ﷺ،آپ کو اس کی کیا ضرورت؟ آپؐ کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردیے گئے ہیں۔''آپؐ نے فرمایا:'' کیا میں خدا کا شکرگزار بندہ نہ بنوں۔''(متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں تہجد کی تلقین کی ہے اور اسے تربیتِ نفس کا بہترین نمونہ قرار دیا ہے اور ان بندوں کو اپنا محبوب بتایا ہے جو راتوں کو اٹھ کر سجدہ ریز ہوتے اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

''خدا ہر رات آسمانِ دنیا پر نزول فرماتا ہے یہاں تک کہ جب رات

کا آخری حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتا ہے، کون مجھے پکارتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں، کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اس کو عطا کروں، کون مجھ سے مغفرت طلب کرتا ہے کہ میں اسے معاف کروں۔'' (ترمذی)

''جب رمضان کا مہینہ آتا تو رسولِ خدا ﷺ کا رنگ بدل جاتا، آپؐ کی نمازوں میں اضافہ ہوجاتا، دعا میں بہت عاجزی فرماتے اور آپؐ پر خوفِ خداوندی بہت غالب ہوجاتا۔'' (درِمنثور)

رمضان رحمت ومغفرت کا خاص مہینہ ہے۔ بارگاہِ ایزدی میں گڑگڑا کر اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کیجیے، احساسِ ندامت کے ساتھ اپنی کوتاہیوں پر آنسو بہایئے۔ گناہوں سے اجتناب اور نیکیوں پر استقامت کی توفیق طلب کیجیے، اللہ کے محبوب بندوں کی خوبی یہ نہیں ہے کہ ان سے خطا نہیں ہوتی بلکہ ان کی امتیازی شان یہ ہے کہ جب بھی ان سے غلطی وخطا کا صدور ہوتا ہے تو وہ احساسِ جرم سے سرشار ہوکر ندامت وپشیمانی کے جذبات لیے درِرحمت پر سر ٹیک دیتے ہیں۔

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوْا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَافَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (آل عمران:۱۳۵)

''جب ان سے کوئی غلطی ہوجاتی ہے یا اپنے اوپر زیادتی کر بیٹھتے ہیں تو انہیں خدا یاد آجاتا ہے اور وہ اس سے اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور خدا کے سوا معاف بھی کون کرسکتا ہے اور وہ جانتے بوجھتے اپنے کیے پر اصرار نہیں کرتے۔''

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

''تمام انسان خطا کار ہیں اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو بہت زیادہ توبہ کرنے والے ہیں۔'' (ترمذی)

ماہِ رمضان قبولیتِ دعا کا ماہِ جشن ہے۔ اس ماہ میں دعاؤں کی کثرت کیجیے، اپنی جائز ضرورتیں اور تمنائیں خدا کے حضور پیش کیجیے۔ پیارے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ ''خدا رمضان میں عرش اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عبادتیں چھوڑ دو اور روزہ رکھنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہو۔''

یکسوئی اور خلوص کے ساتھ توبہ کیجیے اور یقین رکھیے کہ خدا کی رحمت بہت وسیع ہے۔ کسی کے گناہ کتنے ہی زیادہ ہوں لیکن جب وہ اپنے گناہوں پر شرم سار ہو کر خدا کے حضور گڑگڑاتا ہے تو خدا اسے اپنے دامنِ عفو و رحمت میں چھپا لیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ (ہود:۹۰)

''اپنے پروردگار سے مغفرت چاہو اور اس کی طرف پلٹ جاؤ یقیناً میرا رب بڑا ہی رحم فرمانے والا اور محبت رکھنے والا ہے۔''

دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرہ:۱۸۶)

''(اے رسولؐ) جب میرے بندے تم سے میرے بارے میں پوچھیں تو (انہیں بتادو) کہ میں ان سے بہت قریب ہوں جب کوئی پکارنے والا پکارتا ہے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔''

افطار سے کچھ قبل دعا کا خاص اہتمام کیجیے۔ اس وقت آپ خدا کی اطاعت و تعمیل میں نڈھال ہو چکے ہوتے ہیں اور خدا کو آپ پر پیار آ رہا ہوتا ہے ایسے وقت میں آپ کے منہ سے جو بھی دعا نکلے گی بارگاہِ الٰہی میں شرفِ قبولیت حاصل کرے گی۔ احادیث سے ثابت ہے کہ ''وقتِ افطار جو بھی دعا کی جاتی ہے، وہ رد نہیں ہوتی۔'' (ترمذی)

تراویح

رمضان میں عشاء کی نماز کے بعد جونماز پڑھی جاتی ہے، اس کوتراویح کہتے ہیں۔

حکم: ائمہ اربعہ کے نزدیک تراویح سنت موکدہ ہے اور مردوں کی طرح عورتوں کے لیے بھی سنتِ موکدہ ہے۔

وقت: تراویح کی نماز کا وقت عشاء کی فرض نماز اور دو رکعت سنتِ مؤکدہ کے بعد ہے۔

جماعت: تراویح کی جماعت سنت کفایہ ہے۔یعنی اگر کچھ لوگ جماعت سے پڑھ لیں تو سنت ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی بھی نہیں پڑھے گا تو سب لوگ سنت کے تارک ہوں گے۔

رکعات: تراویح کی رکعتوں کی تعداد میں اختلاف ہے، علماء سے آٹھ، بارہ اور بیس رکعتیں بھی ثابت ہیں اور چھتیس اور چالیس رکعتیں بھی۔ جو جس کا قائل ہو اسے اختیار کرے۔

مسائل

☆ تراویح کی نماز کی قضا نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص بعد میں شریک ہو تو اسے چاہیے کہ بعد میں اپنی رکعات کی تعداد پوری کر لے۔

☆ نماز وتر تراویح کے بعد پڑھنا افضل ہے۔البتہ اگر کوئی پہلے پڑھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

☆ ہر چار رکعت کے بعد "ترویحہ"[1] ضروری ہے۔

☆ تراویح کی نماز دو دو رکعت کر کے پڑھی جاتی ہے۔ ہر بار نیت کرنا ضروری ہے۔

☆ تراویح میں پورا قرآن ختم کرنا افضل ہے۔

---

[1] ترویحہ ہر چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر آرام کے لیے بیٹھنا۔

اعتکاف

اعتکاف کے لغوی معنیٰ ''کسی جگہ پر رکے رہنا اور ٹھہرنا ہیں۔'' شریعت کی اصطلاح میں اعتکاف اس عبادت کو کہتے ہیں جس میں دنیوی مشاغل سے الگ ہو کر آدمی ایسی مسجد میں جا بیٹھے جس میں جماعت ہوتی ہو۔

اعتکاف کے ذریعے آدمی دنیوی مشاغل سے الگ ہو جاتا ہے، دنیا کے جھگڑوں اور گناہوں سے محفوظ رہتا ہے، ہر وقت اللہ کی یاد میں لگا رہتا ہے، اس لیے اس کا دل ایمان سے معمور ہوتا ہے۔ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جس نے رمضان میں دس دن کا اعتکاف کیا اس نے گویا دو حج اور دو عمرے کیے۔''

آخری عشرے میں اعتکاف کر کے درِ رحمت پر پڑے رہنے کی سعادت حاصل کیجیے۔ اعتکاف کر کے تنہائی میں خدا کے سامنے گڑگڑائیے۔ اپنی عاجزی و بےبسی ظاہر کر کے خدا سے اپنے تعلق کو مضبوط بنائیے، زندگی کا احتساب کر کے گناہوں سے توبہ کیجیے اور آئندہ کے لیے حسنِ توفیق طلب کیجیے پھر دیکھیے خدا کی توجہات آپ کو حاصل ہوں گی۔ آپ کے سیرت و کردار میں نکھار پیدا ہوگا۔ مادہ پرستی کی جڑیں کمزور ہوں گی اور خدا سے رشتہ و تعلق زیادہ مستحکم اور پائیدار ہوگا۔

رسول خدا ﷺ ہر سال پابندی کے ساتھ اعتکاف فرماتے، صالحین امت نے بھی اعتکاف کی پابندی کی ہے یہاں تک کہ اعتکاف رمضان کا شعار بن گیا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپؐ کا انتقال ہو گیا۔ آپؐ کے بعد آپؐ کی ازواجؓ نے اعتکاف کا معمول قائم رکھا۔ (بخاری ومسلم)

حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم ﷺ رمضان کے عشرۂ اخیرہ میں اعتکاف نہ کر سکے تو اگلے سال آپ نے بیس دن کا اعتکاف فرمایا۔ (ترمذی)

اعتکاف کے آداب وشرائط بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ:

''اعتکاف کرنے والے کے لیے سنت یہ ہے کہ کسی مریض کی عیادت کے لیے نہ جائے، نہ نماز جنازہ کے لیے مسجد سے باہر نکلے، نہ عورت سے صحبت کرے، نہ بوس وکنار کرے، نہ اپنی ضروریات کے لیے مسجد سے باہر جائے سوائے ان ضروریات کے جو ناگزیر ہوں۔ اعتکاف روزہ رکھ کر ہونا چاہیے اور ایسی مسجد میں ہونا چاہیے جس میں پانچوں نمازیں باجماعت ہوتی ہوں۔'' (ابوداؤد)

اس روایت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بلاضرورتِ شدیدہ کے معتکف کو مسجد سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

رمضان کے آخری عشرہ میں سب سے کٹ کر اپنے مالک کے آستانہ پر جا پڑیے، اس کے حضور پیشانی رگڑیے، توبہ واستغفار کیجیے۔ گناہوں پر ندامت وپشیمانی کا اظہار کیجیے، اس کی تسبیح وتقدیس میں مصروف رہیے، اس کی قربت ورحمت طلب کیجیے، اس کے دامنِ عفو میں پناہ تلاش کیجیے، اپنے شب وروز اپنے خدا کے سامنے روتے ہوئے گزاریے اور پھر دیکھیے کہ آپ کا رحیم وکریم پروردگار کس طرح آپ کو اپنے سایۂ عاطفت میں پناہ دیتا ہے۔

اعتکاف کی قسمیں

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:

(۱) واجب (۲) سنتِ مؤکدہ (۳) مستحب

(۱) واجب: اگر کسی نے اعتکاف کی نذر مان لی تو اس پر اعتکاف واجب ہو جائے گا۔

(۲) سنتِ مؤکدہ: رمضان کے آخری دس ایام کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے۔ رمضان کی بیس تاریخ کو غروب آفتاب کے وقت اس کی ابتدا ہوتی ہے اور عید کا چاند نظر آنے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔

(۳) مستحب: واجب اور سنت مؤکدہ کے علاوہ ہر اعتکاف مستحب ہے۔

اعتکاف صحیح ہونے کی شرطیں

اعتکاف صحیح ہونے کے لیے درج ذیل شرطیں ہیں:

(۱) مسلمان ہونا۔

(۲) غسل کی حاجت سے پاک ہونا۔

(۳) عاقل ہونا۔

(۴) نیت کرنا۔

(۵) ایسی مسجد میں اعتکاف کرنا جس میں جماعت ہوتی ہو۔ (عورت اپنے گھر میں اس جگہ اعتکاف کرے جہاں نماز پڑھتی ہو۔)

(۶) واجب اعتکاف کی ادائیگی کے لیے روزہ بھی شرط ہے۔

مستحباتِ اعتکاف

اعتکاف میں درج ذیل باتیں مستحب ہیں:

☆ نیک اور اچھی باتیں کرنا۔

☆ قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔

☆ ذکر و تسبیح اور درود پڑھنا۔

☆ دین کا علم سیکھنا اور سکھانا۔

☆ جامع مسجد میں اعتکاف کرنا۔

مکروہاتِ اعتکاف

اعتکاف میں درج ذیل چیزیں مکروہ ہیں:

☆ بالکل خاموش رہنا اور خاموش رہنے کو عبادت سمجھنا۔

☆ مسجد میں سامان لا کر خرید و فروخت کرنا۔

☆ لڑائی جھگڑا یا بے ہودہ باتیں کرنا۔

مفسداتِ اعتکاف

☆ بغیر کسی عذر کے قصداً یا سہواً مسجد سے نکلنا۔

☆ کسی عذر سے باہر نکل کر ضرورت سے زیادہ ٹھہر جانا۔

☆ بیماری یا خوف کی وجہ سے مسجد سے باہر نکلنا۔

وہ صورتیں جن سے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے:

☆ پاخانہ پیشاب کے لیے نکلنا۔

☆ فرض غسل کے لیے نکلنا۔

☆ جمعہ کی نماز کے لیے نکلنا۔

☆ اذان کہنے کے لیے اذان کی جگہ تک نکلنا۔

آخری بات

رمضان کی ہر ساعت کو اپنے حق میں ایک نعمتِ خداوندی سمجھ کر اس سے اکتسابِ فیض کیجیے۔ برائیوں سے کنارہ کش ہو کر نیکیوں کو پروان چڑھائیے۔ کوشش کیجیے کہ آپ کا پورا رمضان معصیت سے بچ کر نیکیاں سمیٹتے ہوئے بسر ہو تاکہ باقی گیارہ مہینے بھی آپ اسی نہج پر گزار سکیں۔ صلحاءِ امت کا تجربہ بتاتا ہے کہ آدمی کا رمضان جس حالت میں گزرتا ہے بقیہ سال بھی اسی حالت میں گزرتا ہے۔ اس لیے کوشش کیجیے کہ آپ کا یہ مہینہ زہد و طاعت، جمعیت خاطری، دعوت دین کے لیے سعی و جہد، صبر و عزیمت اور مساوات و غم خواری میں گزرے تاکہ باقی ایام بھی پر سکون اور دعوتِ دین کا کام کرتے ہوئے بسر ہو سکیں۔

مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''اگر اس مہینے میں کسی آدمی کو اعمالِ صالحہ کی توفیق مل جائے تو پورے سال یہ توفیق شاملِ حال رہے گی اور اگر یہ مہینہ بے دلی، تردد اور پریشان خیالی میں گذرے تو پورا سال اسی حال میں گزرنے کا اندیشہ ہے۔'' (مکتوبات امام ربانی)

ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں:

''اس مہینے میں جمعیت باطنی کا حصول پورے سال جمعیت باطنی کے لیے کافی ہوتا ہے

اور اس مہینے میں پراگندہ خیالی بقیہ تمام دنوں بلکہ پورے سال کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ قابل مبارک باد ہیں وہ لوگ جن سے یہ مہینہ راضی ہو کر گیا اور ناکام و بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اس کو ناراض کر کے ہر قسم کی خیر و برکت سے محروم ہو گئے۔"
(مکتوبات امام ربانی)

مختصر یہ کہ رمضان اور روزے کے لوازمات و آداب کی پابندی کر کے اپنے لیے سامانِ تربیت اور توشۂ آخرت جمع کیجیے۔ کل جب آپ خدا کے حضور حاضر ہوں تو روزہ آپ کی سفارش کر سکے اور آپ جنت کے مستحق قرار پا سکیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کے دن روزہ سفارش کرے گا اور کہے گا کہ:
اے پروردگار میں نے اس شخص کو دن میں کھانے پینے اور دوسری لذتوں سے روکے رکھا خدایا تو اس شخص کے حق میں میری سفارش قبول فرما اور خدا اس کی سفارش قبول فرمالے گا۔" (مشکوٰۃ)

☆ ☆ ☆

شبِ قدر

رمضان المبارک کے مہینے میں ایک ایسی رات آتی ہے جو ہزار مہینوں کی راتوں سے افضل ہے۔ اس رات کو لیلۃ القدر یا شبِ قدر کہتے ہیں۔ قرآن پاک میں اس رات کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ (القدر:۳)

''شب قدر ایک ہزار مہینہ کی راتوں سے بہتر ہے۔''

قرآن وحدیث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ رات رمضان کی راتوں میں سے کوئی ایک رات ہے۔ احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ رات رمضان کی آخری دس راتوں میں سے کوئی طاق رات ہے۔ پیارے نبیؐ نے فرمایا:

''شب قدر کو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے کسی طاق رات میں تلاش کرو۔'' (بخاری)

لیکن یہ بات واضح نہیں کی کہ کون سی طاق رات ہے البتہ نبی کریم ﷺ آخری عشرے میں عبادت کا خصوصی اہتمام فرماتے تھے اور صحابہ کرامؓ کو بھی ترغیب دیتے تھے۔

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

''جب رمضان کی آخری دس تاریخیں آتیں تو رسولِ خدا ﷺ کمر بستہ ہو جاتے، خود بھی رات بھر جاگتے اور گھر والوں کو بھی جگاتے۔''

(متفق علیہ)

شب قدر میں خدا تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں۔ قبولِ دعا کا اہتمام ہوتا

ہے۔ بندے کو چاہیے کہ خدا سے خوب دعائیں مانگے اور امید رکھے کہ اس کی دعائیں ضرور سنی جائیں گی۔ مگر ایک خاص دعا کا بھی اہتمام کرے۔ یہ وہ دعا ہے جو نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ کو سکھائی تھی۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک بار میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہؐ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ شب قدر کون سی رات ہے تو میں کیا دعا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ''یہ دعا پڑھو۔''

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفُوَ فَاعْفُ عَنِّیْ (ترمذی)

''اے اللہ بیشک تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے لہٰذا مجھے معاف فرما دے۔''

شب قدر کی طرح رمضان کی آخری رات میں عبادت کا خصوصی اہتمام کیجیے۔ یہ سوچیے کہ برکتوں اور رحمتوں والے مہینے کی یہ آخری رات ہے۔ اس رات میں جتنی بھی عبادت کر لی جائے کم ہے۔ کیوں کہ یہ موقع اب ایک سال کے بعد میسر آ سکتا ہے۔ بشرطیکہ زندگی نے وفا کی۔ ورنہ زندگی کا کیا بھروسہ۔ موت کا فرشتہ ہر وقت اللہ کے حکم کا منتظر ہے۔ نہ جانے ہمیں یہ رمضان کی قیمتی رات دوبارہ نصیب ہو یا نہ ہو۔ اس لیے رمضان کی آخری رات میں بھی عبادت و انابت کا خصوصی اہتمام کیجیے۔ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''رمضان کی آخری رات میں امت کی مغفرت کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔'' عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ وہ رات شب قدر ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''شب قدر تو نہیں ہوتی لیکن عمل کرنے والا جب اپنا عمل پورا کر دیتا ہے تو اس کو پوری اجرت مل جاتی ہے۔''

(مسند احمد)

صدقۂ فطر

فضیلت و حکمت

صدقۂ فطر کو اللہ کے رسول ﷺ نے زکوٰۃ الفطر کہا ہے۔ کیوں کہ یہ رمضان کے روزے پورے ہونے پر دیا جاتا ہے۔ فطر دراصل افطار کے ہم معنی ہے۔ زکوٰۃ الفطر یا صدقۂ فطر کا مطلب ہوا "روزے پورے ہوجانے پر زکوٰۃ یا صدقہ" حضرت عبداللہ بن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ "نبی ﷺ نے صدقۂ فطر فرض فرمایا۔ یہ صدقہ روزے دار کے لیے لغویات اور بے حیائی کی باتوں سے پاکیزگی کا باعث اور مسکینوں کے لیے خوراک کا سامان فراہم کرتا ہے۔ جو شخص اسے عید کی نماز سے پہلے ادا کرتا ہے تو یہ ایک قبول ہونے والا صدقہ ہے اور جو شخص نماز کے بعد اسے ادا کرتا ہے تو وہ عام صدقوں میں سے ایک صدقہ ہے۔" (ابوداؤد، ابن ماجہ)

اس حدیث میں صدقۂ فطر کی دو حکمتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک حکمت یہ ہے کہ روزے دار سے بشری تقاضوں کے تحت بہت سی کوتاہیاں ہوجاتی ہیں۔ زبان و نگاہ سے بہت سی لغزشیں صادر ہونے کا امکان رہتا ہے۔ اس لیے روزوں کے اختتام پر صدقے کا حکم دیا گیا تاکہ اس صدقے کے ذریعے وہ کوتاہیاں اور لغزشیں بخش دی جائیں جو روزے دار سے قصداً یا سہواً سرزد ہوگئی ہیں اور روزے دار کو پاکیزگی حاصل ہوجاتی ہے۔

دوسری حکمت یہ بیان کی گئی ہے کہ عید کے دن تمام مسلم معاشرے کو خوشی و مسرت میں شریک ہونا چاہیے اور غرباء و مساکین کو مانگے بغیر اتنی رقم ضرور مل جانی چاہیے کہ وہ عید کی خوشی دوسروں کی طرح منا سکیں۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ صدقۂ فطر کی رقم نمازِ عید سے پہلے پہلے غریب

افراد تک ضرور پہنچا دی جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رمضان کا صدقۂ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، ہر مسلمان پر فرض قرار دیا خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت۔

نبی کریم ﷺ نے صدقۂ فطر کے لیے زکوٰۃ الفطر کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کی ادائیگی بھی زکوٰۃ کی طرح ضروری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ زکوٰۃ مال پر واجب ہوتی ہے اور مال کو پاک کرتی ہے جبکہ صدقۂ فطر انسان پر واجب ہوتا ہے اور اُسے گناہوں کی آلائشوں سے پاک کرتا ہے۔

صدقۂ فطر کے مسائل

حکم: صدقۂ فطر واجب ہے۔

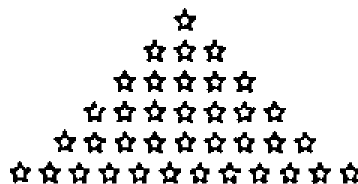
صدقۂ فطر کس پر واجب ہے: صدقۂ فطر ہر صاحبِ نصاب مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، چھوٹا ہو یا بڑا، آزاد ہو یا غلام۔

صدقۂ فطر کن کو دینا جائز ہے: ان تمام مدات میں جن میں زکوٰۃ صرف کی جاتی ہے۔ صدقۂ فطر خرچ کرنا جائز ہے۔ البتہ فقیروں، محتاجوں کو دینا افضل ہے۔

وقت: صدقۂ فطر عید کا چاند دیکھتے ہی واجب ہو جاتا ہے اور اس کا نمازِ عید سے پہلے ادا کر دینا ضروری ہے۔ اگر کسی عذر کی وجہ سے نمازِ عید سے پہلے ادا نہ کر سکے تو نمازِ عید کے بعد بھی ادا کر سکتا ہے بہرحال جلد سے جلد ادا کر دینا ضروری ہے۔

کیا چیز دینا جائز ہے: ہر وہ چیز جو غذا کے طور پر استعمال کی جاتی ہو، صدقۂ فطر میں دینا جائز ہے۔ نقد رقم کی صورت میں بھی صدقۂ فطر دینا جائز ہے۔

مقدار: صدقہ فطر کی مقدار ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، ہر مسلمان پر قرار دیا گیا ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت۔



عیدالفطر

ہر قوم کے کچھ مخصوص تہوار ہوتے ہیں جن میں وہ خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔
انسانی فطرت یہ چاہتی ہے کہ انسان کی زندگی میں کچھ ایسے مواقع ضرور آنے چاہئیں جب وہ تمام غموں کو بھول کر خوشیاں منائیں، اچھے اچھے کپڑے پہنیں، قسم قسم کے مزے دار کھانے کھائیں دعوت، میل، ملاپ اور بے تکلفی کی مجلسیں ہوں۔ بھلا اسلام کیوں کر انسانی فطرت کے اس تقاضے کو نظر انداز کرسکتا تھا۔ اس نے اپنے ماننے والوں کو دو بے مثال تیوہار عطا کیے۔ ایک رمضان المبارک کے بعد عیدالفطر کے نام سے اور دوسرا ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو عیدالاضحیٰ کے نام سے۔

عیدالفطر اس شکرانے کے طور پر منائی جاتی ہے کہ اللہ نے رمضان کے جو روزے فرض کیے تھے الحمدللہ ہم نے نہایت اہتمام سے ان روزوں کو رکھ کر اپنا فرض ادا کیا۔ اس عید پر نماز پڑھنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرتے ہیں تاکہ ہمارے روزے میں اگر کوئی کوتاہی رہ گئی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی تلافی فرمادے نیز یہ کہ غریب اور پریشان حال لوگ بھی ہماری خوشی میں شریک ہوسکیں۔

نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ کے مسلمان دو دنوں میں خوشی مناتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا یہ دو دن کیسے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا ''ہم جاہلیت کے زمانے میں ان دو دنوں میں خوشیاں منایا کرتے تھے''۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں کے بدلے میں تمھیں ان سے بہتر دو دن عطا کیے ہیں ایک عیدالاضحیٰ اور دوسرے عیدالفطر۔'' (ابوداؤد)

عیدالفطر کے دن مسنون عمل

عیدالفطر اور اس کی نماز کا اس طرح اہتمام کیجیے جس طرح اللہ کے رسولؐ اور آپؐ کے اصحابؓ کرتے تھے:

☆ خوب اچھی طرح غسل کیجیے۔
☆ مسواک کا بھی اہتمام کیجیے۔
☆ سب سے عمدہ لباس پہنیے۔
☆ خوش بو میسر ہو تو ضرور لگائیے۔
☆ عیدگاہ جانے سے پہلے کچھ میٹھا ضرور کھالیجیے۔
☆ نماز عید سے پہلے صدقۂ فطر ضرور ادا کردیجیے۔
☆ عید کی نماز پڑھنے کا اہتمام عیدگاہ میں کیجیے۔
☆ عیدگاہ ایک راستے سے جایئے اور دوسرے راستے سے واپس آیئے۔
☆ راستے میں آتے جاتے یہ تکبیر آہستہ آواز میں پڑھیے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ

نمازِ عید کے مسائل

وقت: سورج کے پوری طرح روشن ہونے سے لے کر زوالِ آفتاب تک نمازِ عید کا وقت رہتا ہے۔ البتہ تاخیر درست نہیں۔

جگہ: نماز عید کی ادائیگی کے لیے سب سے بہتر جگہ عیدگاہ ہے لیکن بڑے شہروں میں مختلف مساجد میں بھی اہتمام کرنا چاہیے اور مختلف اوقات مقرر کرنا چاہئیں تاکہ سبھی لوگ نماز ادا کرلیں۔

نماز صحیح ہونے کے شرائط

عید کی نماز صحیح ہونے کے لیے وہی شرائط ہیں جو جمعہ کی نماز کے لیے ہیں۔ بس خطبے کا فرق ہے۔ جمعے کا خطبہ فرض ہے اور عید کا خطبہ سنت۔

عید کا خطبہ

☆ عید کا خطبہ سنت ہے۔ اس کا سننا واجب ہے۔

☆ عید کا خطبہ نمازِ عید کے بعد پڑھنا سنت ہے۔ دو خطبہ پڑھنا اور دونوں کے بیچ اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر جمعے میں بیٹھتے ہیں، سنت ہے۔

☆ عید الفطر کے خطبے میں عید اور صدقۂ فطر کے مسائل بیان کرنا چاہیے۔

☆ عید کے خطبوں میں تکبیر کہنا چاہیے پہلے خطبے میں ۹ مرتبہ اور دوسرے خطبے میں سات مرتبہ۔

نیت

نیت دل سے کرنا ضروری ہے اور زبان سے کہنا افضل ہے " دو رکعت نمازِ عید الفطر واجب کی نیت کرتا ہوں چھ زائد تکبیروں کے ساتھ۔"

مختلف مسائل

☆ عید کی نماز صرف جماعت سے ہو سکتی ہے تنہا نہیں۔

☆ عید کی نماز کی قضا نہیں ہے۔

☆ اگر کسی وجہ سے کسی بستی کے لوگوں نے عید کی نماز عید کے دن نہ پڑھی تو وہ دوسرے دن پڑھ سکتے ہیں۔

☆ عید کی نماز کے لیے اذان اور اقامت نہیں ہے۔

☆ عید کی نماز سے پہلے یا بعد میں نہ نفل ہے اور نہ سنت۔

☆ اگر کوئی شخص اس وقت نماز میں شامل ہوا جب امام تکبیریں کہہ چکا تھا تو اسے چاہیے کہ پہلے تکبیریں کہے۔

☆ اگر کوئی شخص رکوع میں شامل ہوا تو اگر تکبیریں کہنے کا وقت ہے تو تکبیریں کہہ لے ورنہ امام کی اقتدا کرے۔

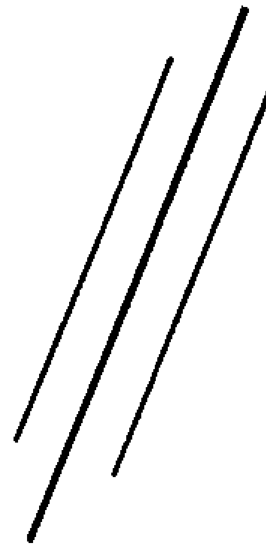
☆ عید کی نماز میں قرأت جہری ہونا چاہیے۔

☆ نمازِ عید میں صرف دو رکعت ہیں۔

☆ نمازِ عید میں چھ زائد تکبیریں سنت ہیں۔ پہلی رکعت میں تکبیرِ تحریمہ کے بعد اور قرأت سے پہلے تین تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد اور رکوع سے پہلے تین تکبیریں۔

☆ ☆ ☆

حج



الحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة

(بخاری ومسلم)

حج مبرور کا بدلہ صرف جنت ہے

حج کا مفہوم اور حکم

حج کے لغوی معنیٰ ہیں ''ارادہ کرنا'' اور شریعت کی اصطلاح میں حج اس عبادت کو کہتے ہیں جس میں مسلمان بیت اللہ کی زیارت کا ارادہ کرتا ہے۔

حج اس شخص پر فرضِ عین ہے جس کے پاس گھر کی ضرورت سے زائد اتنی رقم ہو کہ وہ حج کے اخراجات کے لئے کافی ہو اور واپس آنے تک اہل وعیال کے خرچ کے لئے کافی ہو۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (آل عمران)

''اللہ کے لئے ان لوگوں پر اللہ کے گھر کا حج فرض ہے جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں۔''

قرآن کی متعدد آیات میں حج کی فرضیت کو بیان کیا گیا ہے۔ احادیث میں بھی حج کی فرضیت پر زور دیا گیا ہے۔ اور حج کو ارکانِ اسلام میں شمار کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

بُنِيَ الاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ (مسلم)

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (۱) توحید ورسالت کی گواہی (۲) نماز قائم کرنا (۳) ادائیگی زکوٰۃ (۴) رمضان کے روزے (۵) اور حج۔''

تمام علماء امت اور ائمہ فقہ کا اس کے فرض ہونے پر اجماع ہے۔ کوئی بھی اس کی فرضیت کا منکر نہیں۔ اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔

حج کی فرضیت وفضیلت

حج اسلام کا تکمیلی رکن ہے اور عمر میں ایک مرتبہ ہر اس شخص پر فرض ہے جو اپنے وطن سے مکہ مکرمہ آنے جانے اور واپسی تک اہل وعیال کے اخراجات کے بقدر دولت رکھتا ہو۔ حج وہ عبادت ہے جو بندہ کی عاجزی وانکساری اور عبدیت کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ خدا کے دربار میں والہانہ حاضر ہونا، بناسلے کفن نما کپڑے پہننا، اللہ کے گھر کے چاروں طرف چکر لگانا، صفا ومروہ کے درمیان دوڑنا، عرفات ومزدلفہ کے صحراؤں میں پڑاؤ ڈالنا، جمرات پر کنکریاں مارنا، بلند آواز میں لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہنا اور اس قسم کے بہت سے اعمال انجام دینا بندگی اور عبدیت کا بہترین مظہر ہیں۔ یہ حضرت ابراہیمؑ کے عشق خداوندی کی اداؤں کا اعادہ اور اسلام کا آخری رکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں فرمایا:

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً وَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ۔ (آل عمران)

''اللہ کا لوگوں پر یہ حق ہے کہ بیت اللہ کا حج کرے ہر وہ شخص جو وہاں پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو اور جو شخص ناشکری کرے (یعنی استطاعت کے باوجود حج نہ کرے تو وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔) اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے''۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ لِیَشْھَدُوْا مَنَافِعَ لَھُمْ (الحج)

حج کی فرضیت کا حکم ۹ ھ میں آیا۔ اگلے سال نبی کریمؐ نے اپنی وفات سے

صرف تین ماہ قبل حج فرمایا۔ جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اسی حج کے موقعہ پر میدانِ عرفات میں آپؐ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا.

''آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا تم پر اپنی نعمتیں پوری کر دیں، تمہارے لئے دین کی حیثیت سے اسلام کو پسند کیا۔''

گویا حج کے بعد اسلام مکمل ہو گیا۔ اس طرح حج کو تکمیلی رکن کہا جا سکتا ہے۔ عبادت کے تمام لوازمات وخصوصیات حج میں پائے جاتے ہیں۔ عبادت وعبدیت کے لحاظ سے حج حتمی اور تکمیلی حیثیت رکھتا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حج کو اجر وثواب کے لحاظ سے بڑی فضیلت واہمیت حاصل ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّه (بخاری ومسلم)

''جس شخص نے حج کیا اور اس نے کوئی شہوانی اور فحش کام نہ کیا اور نہ ہی خدا کی نافرمانی کی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو کر واپس لوٹتا ہے جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔''

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''اے لوگو! تم پر حج فرض کیا گیا ہے اس لئے حج کرو۔ ایک شخص نے سوال کیا ''اے اللہ کے رسول کیا ہر سال حج کرنا فرض قرار دیا گیا ہے، اس نے تین بار یہی سوال دہرایا۔ آپؐ نے فرمایا: ''اگر میں ''ہاں'' کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور تمہارے اندر اس کی استطاعت نہیں ہے۔'' اس کے بعد آپؐ نے فرمایا: ''جو چیزیں میں بیان نہ کیا کروں اس کے سلسلہ میں مجھ سے سوال مت کیا کرو اور مجھے آزاد چھوڑ دیا کرو۔ تم سے پہلی امتوں کے لوگ اسی لئے تباہ ہو گئے کہ وہ اپنے نبیوں سے بہت زیادہ سوالات کرتے تھے۔ پھر ان کے احکام کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ لہٰذا جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو طاقت بھر اس

کی تعمیل کرواور جب کسی چیز سے روکوں تو اس کو چھوڑ دو۔" (مسلم)

ایک بار نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے بہتر ہے؟ آپؐ نے فرمایا:

"اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانا"۔ پھر دریافت کیا گیا کہ اس کے بعد کون سا عمل بہتر ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: "اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا۔" عرض کیا گیا کہ اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: "حج مبرور۔"

یعنی وہ حج جو بارگاہِ ایزدی میں مقبول ہو اور بارگاہِ ایزدی میں وہی حج مقبول ہوتا ہے جو صرف خدا کی خوشنودی کے لیے کیا جائے اور ہر قسم کی فحاشی و بے حیائی اور فسق و فجور سے بچا جائے۔

بخاری و مسلم میں نبی کریمؐ کا یہ ارشاد موجود ہے۔

اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَهٗ جَزَاءٌ اِلَّا الْجَنَّةَ (بخاری و مسلم)

"حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔"

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

"حج وعمرہ کو پے در پے کیا کرو کیونکہ یہ دونوں محتاجی اور گناہوں کو ایسا دور کر دیتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے، چاندی اور سونے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور مقبول حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔"

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص کے پاس حج کے لیے ضروری سامان اور ایسی سواری میسر ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکے اور پھر بھی وہ حج نہ کرے تو اس میں کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے۔"

اور یہ اس لئے کہ اللہ کا ارشاد ہے:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا.

"اللہ کا لوگوں پر یہ حق ہے کہ بیت اللہ کا حج کریں وہ لوگ جو وہاں

تک جانے کی استطاعت رکھتے ہیں۔'' (ترمذی)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس حال میں مرجائے کہ اس نے حج فرض ہونے کے باوجود حج ادا نہ کیا ہوتو اس حال میں مرنا یہودی اور نصرانی ہوکر مرنے کے برابر ہے۔ جس طرح نماز ترک کرنے کو کفروشرک کے قریب تر بتایا گیا ہے۔ اسی طرح حج ادا نہ کرنے کو یہود ونصاریٰ کے عمل سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیونکہ یہود ونصاریٰ کی یہ خصوصیت تھی کہ وہ حج نہیں کرتے تھے۔ جبکہ مشرکین عرب حج تو کرتے تھے مگر نماز نہیں پڑھتے تھے۔ اس لئے ترکِ نماز کو شرک سے قریب بتایا گیا۔ ارشاد ہوا۔

اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَاتَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (روم)

''نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے مت ہوجاؤ۔''

اسلام میں جہاد سب سے بڑی نیکی ہے اور واقعہ یہ ہے کہ خدا کے حضور اور اس کی راہ میں جان ہتھیلی پر رکھ کر لڑنا معمولی بات نہیں ہے۔ بڑے صبر وعزم کا کام ہے۔ اس لئے عورت اور کمزور وناتواں اور بوڑھے مرد کو جہاد سے معذور قرار دیا گیا ہے۔ البتہ اگر یہ لوگ حج کرلیں تو انہیں بھی جہاد کا اجر وثواب مل جاتا ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا:

اَلْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيْفٍ (ابن ماجہ)

''ہر کمزور کا جہاد یہ ہے کہ وہ حج کرے۔''

جِهَادُ الْكَبِيْرِ وَالضَّعِيْفِ وَالْمَرْاَةِ الْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ (نسائی)

''بوڑھے، کمزور اور عورت کا جہاد، حج اور عمرہ ہے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حج اور عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں اگر وہ اس سے دعا کریں تو وہ ضرور قبول کرے گا اور اگر وہ اس سے مغفرت چاہیں تو ان کی مغفرت کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''جب کسی حاجی سے تمہاری ملاقات ہوتو اس کو سلام کرو اس کے بعد مصافحہ کرو اور اس سے اپنے لیے استغفار کی درخواست کرو قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو کیونکہ اللہ کے یہاں اس کی مغفرت ہوچکی ہے۔'' (احمد)

حج کے فوائد و مقاصد

حج اسلام کا تکمیلی رکن ہے۔ اگر کوئی شخص حج کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور پھر بھی حج نہیں کرتا تو اس سے زیادہ بدنصیب کوئی نہیں ہے۔ حج کرنے سے انسان کے دل میں محبتِ الٰہی کے چشمے پھوٹتے ہیں اور انسان ہمہ جہتی طور پر تربیت وتزکیہ کا سامان فراہم کرتا ہے۔

آدمی جب حج کے لیے رختِ سفر باندھتا ہے۔ اپنے رشتہ داروں، عزیزوں اور وطن کے گلی کوچوں سے رخصت ہوتا ہے۔ اپنے جگر گوشوں کو الوداع کہتا ہے اور اپنے کاروبار سے لاتعلق ہوتا ہے تو اس کے دل ودماغ اور ذہن وفکر میں یہ بات رچ بس جاتی ہے کہ اللہ کے احکام کی تکمیل کے لیے، اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے مومن سب کچھ چھوڑ سکتا ہے۔ اس طرح مومن عملاً یہ تربیت حاصل کرتا ہے کہ اگر ضرورت پیش آئے تو وہ خدا کی رضا کے لیے اپنی قریب سے قریب تر اور محبوب سے محبوب تر چیز کو چھوڑ سکتا ہے۔

مومن والہانہ سفر کے تمام مراحل برضا ورغبت طے کرتا ہے۔ خانۂ کعبہ کی زیارت اور روضۂ اقدس کے دیدار کی آرزو اسے کشاں کشاں مکہ ومدینہ پہنچاتی ہے۔ وہ نغمے گنگناتے ہوئے کیف وسرمستی کے عالم میں مقاماتِ مقدسہ کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ اس کی روح اس کامیابی پر خوشی ومسرت سے جھوم اٹھتی ہے کہ آج اس کی برسوں کی آرزو پوری ہورہی ہے۔ وہ اس آقا کے در پر حاضر ہورہا ہے جس کی عبادت وہ ان دیکھے کرتا آرہا ہے۔ آج اس کا ذوق عبادت عروج پر ہے اور جب وہ یہاں سے

لوٹے گا تو اللہ سے قرب اور والہانہ تعلق کی دولت لے کر لوٹے گا اور یہ دولت دنیا کی ہر دولت سے زیادہ عزیز اور قیمتی ہے۔

جب آدمی حج کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے اندر سے ایک نیا آدمی رونما ہونا شروع ہوتا ہے۔ وہ یہ عزم کرتا ہے کہ اب اپنے کو پوری طرح بدلے گا۔ وہ پابندی سے نمازیں پڑھنے لگتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ اپنے معاملات اور تعلقات کو درست کرنے لگتا ہے۔ لوگوں کے حقوق کی ادائیگی کا پورا پورا خیال رکھتا ہے۔ زبان پر کوئی ایسا لفظ نہیں آنے دیتا جو معصیت کی تعریف میں آتا ہو۔ وہ رخصت ہوتے وقت لوگوں سے معافی مانگتا ہے۔ اپنے معاملات صاف کرتا اور اپنے لئے دعاؤں کی درخواست کرتا ہے۔ نہ صرف اس پر خدا کے خوف اور تقویٰ و پرہیز گاری کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں بلکہ اس کے متعلقین پر بھی یہ اثرات پڑتے ہیں اور وہ بھی اپنی زندگی بدلنے کی کوشش شروع کر دیتے ہیں۔ پھر یہ شخص جب حج کر کے واپس آتا ہے تو اپنے کو یکسر بدل لیتا ہے۔ اگر وہ پہلے نیک تھا تو اب اور زیادہ نیک ہو جاتا ہے۔ اگر وہ پہلے بد معاملہ تھا تو اب نیک معاملہ ہو جاتا ہے۔ اگر پہلے وہ اول فول بکتا تھا تو اب اس کی زبان سے اللہ کے ذکر کی باتیں نکلتی ہیں۔ اگر وہ وعدہ خلاف تھا تو اب عہد کا پابند ہو جاتا ہے۔ اگر اس کی زبان سے پہلے لوگ جھوٹ یا غیبت کی باتیں سنتے تھے تو اب دین کی باتیں سنتے ہیں۔ پھر جب وہ کیف و مستی کے جذبات سے سرشار ہو کر حج کے حالات، حاجیوں کی رقت آمیز کیفیت، مقاماتِ مقدسہ کی ایمان افروز زیارت کے واقعات لوگوں کو سناتا ہے تو کتنی سوئی ہوئی روحیں بیدار ہو جاتی ہیں۔ کتنے ہی انسانوں کے مردہ دل جی اٹھتے ہیں اور اپنے رب کی طرف چلنے لگتے ہیں۔ ذرا تصور کیجیے کہ اس کیفیت کے ساتھ جب لاکھوں انسان حج کرتے ہیں اور پھر اپنے وطن کو لوٹتے ہیں اور لوگ ان سے متاثر ہوتے ہیں تو ہر سال کتنے لوگوں میں اخلاقی تبدیلیاں رونما ہوتی ہوں گی؟

روزانہ پانچ بار بستی یا محلہ کے لوگ مسجد میں نماز باجماعت کے لئے اکٹھا ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت

حاصل کرتے ہیں۔ ہفتہ میں نمازِ جمعہ کے لیے بستی کے تمام افراد جامع مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کرتے ہیں۔ اس طرح ہر ہفتہ مسلمانوں کا ایک بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ جو نہ صرف باہم تعارف کا ذریعہ ہوتا ہے بلکہ ایک دوسرے کے حالات کو جاننے اور سمجھنے کا ذریعہ اور اسلامی شان وشوکت کا مظہر ہوتا ہے۔ عیدین کے موقع پر اس سے بڑا اجتماع ہوتا ہے۔ حج کے موقع پر نہ صرف بڑا اجتماع ہوتا ہے بلکہ ایک عالمی اجتماع ہوتا ہے جس میں دنیا کے ہر ملک اور ہر گوشہ سے لوگ شرکت کرتے ہیں۔ لاکھوں لوگ آپس میں ملتے اور ایک ساتھ ارکانِ حج ادا کرتے ہیں۔ نیک نیتی، پاکیزہ جذبات اور بلند مقاصد کے لئے لاکھوں افراد کا اس طرح ملنا ایک ایسی نعمت ہے جو نوع انسانی کو صرف اسلام نے دی ہے۔ یہ عالمی اجتماع نہ کسی کے خلاف ہوتا ہے، نہ مکر وفریب کا جال پھیلانے کے لئے ہوتا ہے اور نہ دوسروں کو نقصان پہنچا کر فائدہ حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے بلکہ فکر وخیال کی ہم آہنگی کے ساتھ پاکیزہ جذبات سے سرشار ہو کر پچھلے گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتے ہوئے ایک صالح اور نیک نفس انسان بننے کے عزم کے ساتھ یہ لاکھوں افراد کا اجتماع دنیا کے لئے ایک مثالی اجتماع ہوتا ہے۔ جہاں لاکھوں افراد اپنی اصلاح کا عزم کرتے ہیں، اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں اور آئندہ کسی کو نقصان نہ پہنچانے اور ہر ایک کو فائدہ پہنچانے کا حوصلہ اور عزم لے کر گھر لوٹتے ہیں۔

حج کے لئے تمام مسلمان ایک ہی مرکز کی طرف سفر کرتے ہیں۔ مشرق ومغرب سے، شمال وجنوب سے، مختلف ملکوں کے رہنے والے، مختلف زبانیں بولنے والے، مختلف رنگ ونسل سے تعلق رکھنے والے، بس ایک ہی مقصد کے لیے سفر کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے، دلوں میں رضائے الٰہی کی آرزو بسائے ہوئے، بیت اللہ کی طرف رواں دواں ہیں۔ ان میں بادشاہ بھی ہیں اور محکوم بھی، مالک بھی ہیں اور نوکر بھی، امیر بھی ہیں اور غریب بھی، بڑے بھی ہیں اور چھوٹے بھی مگر سب نے ایک ہی طرح کا سادہ لباس پہن رکھا ہے۔ سب ایک ساتھ طواف کرتے ہیں۔ ایک ساتھ سعی کرتے ہیں۔ ایک ساتھ رمی کرتے ہیں ایک ساتھ قربانی کرتے ہیں۔ سب ''لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ'' کہتے ہیں۔

یہاں کوئی فرق و امتیاز نہیں۔ یہ اسلامی اخوت اور انسانی مساوات کا وہ منظر ہے جس کی مثال پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔

دنیا کے مختلف گوشوں سے مسلمانوں کے گروہ یہاں آئے ہیں ان میں عوام ہیں اور علماء بھی، ان میں سیاسی رہنما ہیں اور معاشی ماہرین بھی، ان میں مفتیانِ دین ہیں اور جدید قوانین کے ماہرین بھی۔ سب ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ ایک دوسرے سے استفادہ کرتے ہیں۔ انفرادی ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ میٹنگیں اور اجتماعات ہوتے ہیں۔ مختلف ملکوں کے قائدین کا باہمی تبادلۂ خیال ہوتا ہے۔ اس طرح تمام دنیا کے مسلمان ایک دوسرے کے حالات سے براہِ راست واقفیت حاصل کر کے ایک دوسرے کے دکھ درد کو سمجھتے ہیں۔ گویا کہ حج کا عالم گیر اجتماع باہمی تعارف کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

ذرا غور کیجیے کہ ''حرم'' وہ مقام ہے جہاں جنگ وجدال حرام ہے۔ بلکہ شکار کرنا بھی حرام ہے۔ جہاں گھاس تک کاٹنے کی اجازت نہیں بلکہ اس کی زمین سے کانٹا تک نہیں توڑا جا سکتا اگر وہاں کسی کی چیز گر جائے تو اس کو ہاتھ نہیں لگایا جا سکتا۔ اس شہر میں کسی قسم کا ہتھیار لانے تک کی اجازت نہیں وہاں غلہ اور ضرورت کی چیزوں کو مہنگائی کی غرض سے روکنا ''الحاد'' کی حد تک پہنچ جاتا ہے۔ اس سرزمین پر ظلم کرنے والوں کو اللہ نے وعید سنائی ہے کہ ہم اسے دردناک عذاب دیں گے۔

حج وعمرہ کے چار مہینوں کو محترم قرار دیا گیا ہے۔ ان میں جنگ وجدال کو حرام قرار دیا گیا۔ اُن مقامات کو پرامن رکھنے کی ہدایت کی گئی جہاں سے حاجیوں کا گزر ہو سکتا ہے۔ اگر لوگ اسلام پر عمل پیرا ہوں اور اسلامی نظام سیاست قائم ہو تو دنیا میں کسی ایسی بدامنی کو پھیلنے نہیں دیا جائے گا جس سے حج وعمرہ کے نظام میں خلل واقع ہو ہم کہہ سکتے ہیں کہ حج دنیا میں امن قائم کرنے کی ایک دائمی تحریک ہے۔

حج کا سفر انسان کو بہت سے تجربات سکھاتا ہے۔ سفر دراصل تجربات کی تربیت گاہ ہے۔ یہ طویل سفر اپنے اندر متنوع قسم کے تجربات رکھتا ہے۔ جو شخص کبھی گھر سے نہیں نکلا وہ ایک مقررہ مدت کے لئے گھر سے نکلتا ہے۔ اہل خانہ سے دور رہتا ہے۔ اسے ٹرین،

بس، ہوائی جہاز سے سفر کرنے کا طریقہ۔ سفر کے دوران مختلف مراحل سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ ملتا ہے۔ سفر کی صعوبتوں کا اندازہ ہوتا ہے۔

واضح کیا جاچکا ہے کہ حج ایک عالمگیر اجتماع ہے کسی بھی اجتماع سے جو فوائد حاصل ہو سکتے ہیں وہ وسیع پیمانے پر حج سے بھی ہوتے ہیں۔ انجمنوں کے اجلاس، مندوبین کے اجتماعات، ادبی کانفرنسیں، تجارتی نمائشیں، علمی مذاکرے یہاں سب کچھ دیکھنے سننے اور استفادہ کے لئے ملتا ہے۔

حج اور اس کا سفر آدمی کو بار بار آخرت کی یاد دلاتا ہے۔ جب آدمی سفر کے لئے اپنے متعلقین سے رخصت ہوتا ہے تو اس کے ذہن میں یہ تصور تازہ ہو جاتا ہے کہ اسی طرح سب کچھ چھوڑ کر اسے سفرِ آخرت پر جانا ہے۔ جہاں سے کوئی واپس نہ ہوگا۔ عرفات کا اجتماع میدانِ حشر کا منظر پیش کرتا ہے۔ لباسِ احرام کفن کی یاد دلاتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان کو دنیا کے زوال وفنا کا یقین حاصل ہوتا ہے۔ وہ گناہوں سے اجتناب کی کوشش کرتا اور اعمال صالحہ کی طرف راغب ہوتا ہے۔

اسلام کے تمام ارکان کو جہاد سے مناسبت ہے مگر حج کو جہاد سے خصوصی لگاؤ ہے۔ چنانچہ سورۃ البقرہ میں احکامِ حج کو احکامِ جہاد کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ حج دراصل جہاد کی تربیت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ آدمی حج میں اپنے وقت، مال اور نفس کی قربانی دیتا ہے۔ یہی قربانی جہاد میں بھی مقصود ہے۔ حج میں آدمی اپنے سب متعلقین کو چھوڑ کر سفر پر جاتا ہے یہی صورتِ حال جہاد میں پیش آتی ہے۔ حج میں آدمی ایک امام یا معلم کی رہنمائی میں مناسکِ حج ادا کرتا ہے۔ مجاہد بھی ایک امیر کی قیادت میں جہاد کے فرائض انجام دیتا ہے۔ مخصوص احکام وہدایات کی پابندی کرنا ہر مجاہد کے لئے اسی طرح ضروری ہے۔ حاجی کے لئے میدانِ عرفات میں حاضر ہونا اور وہاں خلیفہ کا خطبہ سننا ضروری ہے۔ حج میں آپسی لڑائی اور بے حیائی کی باتوں سے بچنا ضروری ہے۔ اسی طرح جہاد کے دوران ان باتوں سے بچنا ضروری ہے۔

حاجی سفر اور مناسک حج کی ادائیگی کے دوران ان مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کرتا

ہے جن کا تعلق بہت سے انبیاء وصحابہ کرامؓ سے رہا ہے تو اس کے دل ودماغ میں تاریخ کے وہ تمام روشن پہلو آ جاتے ہیں جو اس کے کردار کی تعمیر میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔ اسے ان مقامات سے بھی گزرنا پڑتا ہے۔ جہاں قوموں پر اللہ کا عذاب آیا تو وہ خوفِ خدا سے کانپ اٹھتا ہے۔ جب وہ مکہ کی گلیوں میں گھومتا پھرتا ہے تو اس کی نگاہوں کے سامنے تاریخ کے وہ منظر ضرور آ جاتے ہیں جب اسلام کی خاطر بلال حبشیؓ کو ریت پر گھسیٹا جاتا تھا۔ صہیب رومیؓ کے سینے پر دہکتے انگارے رکھ دیے جاتے تھے اور اوپر سے پتھر کی سل رکھ دی جاتی تھی تاکہ وہ کروٹ نہ لے سکیں۔ آنحضورﷺ کی دعوت کا تیرہ سالہ منظر آنکھوں کے سامنے ایک ایک کر کے آ جاتا ہے۔ پھر وہ مدینہ کی جانب سفر کرتا ہے تو سفر ہجرت کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ حضرت ابوبکرؓ کی رفاقت، غار کا صاف کرنا، اور سانپ کا ڈس لینا، رسول اللہﷺ کا لعاب دہن لگانا، حضرت اسماء کا کھانا پہنچانا، دشمنوں کا تعاقب کرنا، اور سراقہ کے گھوڑے کا گھٹنوں تک زمین میں دھنس جانا، اس کا امن طلب کرنا اور اللہ کے رسولﷺ کا فرمانا: ''اے سراقہ میں تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں''۔ حاجی جب مدینہ پہنچتا ہے تو آنحضورﷺ کی دس سالہ تاریخ اپنا ایک ایک واقعہ حاجی کو یاد دلاتی ہے۔ انصار کا ہر موقع پر اپنے کو پیش کر دینا، میدانِ بدر میں مسلمان جیالوں کے جوش جہاد کے سامنے مشرکین مکہ کے متکبر مسلح فوجیوں کا شکست کھا جانا، بچوں کے جذبۂ جہاد کی نظیریں، غزوۂ احد وغزوۂ خندق، صلح حدیبیہ، غزوۂ تبوک، غزوۂ حنین اور فتح مکہ کے واقعات آنکھوں میں آنسو لے آتے اور دلوں میں رقت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہودیوں کی سازشیں، اللہ کے رسول کی استقامت، صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کی یاد حاجی کے اندر کتنا عظیم انقلاب برپا کرتی ہے۔ جبل احد پر چڑھنا، جنت البقیع کا مشاہدہ کرنا، روضۂ مبارک اور صحابۂ کرام کے مقابر کی زیارت کرنا کتنی خوش نصیبی اور سعادت کی بات ہے اللہ سب کو یہ سعادت بخشے۔ (آمین)

حج کی قسمیں

حج کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) **افراد**: وہ حج ہے جس میں صرف حج کے لئے احرام باندھا جائے اور عمرہ نہ کیا جائے ایسے حاجی کو مفرد کہتے ہیں۔

(۲) **قران**: وہ حج ہے جس میں حج اور عمرہ کے لئے ایک ساتھ احرام باندھا جائے۔ عمرہ کر کے احرام نہ کھولا جائے اور اسی احرام سے حج کیا جائے۔ ایسے حاجی کو مقرن کہتے ہیں۔

(۳) **تمتع**: وہ حج ہے جس میں حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کیا جائے اور احرام کھول دیا جائے اور بعد میں گھر جائے بغیر حج کے لئے احرام باندھ کر حج کیا جائے۔ ایسے حاجی کو متمتع کہتے ہیں۔

سب سے افضل حج قران ہے پھر تمتع اور پھر افراد۔

ایک دوسرے لحاظ سے بھی حج کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) **فرض حج**: اس شخص پر حج فرض ہے جو مکہ تک آنے جانے اور ایام حج کے دوران اپنی غیر موجودگی میں گھر والوں کے اخراجات کا متحمل ہو۔ یہ زندگی میں ایک بار فرض ہے۔

(۲) **واجب حج**: جو شخص حج کرنے کی نذر مانے۔

(۳) **نفل حج**: فرض اور واجب حج کرنے کے بعد جو بھی حج کیا جائے وہ نفل حج ہے۔

حج کب فرض ہوتا ہے؟

درج ذیل شرائط کی موجودگی میں حج فرض ہوجاتا ہے۔ اگر ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو حج کی فرضیت ساقط رہتی ہے۔ لیکن تمام شرائط کی موجودگی میں حج نہ کرنا گناہِ کبیرہ ہے اور تاخیر کرنا مکروہ ہے۔ اس لئے جس وقت تمام شرائط پائی جائیں حج کر لینا چاہیے۔ حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔ ایک بار کے بعد نفل۔

(۱) **مسلمان ہونا**: کافر پر حج فرض نہیں ہے۔ جس طرح دوسرے فرائض (نماز، روزہ، زکوٰۃ) کا مکلف صرف مسلمان ہے اسی طرح اس فرض کا مطالبہ بھی مسلمان سے ہی ہے۔ کسی کافر کا حج قبول نہیں کیونکہ اعمالِ صالحہ کی قبولیت کے لئے ایمان لازمی شرط ہے۔

(۲) **آزاد ہونا**: غلام اور باندی پر حج فرض نہیں ہے۔

(۳) **عاقل ہونا**: پاگل دیوانہ اور خبط الحواس شخص پر حج فرض نہیں ہے۔

(۴) **بالغ ہونا**: نابالغ بچہ پر حج فرض نہیں اگر کسی نے کرلیا تو بالغ ہونے کے بعد دیگر تمام شرائط کی موجودگی میں دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

(۵) **صحت مند ہونا**: اگر کوئی کسی بیماری، ضعف یا اپاہج پن کی وجہ سے سفر کی قوت نہیں رکھتا تو اس پر حج فرض نہیں۔ حج کی فرضیت کے لئے ضروری ہے کہ وہ سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرسکتا ہو۔

(۶) **راستہ میں امن وامان ہونا**: کسی بھی جانی، مالی نقصان کا اگر راستہ میں خطرہ ہے تو حج فرض نہیں مثلاً قافلہ کے لٹنے کا اندیشہ ہو، جن ملکوں سے ہوکر

گزرنا ہے وہاں جنگ جاری ہو یا کوئی وبائی مرض پھیلا ہو۔

(۷) **صاحب استطاعت ہونا:** سواری کا خرچ، حج کے دوران دیگر اخراجات اور واپسی تک زیرِ کفالت لوگوں کے اخراجات کے بقدر مال ہونا ضروری ہے۔ استطاعت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ آدمی صحت مند ہو اور سفر کے لائق ہو۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مدینہ جا کر مسجد نبوی اور روضۂ مبارکہ کی زیارت ضروری ہے یہ زیارت حج کا جز نہیں ہے۔ مستحب اور مسنون ہے۔ جس کے پاس مکہ کے آنے جانے کا خرچ ہو تو اس کو حج کر لینا چاہیے۔ یہ انتظار نہیں کرنا چاہیے کہ مدینہ آنے جانے کا خرچ بھی اس کے پاس ہو۔

عورت کے لئے مندرجہ بالا تمام شرائط کے ساتھ ذیل کی دو شرطیں اور ہونا چاہئیں۔

(الف) اس کے ساتھ کوئی محرم مرد ہو۔[1]

(ب) عورت عدت میں نہ ہو۔

---

[1] امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک قابلِ اعتماد عورت کے ساتھ بھی عورت حج کر سکتی ہے۔

حج صحیح ہونے کی شرطیں

حج صحیح ہونے کے لئے درج ذیل شرائط کا ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک بھی شرط نہ پائی گئی تو حج صحیح نہ ہوگا۔

(۱) **اسلام**: غیر مسلموں کا حج درست نہیں۔ اگر کسی نے حالتِ کفر میں حج کرلیا تو اسلام قبول کرنے کے بعد دوبارہ حج کرنا ہوگا۔

(۲) **عقل**: ناسمجھ، بے عقل، دیوانہ اور مجنوں کا حج صحیح نہ ہوگا۔ البتہ ناسمجھ بچے کی طرف سے اس کا ولی حج کرے تو درست ہوگا۔ لیکن بچہ کے بالغ ہونے پر اس سے حج کی فرضیت ساقط نہ ہوگی۔

(۳) **مقررہ اوقات کا ہونا**: یعنی حج کے تمام ارکان مقررہ ایام، مقررہ اوقات اور متعینہ مقامات پر ہی انجام دینا۔ اگر مقررہ ایام کے علاوہ یا مقررہ اوقات کے علاوہ یا متعینہ مقامات کے علاوہ کسی نے حج کیا تو حج نہ ہوگا۔

(۴) **مفسدات حج سے بچنا**: ہر اس چیز سے بچنا جو حج کو فاسد کردیتی ہے۔

(۵) **تمام ارکان کا ادا کرنا**: حج میں جتنے فرائض وواجبات ہیں سب کا ادا کرنا ضروری ہے۔ اگر ان میں سے ایک بھی رہ گیا تو حج نہ ہوگا۔ ہر فعل اپنے مقام اور وقت پر ٹھیک طور پر انجام دیا جائے۔

فرائضِ حج

درجِ ذیل امورحج میں فرض[1] ہیں۔

(۱) **احرام باندھنا**: یعنی حج کی دل سے نیت کرنا اور حج کا مخصوص لباس پہننا۔

(۲) **عرفات میں وقوف**: میدانِ عرفات میں ۹ر ذی الحجہ کو زوالِ آفتاب سے لے کر ۱۰ر ذی الحجہ کی صبح صادق سے پہلے تک کچھ مدت کے لئے ٹھہرنا یعنی اس دوران حاجی کے لئے ضروری ہے کہ وہ میدانِ عرفات میں پہنچے اور وقوف کرے خواہ وہ چند لمحوں ہی کے لئے ہو۔

(۳) **طواف زیارت**: رمی، قربانی اور حلق یا تقصیر کے بعد طواف کرنا یہ طواف ۱۲ر ذی الحجہ تک کسی بھی وقت کیا جاسکتا ہے البتہ دس ذی الحجہ کو کرنا افضل ہے۔

مذکورہ تینوں فرائض میں ترتیب لازمی ہے یعنی پہلے احرام پھر وقوفِ عرفہ اور اس کے بعد طوافِ زیارت۔

فرائض حج میں بعض چیزیں رکن کا درجہ رکھتی ہیں جیسے وقوفِ عرفہ اور بعض ائمہ کے نزدیک احرام بھی رکن ہے۔ لیکن مطلب سب کا ایک ہی ہے رکن کہئے یا فرض، اگر کسی بھی فرض یا رکن کو چھوڑ دیا تو حج نہ ہوگا اور دوبارہ کرنا ہوگا۔

---

[1] امام شافعیؒ کے نزدیک ارکانِ حج چھ ہیں (۱) احرام کی نیت کرنا (۲) وقوفِ عرفہ (۳) طواف زیارت (۴) سعی (۵) حلق یا تقصیر (۶) ارکان میں ترتیب۔

واجباتِ حج

واجباتِ حج چھ ہیں: حج صحیح ہونے کے لئے تمام واجبات پر عمل ضروری ہے۔
لیکن کسی واجب کے چھوٹ جانے پر حج رد نہیں ہوتا بلکہ اس کا کفارہ ادا کرنا پڑتا ہے۔
واجب کے ترک ہونے پر ایک قربانی دینا پڑتی ہے۔

(۱) **وقوفِ مزدلفہ**: عرفات سے واپسی کے بعد مزدلفہ میں ٹھہرنا اور
وہاں مغرب وعشاء کی نماز ایک ساتھ پڑھنا۔

(۲) **سعی کرنا**: صفا ومروہ کے درمیان دوڑنا۔

(۳) **رمی کرنا**: جمرات پر کنکر مارنا (جمرہ عقبیٰ کی رمی کرنا)

(۴) **حلق یاتقصیر**: حلق کا مطلب ہے پورے سر کو استرے سے منڈوانا
اور تقصیر کا مطلب ہے سر کے بالوں کو کٹوانا۔

(۵) **حج قران اور تمتع میں قربانی**: قربانی کا کفارہ دس روزے
ہیں تین دورانِ حج اور سات گھر واپس آ کر۔

(۶) **طواف وداع کرنا**: صرف میقات سے باہر والوں کے لئے۔

سننِ حج

(۱) آفاقی کے لئے حجِ قران اور حجِ افراد کرتے وقت طوافِ قدوم کرنا۔

(۲) طوافِ قدوم میں رمل کرنا۔ اگر طوافِ قدوم میں رمل نہ کیا تو طوافِ زیارت یا طوافِ وداع میں کرنا۔

(۳) امام کا تین مقامات پر خطبہ پڑھنا۔

(الف) ۷/ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں۔

(ب) ۹/ذی الحجہ کو مسجد نمرہ میں۔

(ج) ۱۱/ذی الحجہ کو منیٰ میں۔

(۴) ۹/ذی الحجہ کی رات میں منیٰ میں قیام کرنا۔

(۵) ۹/ذی الحجہ کو منیٰ سے عرفات کو جانا۔ (طلوع آفتاب کے بعد)

(۶) عرفات سے غروبِ آفتاب کے بعد چلنا۔

(۷) عرفات میں غسل کرنا۔

(۸) عرفات سے واپس ہوتے ہوئے رات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا۔

(۹) ایامِ منیٰ میں رات گزارنا۔

(۱۰) منیٰ سے مکہ واپس آتے وقت وادیٔ محصب میں ٹھہرنا اگرچہ تھوڑی ہی دیر کے لئے ہو۔

حج سے متعلق اصطلاحات

احرام: احرام کے معنی حرام کرنا۔ حاجی جس وقت حج یا عمرہ یا دونوں کی نیت پختہ کر کے تلبیہ پڑھتا ہے تو اس پر چند حلال اور مباح چیزیں بھی حرام ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اس کو احرام کہتے ہیں۔ مجازاً ان دو چادروں کو بھی احرام کہتے ہیں جن کو حاجی احرام کی حالت میں استعمال کرتا ہے۔

استلام: حجرِ اسود کو بوسہ دینا اور ہاتھ سے چھونا یا دور سے اشارہ کرنا اور رکنِ یمانی پر صرف ہاتھ لگانا۔

اضطباع: احرام کی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنا۔

آفاقی: وہ شخص ہے جو میقات کی حدود سے باہر رہتا ہو جیسے ہندوستانی، پاکستانی، مصری، شامی، عراقی اور ایرانی وغیرہ۔

ایام تشریق: نویں ذی الحجہ سے ۱۳؍ذی الحجہ تک کے دن۔ ان ایام میں تکبیر تشریق پڑھی جاتی ہے۔

ایام نحر: ۱۰؍ذی الحجہ سے ۱۲؍ذی الحجہ تک کے دن۔

اِفراد: صرف حج کا احرام باندھنا، اور صرف حج کے افعال کرنا۔

اشعار: ہدی یعنی قربانی کے جانور کی شناخت کے لئے اس کے داہنے شانے پر اتنا خفیف سا زخم کرنا جس سے صرف کھال کٹے اور گوشت نہ کٹے۔

تجلیل: قربانی کے جانور پر جھول ڈالنا۔

تسبیح: سبحان اللہ کہنا۔

تکبیر: اللہ اکبر کہنا۔

تمتع: حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کرنا پھر اسی سال گھر جائے بغیر حج کا احرام باندھ کر حج کرنا۔

تلبیہ: لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ پڑھنا۔

تہلیل: لاالٰہ الا اللہ پڑھنا۔

حج: مخصوص زمانہ میں احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف اور وقوف عرفہ وغیرہ افعالِ حج کرنا۔

حرمی: وہ شخص جو زمین حرم میں رہتا ہے خواہ مکہ مکرمہ میں رہتا ہو یا مکہ مکرمہ سے باہر حدودِ حرم میں۔

حلی: حل کا رہنے والا۔ وہ شخص جو حدودِ حرم سے باہر مگر میقات کے اندر رہتا ہو۔

حلق: سر کے بال منڈانا۔

دم: احرام کی حالت میں بعض ممنوع افعال کرنے سے بکری وغیرہ ذبح کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ اس کو دم کہتے ہیں۔

رمل: طواف کے پہلے تین پھیروں میں اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھ کر ذرا تیزی سے چلنا۔

رمی: جمرات پر کنکریاں پھینکنا۔

سعی: صفا و مروہ کے درمیان مخصوص طریقہ سے سات چکر لگانا۔

شوط: بیت اللہ کے چاروں طرف ایک چکر لگانا۔

طواف: بیت اللہ کے چاروں طرف سات چکر مخصوص طریقہ سے لگانے کو کہتے ہیں۔

عمرہ: احرام باندھ کر بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کرنا۔

قران: حج اور عمرہ دونوں کا احرام ایک ساتھ باندھ کر پہلے عمرہ کرنا پھر حج کرنا۔

قارن: قران کرنے والا۔

قصر: بال کتروانا۔

محرم: احرام باندھنے والا۔

مفرد: صرف حج کرنے والا۔

میقاتی: میقات کا رہنے والا۔

وقوف: وقوف کے معنیٰ ٹھہرنا اور احکام حج میں اس سے مراد میدان عرفات یا مزدلفہ میں خاص خاص وقت میں ٹھہرنا۔

ھدی: جو جانور حاجی حرم میں قربانی کرنے کے ساتھ لے جاتا ہے۔

یوم عرفہ: نویں ذی الحجہ جس روز حج ہوتا ہے اور حاجی لوگ عرفات میں وقوف کرتے ہیں۔

یوم الترویہ: آٹھویں ذی الحجہ کو کہتے ہیں۔

حج سے متعلق مقامات

بیت اللہ: کعبہ یعنی مکہ میں مسجد حرام کے درمیان میں ایک مقدس مکان۔ یہ دنیا میں سب سے پہلا عبادت خانہ ہے۔

بطن عرنہ: عرفات کے قریب ایک جنگل ہے جس میں وقوف درست نہیں ہے کیونکہ یہ حد عرفات سے خارج ہے۔

جمرات یا جمار: منیٰ میں تین مقامات ہیں جن پر قد آدم ستون بنے ہوئے ہیں۔ یہاں پر کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

حجفہ: رابغ کے قریب مکہ مکرمہ سے تین منزل پر ایک مقام ہے یہ شام سے آنے والوں کی میقات ہے۔

جنت المعلیٰ: مکہ مکرمہ کا قبرستان۔

جبل شبیر: منیٰ میں ایک پہاڑ ہے۔

جبل رحمت: عرفات میں ایک پہاڑ ہے۔

جبل قزح: مزدلفہ میں ایک پہاڑ ہے۔

حجر اسود: سیاہ پتھر ہے۔ یہ جنت سے آیا تھا۔ یہ بیت اللہ کے مشرقی جنوبی گوشہ میں قدِ آدم کے قریب اونچائی پر بیت اللہ کی دیوار میں گڑا ہوا ہے اس کے چاروں طرف چاندی کا حلقہ چڑھا ہوا ہے۔

حرم: مکہ مکرمہ کے چاروں طرف کچھ دور تک زمین حرم کہلاتی ہے۔ اس کے حدود پر نشان لگے ہوئے ہیں۔ اس میں شکار کھیلنا، درخت کاٹنا، جانوروں کو گھاس چرانا

حرام ہے۔

حــــــــل: حرم کے چاروں طرف میقات تک جو زمین ہے اس کو حل کہتے ہیں۔ کیونکہ اس میں وہ چیزیں حلال ہیں جو حرم کے اندر حرام تھیں۔

حطیم: بیت اللہ کے شمالی جانب بیت اللہ سے متصل قد آدم دیوار سے کچھ حصہ زمین کا گھرا ہوا ہے اس کو حطیم کہتے ہیں۔

ذوالحلیفہ: مدینہ منورہ سے تقریباً چھ میل پر واقع ایک جگہ ہے۔ مدینہ کی طرف آنے والوں کی میقات ہے اس کو بئر علیؓ بھی کہتے ہیں۔

ذات عرق: عراق سے آنے والوں کی میقات ہے۔

رکن یمانی: بیت اللہ کے جنوبی گوشہ کو کہتے ہیں چونکہ یہ یمن کی جانب ہے اس لئے اس کو رکن یمانی کہتے ہیں۔

رکن عراقی: بیت اللہ کا شمالی مشرقی گوشہ جو عراق کی سمت ہے۔

رکن شامی: بیت اللہ کا جو گوشہ شام کی طرف ہے۔

زم زم: مسجد حرام میں بیت اللہ کے قریب ایک مشہور چشمہ ہے جو اب کنویں کی شکل میں ہے۔

صفا: بیت اللہ کے قریب جنوبی طرف ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس سے سعی شروع کی جاتی ہے۔

صنب: ایک پہاڑ کا نام ہے جو مسجد خیف سے ملی ہوئی ہے۔ اور منیٰ میں ہے۔

عرفات یا عرفہ: مکہ مکرمہ سے تقریباً ۹ میل مشرق کی طرف ایک میدان ہے جہاں پر حاجی لوگ نویں ذی الحجہ کو ٹھہرتے ہیں۔

میقات: وہ مقام جہاں سے مکہ مکرمہ جانے والے کے لئے احرام باندھنا واجب ہے۔

مطاف: طواف کرنے کی جگہ جو بیت اللہ کے چاروں طرف ہے اور اس میں سنگِ مرمر لگا ہوا ہے۔

مقام ابراھیمؑ: جنتی پتھر ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے اس پر کھڑے ہو کر بیت اللہ کو بنایا تھا۔

ملتزم: حجرِ اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان کی دیوار جس سے لپٹ کر دعا مانگنا مسنون ہے۔

منیٰ: مکہ معظمہ سے تین میل مشرق کی طرف ایک گاؤں ہے جہاں پر قربانی اور رمی کی جاتی ہے۔ یہ حرم میں داخل ہے۔

مسجد خیف: منیٰ میں ایک بڑی مسجد ہے۔

مسجد نمرہ: عرفات کے کنارے پر ایک مسجد ہے۔

مدعی: دعا مانگنے کی جگہ۔ مسجد حرام اور مکہ مکرمہ کے قبرستان کے درمیان ایک جگہ ہے۔

مزدلفہ: منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک میدان ہے جو منیٰ سے تین میل مشرق کی طرف ہے۔

محسر: مزدلفہ سے ملا ہوا ایک میدان ہے جہاں سے گزرتے وقت دوڑ کر نکلتے ہیں۔ اس جگہ اصحاب فیل پر عذاب نازل ہوا تھا۔

مروہ: بیت اللہ کے مشرق شمال گوشہ کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس پر سعی ختم ہوتی ہے۔

میلین اخضرین: صفا اور مروہ کے درمیان مسجد حرام کی دیوار میں دو سبز میل لگے ہوئے ہیں جن کے درمیان سعی کرنے والے دوڑ کر چلتے ہیں۔

یلملم: مکہ مکرمہ سے جنوب کی طرف دو منزل پر ایک پہاڑ ہے اس کو آج کل سعدیہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ہندوستان اور پاکستان سے آنے والوں کی میقات ہے۔

میقات کا بیان

میقات کا مطلب اوقات سے ہے اس کی دو قسمیں ہیں ایک میقاتِ زمانی اور دوسرا میقاتِ مکانی۔

میقات زمانی: یعنی اسی زمانے اور انہیں اوقات میں حج کرنا جو شارع نے مقرر کر دیے ہیں۔ حج کے مہینہ یہ ہیں۔ شوال، ذی قعدہ اور ذی الحجہ کا پہلا عشرہ۔ اوقات سے متعلق باتیں ارکان کے ساتھ بیان کی جائیں گی۔

میقات مکانی: اس سے مراد وہ مقامات ہیں جہاں سے احرام باندھنا ضروری ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

میقات اهل آفاق: یعنی ان لوگوں کی میقات جو حدودِ میقات سے باہر رہنے والے ہیں۔

میقات اهل حل: حدودِ میقات کے اندر رہنے والے لوگوں کی میقات۔

میقات اهل حرم: جو لوگ حدودِ حرم میں رہتے ہیں ان کی میقات۔

میقات زمانی کی حکمت

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو پوری انسانیت کی ہدایت و اصلاح اور امامت و قیادت کے لئے برپا کیا ہے۔ اس عظیم ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کی مطیع اور اس کے ہر حکم کے آگے سرِ اطاعت جھکانے والی ہو۔ اس میں نظم وضبط ہو۔ ہر کام کو وقت مقررہ پر انجام دے۔ اور اس کے تمام معاملات میں منصوبہ بندی اور حسن ترتیب ہو۔ اس کے بغیر وہ اس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ اسلامی عبادات کا ایک مقصد یہ ہے کہ ان میں یہ اوصاف پیدا ہوں۔ چنانچہ نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج اس تربیت کا بہترین نصاب ہے۔

نماز کے اوقات مقرر ہیں اور ایک امام کی امامت میں باجماعت ادا ہوتی ہے۔ زکوٰۃ سال ختم ہونے پر دی جاتی ہے۔ روزے رمضان کے مہینے میں رکھے جاتے ہیں۔ ہر روزہ طلوعِ فجر سے شروع اور غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔ حج کے مہینے شوال،

ذی القعدہ اور ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں۔ اس کے اعمال ادا کرنے کے لئے دن اور وقت مقرر ہے۔ اس سے وقت کی پابندی اور نظم وضبط کی تربیت ہوتی ہے۔

ایک ہی زمانہ میں حج کے مناسک ادا کرنے کی ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ حج آسانی سے ادا ہو۔ جو کام مل کر اجتماعی طور پر کیا جاتا ہے اس کے کرنے میں دشواری نہیں ہوتی۔ ہمت بھی بڑھتی ہے۔ ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اہل علم سے علمی استفادہ کا موقع ملتا ہے۔ ان کی رہنمائی میں مناسک حج سنت کے مطابق ادا ہوتے ہیں۔ مسلم رہنما ان متعین دنوں میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ اپنے ملکی اور علاقائی مسائل پر تبادلۂ خیال کرتے ہیں۔ اور انہیں اس بات کا موقع ملتا ہے کہ اسلام کے احیاء اور مسلمانوں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے مشترکہ لائحۂ عمل بنائیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو کرنا چاہیے۔ یہ ان کی دینی وملی ذمہ داری اور فریضہ ہے۔ اور ان پر اللہ اور اس کے بندوں کا حق ہے۔ حج کے مہینے اور دن متعین ہونے کی اہم مصلحت ہے۔

میقات برائے اہل آفاق

ذوالحلیفہ: مدینہ منورہ سے یا مدینہ کی طرف سے آنے والے تمام لوگوں کے لئے ذوالحلیفہ میقات ہے۔

ذات عرق: عراق اور عراق کی طرف سے آنے والے تمام لوگوں کے لئے میقات ہے۔

حجفہ: شام اور مصر کی طرف سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔

یلملم: یمن، پاکستان اور ہندوستان سے آنے والوں کے لئے میقات ہے۔

اہل آفاق کے لئے متفرق مسائل

☆ مکہ مکرمہ جانے والوں کے لئے مندرجہ بالا میقات میں سے کسی ایک میقات پر احرام باندھنا ضروری ہے۔

☆ احرام باندھے بغیر میقات سے گزرنا جائز نہیں۔

☆ میقات سے پہلے احرام باندھنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆ درج بالا میقات میں سے اگر کوئی میقات نہ پڑتی ہو تو جو میقات برابری پر ہو اس پر احرام باندھنا ضروری ہے۔

☆ ہوائی جہاز سے جانے والوں کے لئے جہاز میں سوار ہونے سے پہلے ہی احرام

باندھ لینا ضروری ہے کیونکہ ہوائی جہاز کی رفتار بہت تیز ہوتی ہے اور میقات کے گزرنے کا اندیشہ رہتا ہے۔

☆ کسی راہ میں اگر دو میقات آجائیں تو پہلی میقات پر احرام باندھنا ضروری ہے۔

☆ اگر کوئی اہل حل یا اہل حرم میقات سے باہر آگیا تو وہ بھی آفاقی کی طرح ہو گیا۔اب اسے آفاقی کی طرح میقات سے احرام باندھ کر جانا چاہیے۔

☆ اگر میقات سے احرام کے بغیر گزر گیا اور بعد میں احرام باندھا تو ایک دم واجب ہوگا۔

☆ اگر میقات سے احرام کے بغیر گزر گیا اور پھر میقات پر واپس آکر احرام باندھا تو دم واجب نہ ہوگا جو شخص میقات سے بغیر احرام کے گزر جائے اس کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ اپنی ہی میقات پر واپس آئے بلکہ کسی بھی میقات پر واپس آسکتا ہے۔

میقات برائے اہل حل

اہل حل (حدودِ میقات کے اندر رہنے والے) کے لئے میقات حل ہی ہے وہ جب اپنے گھر سے حج یا عمرہ کے لئے نکلیں تو احرام باندھ کر نکلیں۔

میقات برائے اہل حرم

جو لوگ حدودِ حرم میں رہتے ہیں ان کے حج کے لئے حرم ہی ان کی میقات ہے۔وہ اپنے گھر سے احرام باندھیں مکہ والے مکہ سے احرام باندھیں۔البتہ اگر عمرہ کریں تو ان کی میقات حل ہے۔

ان تمام میقات پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے اور کسی کا بھی اختلاف نہیں ہے اور اس کی بنیاد حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کردہ حدیث ہے۔

> ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ والوں کے لئے ذوالحلیفہ ،شام والوں کے لئے جحفہ اور نجد والوں کے لئے قرن المنازل اور اہلِ یمن کے لئے یلملم کو میقات مقرر کیا۔یہ میقاتیں ان سب لوگوں کے لئے ہیں جو یہاں کے رہنے والے ہیں اور حج اور عمرہ کی نیت سے یہاں سے گزریں یہاں تک کہ مکہ والے مکہ ہی سے احرام باندھیں۔'' (متفق علیہ)

احرام کا بیان

احرام کی تعریف: حج یا عمرہ کا ارادہ کر کے میقات سے پہلے مخصوص لباس پہننا اور تلبیہ پڑھنا احرام کہلاتا ہے۔ جس طرح نماز میں تکبیر تحریمہ ہوتی ہے کہ اس کے بعد بہت سے کام ممنوع ہو جاتے ہیں اسی طرح احرام باندھ کر بھی بہت سے حلال کام حرام ہو جاتے ہیں۔

احرام کی قسمیں:

احرام کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) **اِفراد:** صرف حج کے لئے احرام باندھنا۔

(۲) **تمتع:** حج کے مہینوں میں عمرہ کا احرام باندھنا اور عمرہ ادا کر کے احرام کھول دینا اور پھر جائے بغیر حج کی نیت کر کے حج احرام باندھ لینا۔

(۳) **عمرہ:** صرف عمرہ کے لئے احرام باندھنا۔

مردوں کا احرام: دو سفید چادریں۔ ایک کو تہبند بنایا جاتا ہے اور دوسرے کو بدن میں اس طرح ڈالا جاتا ہے کہ جسم چھپ جائے البتہ سر کھلا رہتا ہے۔ یہ دونوں چادریں بغیر سلی ہوتی ہیں۔

عورت کا احرام: عورتیں سلے ہوئے کپڑے شلوار، قمیص یا جو بھی ان کا لباس ہو پہنیں اور دوپٹہ سے سر بھی چھپائیں البتہ چہرہ کھلا رکھیں لیکن غیر محرموں کی نگاہ سے بچنے کے لئے کسی چیز سے اوٹ کی جا سکتی ہے۔

احرام باندھنے سے پہلے مسنون کام

(۱) حجامت بنوانا اور بغل صاف کرنا۔

(۲) زیر ناف کے بال صاف کرنا۔

(۳) ناخن وغیرہ تراشنا۔

(۴) خوشبو لگانا۔

(۵) غسل کرنا[۱]

(۶) زبان سے احرام کی نیت کرنا۔

(۷) سفید احرام باندھنا۔

(۸) میقات سے پہلے احرام باندھ لینا۔

حج کا احرام حج کے مہینوں میں باندھنا مستحب ہے اس کے علاوہ دوسرے مہینوں میں باندھنا مکروہ[۲] ہے۔

---

[۱] جو عورتیں ایام خاص میں ہوں وہ بھی غسل کرلیں کیونکہ غسل طہارت کے لئے نہیں بلکہ نظافت کے لئے ہیں۔

[۲] امام شافعیؒ کے نزدیک دوسرے مہینوں میں باندھنا ناجائز ہے۔

احرام باندھنے کا طریقہ

مذکورہ کام کرنے کے بعد مرد ایک چادر ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک باندھے اور دوسری چادر کندھوں پر ڈال لے۔ بعض لوگ چادر داہنے کندھے سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈال لیتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے۔ یہ عمل صرف پہلے طواف میں سنت ہے۔ باقی مواقع اور طواف کے دوران دونوں کندھے ڈھکے ہونے چاہئیں۔ احرام کے لیے کسی بھی رنگ کی چادر استعمال کی جاسکتی ہے۔

عورتوں کا لباس احرام وہی کپڑے ہیں جو وہ عام طور پر پہنتی ہیں۔ ان کپڑوں کا سفید ہونا بھی ضروری نہیں۔

افضل یہ ہے کہ کسی فرض نماز کے بعد احرام باندھا جائے۔ اگر فرض نماز کا وقت نہ ہو تو تحیۃ الوضوء کی نیت سے دو رکعت پڑھ لے۔ نماز سے فراغت کے بعد عمرہ یا حج کی نیت کرے۔ اور اگر صرف عمرہ کی نیت مقصود ہو تو یہ الفاظ کہے۔ ''اللھم لبیک عمرۃ'' اگر صرف حج کی نیت مقصود ہو تو یہ الفاظ کہے۔ ''اللھم لبیک حجۃ'' اگر قران (حج و عمرہ) کی نیت مقصود ہو تو یہ الفاظ کہے۔ ''اللھم لبیک حجۃ وعمرۃ'' اس کے بعد مرد بلند آواز سے اور عورت آہستہ سے تلبیہ کہے۔ تلبیہ کے الفاظ جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں یہ ہیں۔

''لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ لَبَّیکَ لَاشَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیکَ لَکَ۔''

حالتِ احرام میں ممنوع کام

(۱) لڑائی جھگڑا کرنا۔

(۲) بدکلامی کرنا۔

(۳) غیبت کرنا۔

(۴) تہمت لگانا۔

(۵) خشکی کے جانوروں کا شکار کرنا، شکار کرانا، شکار کرنے میں رہنمائی کرنا یا مدد کرنا۔

(۶) اس شکار کا گوشت کھانا جو محرم نے کیا ہو یا اس کی نشاندہی کی ہو یا اس کی مدد کی ہو۔

(۷) جسم کے کسی بھی حصہ کے بال صاف کرنا، کاٹنا، اکھاڑنا، جلانا[1]

(۸) سر اور داڑھی صابن یا خطمی سے دھونا۔

(۹) ناخن کاٹنا۔[2]

---

[1] اگر کسی کو کوئی بیماری ہو تو وہ بال منڈواسکتا ہے لیکن اس کو فدیہ دینا ہوگا۔ فدیہ یہ ہے کہ تین دن کے روزے رکھے، یا چھ مسکینوں کو کھانا کھلائے یا ایک بکری قربان کرے۔ (امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اگر قارن کے ساتھ یہ معاملہ پیش آجائے تو اس کو دوگنا فدیہ دینا ہوگا۔) لیکن اگر کسی نے کسی عذر کے بغیر قصداً ایسا کیا تو قربانی ضروری ہے۔ یہ متفق مسئلہ ہے۔

نوٹ: قارن کے لئے صرف امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مفرد اور تمتع سے دوگنا فدیہ ہے۔

[2] اگر ناخن پانچ یا اس سے کم کاٹے تو فی ناخن نصف صاع گندم کا صدقہ اور اگر پانچ سے زیادہ کاٹے تو فدیہ دینا ہوگا۔ یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک ایک دو ناخن پر صدقہ اور اس سے زائد پر فدیہ ہے۔

(۱۰) سلے ہوئے کپڑے پہننا۔[1]

(۱۱) موزے باندھنا۔

(۱۲) عمامہ باندھنا۔

(۱۳) خوشبو لگانا، چائے یا قہوہ وغیرہ میں زعفران یا تیز خوشبو کی چیزیں استعمال کرنا۔

(۱۴) جنسی فعل کا ارتکاب کرنا، یا جنسی باتیں کرنا، بوس وکنار کرنا بھی ممنوع ہے۔

(۱۵) تیل کا استعمال کرنا۔

(۱۶) مہندی لگانا۔[2]

(۱۷) چہرہ ڈھانپنا، (عورت بوقتِ ضرورت کسی پنکھے یا دفتی سے اوٹ کر سکتی ہے)

(۱۸) مردوں کے لئے سر ڈھانپنا۔

(۱۹) برقعہ پہننا۔

---

[1] خواتین کے لئے سلے ہوئے کپڑے پہننا جائز ہے۔ زیور، موزے، ریشمی اور رنگین کپڑے بھی خواتین پہن سکتی ہیں البتہ دستانے نہیں پہنیں گی۔

[2] امام شافعیؒ کے نزدیک مہندی لگانا حرام نہیں بلکہ مکروہ ہے۔

حالت احرام میں مکروہ کام

☆ سر یا داڑھی میں کنگھی کرنا یہی حکم خلال کرنے کا ہے۔
☆ تہبند کے دونوں پلّوں کو آگے سے سی لینا۔
☆ چادر یا تہبند میں گرہ لگانا یا پن وغیرہ لگانا یا اسے دھاگے سے باندھنا۔
☆ خوشبو کو سونگھنا یا چھونا یا عطر فروش کی دکان پر خوشبو حاصل کرنے کی خاطر بیٹھنا۔ اگر بلا ارادہ خوشبو آجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔
☆ لنگی میں نیفہ موڑ کر کمر بند ڈال کر باندھنا۔
☆ ناک، رخسار یا تھوڑی کو کپڑے سے چھپانا۔
☆ بغیر پکا ہوا خوشبودار کھانا تناول کرنا البتہ پکا ہوا خوشبودار کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں۔
☆ دھونی دیا ہوا کپڑا پہننا۔
☆ کعبہ کے نیچے اس طرح کھڑا ہونا کہ اس کا غلاف سر یا منہ کو لگے۔
☆ تکیہ پر منہ کے بل لیٹنا۔

حالتِ احرام میں جائز کام

ممنوع اور حرام کاموں کے علاوہ حالتِ احرام میں تمام کام جائز ہیں مثلاً:

☆ بے خوشبو صابن کا استعمال کرنا۔

☆ جیب میں پیسے وغیرہ رکھنا۔

☆ پیسے رکھنے کے لئے احرام میں جیب لگانا یا بیلٹ باندھنا۔

☆ چاقو، چھری، کوئی ہتھیار رکھنا (ہتھیار لے جانے پر حکومت کی طرف سے پابندی ہے۔)

☆ خالی اوقات میں تجارت کرنا۔

☆ گھڑی، انگوٹھی، چشمہ وغیرہ پہننا۔

☆ بے خوشبو سرمہ لگانا۔

☆ موذی جانوروں کو مارنا۔ جیسے مچھر، کھٹمل، کوا، چیل، بچھو اور درندہ۔

☆ سمندری شکار کرنا۔

☆ ختنہ کرنا۔

☆ شادی کرنا یعنی نکاح کرنا[1] البتہ عورت سے ہمبستری حرام ہے۔

☆ دھوپ کی شدت سے بچنے کے لئے سر پر سایہ کرنا۔

☆ عورت کو بغیر کسی شہوت کے چھونا۔

☆ نوکر کو ڈانٹنا۔

---

[1] امام شافعیؒ کے نزدیک نکاح کرنا حالتِ احرام میں حرام ہے۔

☆ فصد لگوانا (لیکن بال نہ ٹوٹیں)
☆ سر یا بدن کو کھجانا[1] (مگر بال نہ جھڑیں)
☆ پان کھانا لیکن کسی خوشبودار چیز کا استعمال نہ کریں۔
☆ کسی مرض کے باعث دوا کھانا یا انجکشن لگوانا۔
☆ بغیر خوشبو کا تیل کسی مرض میں ملنا۔
☆ سر پر سامان رکھنا یا چھتری وغیرہ سے سایہ کرنا۔
☆ زخم یا ہاتھ پیر کی پھٹن میں تیل یا دوا لگانا بشرطیکہ خوشبودار نہ ہو۔
☆ دینی مسائل و امور میں گفتگو اور مباحثہ کرنا۔
☆ غسل کرنا۔
☆ احرام کی چادریں دھونا اور بدلنا۔
☆ چادر پھٹی ہو تو اس کو سی لینا یا پیوند لگا لینا اور سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے۔ جو جسم کی ساخت پر سلا ہو۔
☆ کمبل اور چادر وغیرہ اوڑھنا البتہ منھ اور سر کھلا رہے۔ بعض علماء کے نزدیک چہرہ ڈھانپ سکتے ہیں۔
☆ دانت اکھاڑنا۔ ٹوٹے ہوئے ناخن کاٹنا۔
☆ گرم مصالحوں کا کھانا، تناول کرنا یا جس کھانے میں خوشبودار چیز ڈال کر اسے پکا لیا گیا ہو بشرطیکہ خوشبو کے اجزاء غالب نہ ہوں۔
☆ لیمن، سوڈا وغیرہ استعمال کرنا۔
☆ سر کے علاوہ جسم کے کسی دوسرے حصہ پر پٹی باندھنا۔
☆ انجکشن لگوانا، زخم میں چیرا دینا، پھوڑا وغیرہ کو پھوڑنا۔

---

[1] امام شافعیؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔

تلبیہ کا بیان

تلبیہ کی تعریف: حج یا عمرہ کی نیت کر کے احرام باندھنے کے بعد حاجی یا عمرہ ادا کرنے والے جو کلمات کہتے ہیں اس کو تلبیہ کہتے ہیں۔

تلبیہ کے الفاظ:

لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ۔

''میں حاضر ہوں اے میرے رب! میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ بیشک ساری تعریفیں اور نعمتیں تیرے ہی لئے ہیں اور ساری بادشاہی بھی۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔''

حکم: احرام باندھنے کے بعد ایک بار تلبیہ پڑھنا فرض ہے اور بعد میں سنت ہے[1]

مدت: حاجی کے لئے تلبیہ احرام باندھنے کے بعد سے جمرۂ عقبہ پر پہلی کنکری مارنے تک کہنا جائز ہے اور عمرہ میں صرف حجرِ اسود کو بوسہ دینے تک۔[2]

تلبیہ کے احکام

☆ تلبیہ کے جو الفاظ اوپر نقل کئے گئے ہیں ان کا کہنا سنت ہے شرط نہیں ہے، کوئی دوسرا ذکر بھی تلبیہ کی جگہ کرنے سے احرام مکمل ہو جائے گا۔

---

[1] امام احمد بن حنبل، امام شافعی کے نزدیک تلبیہ سنت ہے۔ اور امام مالک کے نزدیک واجب ہے۔

[2] یہی امام شافعی کا مسلک ہے البتہ امام احمد کا مسلک ہے کہ تلبیہ ساتوں کنکریاں مارنے تک ہے۔ امام مالک کے نزدیک تلبیہ کی مدت ۹ رذی الحجہ زوال آفتاب تک ہے۔

☆ تلبیہ عربی زبان میں کہنا افضل ہے۔ اردو، فارسی، انگریزی کسی زبان میں بھی جائز ہے۔

☆ تلبیہ کا زبان سے کہنا شرط ہے صرف دل سے کہہ لینا کافی نہیں۔

☆ احرام باندھتے وقت تلبیہ ایک بار پڑھنا فرض ہے اور اس کی تکرار سنت۔

☆ عورتوں کے لئے تلبیہ آہستہ سے اور مردوں کے لئے بلند آواز سے کہنا مسنون ہے۔

☆ جب حاجی جمرۂ عقبیٰ کی رمی کرے تو تلبیہ کہنا بند کردے اس کے بعد پھر نہ کہے۔ عمرہ کرنے والا طواف شروع کرنے پر تلبیہ موقوف کردے۔

☆ تلبیہ کے الفاظ میں کمی کرنا مکروہ ہے۔ البتہ تلبیہ کے الفاظ میں زیادتی کرنا افضل ہے مگر یہ زیادتی درمیان میں نہ ہو بلکہ آخر میں ہو۔

☆ تلبیہ کے درمیان میں کلام نہ کیا جائے۔ اگر کوئی تلبیہ پڑھ رہا ہو تو اس کو سلام نہ کیا جائے۔ اگر تلبیہ کہنے والے کو کوئی سلام کرے تو تلبیہ کہنے والے کو درمیان میں جواب دینا جائز ہے۔ مگر ختم کرکے جواب دینا بہتر ہے بشرطیکہ سلام کرنے والا چلا نہ جائے۔ بلکہ حجاج کا سلام ایک دوسرے کو یہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر زور زور سے تلبیہ کہیں۔

☆ سوار ہوتے وقت، سواری سے اترتے وقت، بلندی پر چڑھتے وقت، نشیب میں اترتے وقت لوگوں سے ملتے وقت، رخصت ہوتے وقت، بیدار ہوتے وقت، اندر باہر آتے جاتے وقت تلبیہ کہنا مستحب ہے۔

☆ فرض اور نفل نماز کے بعد بھی تلبیہ کہنا چاہیے، ایام تشریق میں پہلے تکبیر کہی جائے پھر تلبیہ مگر دھیان رہے کہ تلبیہ دسویں تاریخ کو رمی کے ساتھ ختم ہو جائے گا۔

☆ اگر کسی مسبوق (جو نماز میں شروع سے شریک نہ ہوا ہو بلکہ اس کی کچھ رکعتیں چھوٹ جائیں) نے امام کے ساتھ تلبیہ کہہ لیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

طواف کا مطلب اور اسکی قسمیں

طواف کا مطلب: طواف کے معنیٰ ہیں گھومنا، چکر لگانا، لیکن شریعت کی زبان میں خانۂ کعبہ کے گرد چکر لگانے کو طواف کہتے ہیں۔ سات چکر لگانے پر طواف مکمل ہوتا ہے۔

طواف کی قسمیں: طواف کی سات قسمیں ہیں۔ البتہ دورانِ حج صرف تین طواف کئے جاتے ہیں۔

(۱) **طواف قدوم**: مکہ میں فوراً پہنچ کر جو طواف کیا جاتا ہے اس کو طوافِ قدوم کہتے ہیں اس کو طواف الورود یا طواف التحیہ بھی کہتے ہیں۔

☆ طوافِ قدوم مسنون[1] ہے۔

☆ اگر اہل حل میقات سے باہر جا کر احرام باندھیں تو ان کے لئے بھی یہ طواف مسنون ہے۔

☆ طواف قدوم کا وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کے وقت سے وقوف عرفہ تک ہے۔ وقوف عرفہ تک اگر طواف نہ کیا تو ساقط ہو جائے گا کوئی جزا لازم نہ ہوگی۔

☆ طواف قدوم کے بعد اگر سعی کرنے کا ارادہ ہو تو اس طواف میں اضطباع اور ابتدائی تین چکروں میں رمل کرے اور اگر سعی کا ارادہ نہ ہو تو رمل اور اضطباع نہ کرے۔

---

[1] امام مالکؒ اور بعض شافعی علماء کے نزدیک واجب ہے۔ البتہ جمہور علماء کا یہی مسلک ہے کہ یہ طواف مسنون ہے۔

☆ وقوف عرفہ سے پہلے اگر کسی نے طواف نفل کرلیا تو طواف قدوم ساقط ہوجائے گا۔

(۲) **طواف افاضہ** : جوطواف وقوف عرفات کے بعد ایام تشریق کے دوران کیا جاتا ہے اس کو ''طواف افاضہ'' کہتے ہیں۔ اس کو طواف زیارت اور طواف حج بھی کہتے ہیں۔

☆ طواف افاضہ فرض ہے اس کے بغیر حج نہیں ہوسکتا۔

☆ طواف افاضہ کا مسنون وقت ۱۰؍ ذی الحجہ ہے۔ البتہ ۱۲؍ ذی الحجہ تک مؤخر کیا جاسکتا ہے۔

(۳) **طواف وداع**: وہ طواف جو خانہ کعبہ سے رخصت ہوتے وقت کیا جاتا ہے اس کو طواف وداع کہتے ہیں۔

☆ یہ طواف آفاقی پر واجب ہے۔

(۴) **طواف عمرہ**: عمرہ کرنے والوں کے لئے فرض ہے۔

(۵) **طواف نذر**: یہ اس پر واجب ہے جس نے طواف کی نذر مانی ہو۔

(۶) **طواف تحیہ**: یہ مسجد حرم میں داخل ہونے والوں کے لئے مستحب ہے۔

(۷) **طواف نفل**: جب چاہے یہ طواف کیا جاسکتا ہے۔

طواف کا طریقہ

طواف حجرِ اسود سے شروع کرے۔ حجرِ اسود کے سامنے ایک سرخ پٹی بنی ہوئی ہے۔ اسی پٹی سے طواف شروع کیا جاتا ہے۔ اگر موقع ہو تو حجرِ اسود کو بوسہ دیں ورنہ اس کو ہاتھ لگائیں اور ہاتھوں کو چوم لیں۔ اگر زیادہ بھیڑ ہو تو دور سے داہنا ہاتھ اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کریں اور الله اکبر یا بسم الله الله اکبر کہیں۔ پہلے طواف میں مردوں کے لیے اضطباع سنت ہے۔ اضطباع کا مطلب یہ ہے کہ احرام کی چادر کے ایک پلو کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر بائیں کاندھے پر ڈال لیا جائے۔ مردوں کے لیے طواف کے پہلے تین چکروں میں رمل کرنا سنت ہے۔ رمل یہ ہے کہ آدمی شانے ہلا کر تیز تیز چلے، قدم قریب قریب رکھیں۔ اگر ہجوم کی وجہ سے رمل کرنے سے لوگوں کو تکلیف ہو سکتی ہو یا عورتوں کو ساتھ رکھنا ضروری ہو یا بڑھاپے یا بیماری کی وجہ سے رمل نہ کر سکتا ہو تو نہ کرے۔ طواف کرتے ہوئے کسی مخصوص دعاء کا پڑھنا مستحب نہیں ہے، توبہ واستغفار اور آنحضور ﷺ سے ماثور دعاؤں کا اہتمام کیا جائے۔ رکن یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان اس دعاء کا پڑھنا مسنون ہے۔

''رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَفِی الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ''۔

ہر چکر میں رکن یمانی کا استلام یعنی اس کا ہاتھ لگانا سنت ہے۔ اس کو چومنا خلافِ سنت ہے۔ اگر بھیڑ زیادہ ہو تو اشارہ کئے بغیر آگے بڑھ جائیں۔ بعض لوگ دور سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے۔ سات چکر کے بعد طواف مکمل

ہوجاتا ہے۔طواف سے فارغ ہوکر مقامِ ابراہیم کے قریب دورکعت نماز پڑھیں۔اگر مقامِ ابراہیم کے پاس جگہ نہ ہوتو مسجد حرام کے کسی بھی حصہ میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔بھیڑ کے وقت مقامِ ابراہیم کے نزدیک نماز پڑھنے کے لئے زورزبردستی کرنا مناسب نہیں۔ پہلی رکعت میں سورہ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورہ اخلاص پڑھنا مسنون ہے۔ طواف کی نماز مکروہ اور ممنوع اوقات میں بھی پڑھی جاسکتی ہے۔جس شخص نے بچہ کو اٹھا کر طواف کیا ہے وہ صرف اپنی طرف سے دورکعت نماز پڑھے بچہ کی طرف سے نہ پڑھے۔طواف کے لئے طہارت اور ستر پوشی ضروری ہے اگر طہارت یا ستر چھپائے بغیر کوئی طواف کرے تو اس کا طواف صحیح نہ ہوگا۔تندرست آدمی کے لئے ضروری ہے کہ پیدل طواف کرے البتہ بیمار اور معذور سواری پر طواف کرسکتے ہیں۔اگر طواف کرتے وقت اقامت ہوجائے یا جنازہ آجائے یا وضوٹوٹ جائے یا کوئی ضرورت پیش آجائے تو طواف چھوڑدیں اور واپس آکر وہیں سے طواف شروع کریں جہاں سے چھوڑا تھا۔از سرِنو طواف کرنا ضروری نہیں۔

واجباتِ طواف

واجبات طواف سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کے بغیر طواف نہیں ہوسکتا۔ اگر ایک چیز بھی رہ گئی تو طواف دوبارہ کرنا ہوگا۔[1]

(۱) **پاک ہونا:** یعنی حدث اصغر، اور حدث اکبر سے خود بھی پاک ہو اور کپڑوں کا بھی پاک ہونا ضروری ہے۔ بے وضو، حائضہ یا نفاس والی عورتیں طواف نہ کریں۔

(۲) **ستر عورت:** یعنی جسم کے ان حصوں کو چھپانا جو ستر عورت کہلاتے ہیں۔

(۳) **پیدل طواف کرنا:** اگر پیدل طواف کرنے کی قدرت ہو تو پیدل طواف کرنا ضروری ہے البتہ کسی عذر کی بنا پر سواری سے بھی طواف کیا جاسکتا ہے البتہ نفلی طواف بلا عذر بھی سواری سے کرسکتے ہیں۔

(۴) **داہنی طرف سے طواف کرنا:** یعنی اس طرح طواف کرنا کہ حجرِ اسود داہنی طرف رہے۔

(۵) **حطیم کو شامل کرنا:** طواف کرتے وقت حطیم کو بھی شامل کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ بھی بیت اللہ کا حصہ ہے۔

(۶) **پورا طواف کرنا:** یعنی طواف کے پورے سات چکر لگانا نہ کم نہ زیادہ۔

(۷) **حجر اسود سے طواف کی ابتداء کرنا:** یعنی حجرِ اسود کے سامنے سے طواف شروع کرنا۔

(۸) **طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا:** طواف کوئی بھی ہو اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا واجب ہے۔

---

[1] امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ واجبات ہیں دوسروں کے نزدیک شرائط۔ لفظی فرق ہے معنوی کوئی نہیں۔

سننِ طواف

درج ذیل چیزیں طواف میں مسنون ہیں۔

☆ حجراسود کو بوسہ دینا اگر بوسہ نہ دے سکے تو اس کو چھونا یا اس کی طرف اشارہ کرنا۔

☆ حج اور عمرہ کے طواف میں اضطباع کرنا۔ طواف کے بعد نماز میں اضطباع مسنون نہیں۔

☆ عورتوں کے لئے نہ رمل ہے اور نہ اضطباع۔

☆ ابتدائی تین چکروں میں صرف مردوں کو رمل کرنا۔

☆ باقی چار چکروں میں درمیانہ چال چلنا۔

☆ ہر چکر میں رکن یمانی کا استلام کرنا۔

☆ رکن عراقی وشامی کا نہ استلام جائز ہے اور نہ بوسہ۔

☆ دورانِ طواف دعاؤں کا ورد کرنا۔ دعائیں اپنی زبان میں بھی مانگی جاسکتی ہیں۔

مباحاتِ طواف

درج ذیل کام طواف میں جائز ہیں۔

☆ سلام کرنا۔
☆ سلام کا جواب دینا۔
☆ چھینکنے پر الحمد للّٰہ کہنا۔ اگر کسی دوسرے کو چھینک آ جائے اور وہ الحمد کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہا جا سکتا ہے۔
☆ شرعی گفتگو کرنا۔ مثلاً کچھ پوچھنا یا بتانا۔
☆ ضروری بات کرنا۔ مثلاً خواتین ساتھ ہوں تو انہیں ہدایات دینا۔
☆ اگر پیاس لگے تو پانی یا کوئی مشروب پیا جا سکتا ہے۔
☆ پاک جوتے پہن کر طواف کرنا۔
☆ خاموش رہنا۔
☆ فرض نماز کا وقت ہونے پر نماز ادا کرنا اور پھر باقی چکر پورے کرنا۔
☆ وضو ٹوٹ جانے پر وضو کرنا اور باقی چکر پورے کرنا۔ نئے سرے سے طواف کرنا ضروری نہیں ہے۔

محرّماتِ طواف

درج ذیل چیزیں طواف کرنے والے کے لئے حرام ہیں اگر کسی وجہ سے صادر ہو جائیں تو طواف جاتا رہے گا، دوبارہ کرنا ہوگا۔

☆ کسی بھی قسم کی ناپاکی کا ہونا۔ یعنی طواف کرتے وقت وضو ٹوٹ گیا یا حیض کا خون آ گیا تو وضو بنانے کے بعد دوبارہ وہیں سے طواف کرنا ہوگا جہاں چھوڑا تھا۔ البتہ حائضہ پاک ہونے کے بعد طواف کرے۔

☆ طواف کرتے وقت حطیم کے اندر سے گزرنا۔

☆ طواف میں سات چکر سے کم کرنا یا زیادہ کرنا۔ دونوں صورتوں میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر کم چکروں میں فوراً یاد آ جائے تو چکر پورے کرنا اور زیادہ چکروں میں نئے سرے سے طواف کرنا۔ اگر کسی کو شک ہو جائے کہ چار یا پانچ چکر لگائے ہیں۔ تو شکی آدمی (جسے اکثر شک ہو جایا کرتا ہے) کو چاہیے کہ ذہن سے شک نکال دے اور طواف پورا کرے اگر کسی کو شک کی عادت نہیں ہے تو اسے چاہیے کہ چار چکر شمار کرے اور تین چکر کر کے طواف پورا کر لے۔

☆ حجرِ اسود کے علاوہ کسی دوسری جگہ سے طواف شروع کرنا۔

طواف کے دوران مسنون دعائیں

خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے حجر اسود کے پاس پہنچے تو بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ کہے پھر یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِيْمَانًا بِكَ وَتَصْدِيْقًا بِكِتَابِكَ وَوَفَاءً بِعَهْدِكَ وَاتِّبَاعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

''اے اللہ تجھ پر ایمان لاکر، تیری کتاب کی تصدیق کرکے اور تیرے عہد کو پورا کرتے ہوئے اور تیرے نبیؐ کی سنت کی اتباع میں (یہ استلام وطواف کرتا ہوں۔)''

اس دعا کے ساتھ ہی طواف شروع کردے، اور طواف کرتے وقت آہستہ آہستہ دعا پڑھے۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

''اللہ پاک اور برتر ہے، تمام حمد وشکر اس کے لئے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ کے سوا کوئی طاقت نہیں (جو نیکی کرا سکے۔ اور کوئی طاقت نہیں جو برائی سے روک سکے۔)''

اور جب رکنِ یمانی پر پہنچے تو رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان یہ دعا پڑھے۔

رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا

عَذَابَ النَّارِ۔

''اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی اور ہمیں
جہنم کے عذاب سے بچا۔''

یہ دعا بھی پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ قَنِّعْنِيْ بِمَا رَزَقْتَنِيْ وَبَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاخْلُفْ عَلٰى
كُلِّ غَائِبَةٍ لِّيْ بِخَيْرٍ۔

''اللہ تو مجھے قناعت دے اس چیز پر جو کچھ تو نے مجھے عطا کر رکھا ہے
اور اس میں میرے لئے برکت عطا فرما اور ہر غائب چیز میں تو خیر
اور بھلائی کے ساتھ نگراں بن جا۔''

یہ بھی پڑھے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ
الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں،
اقتدار اس کا حق ہے۔ تعریف کا وہی مستحق ہے اور وہ ہر چیز پر پوری
طرح قادر ہے۔''

سعی کا بیان

سعی کا مطلب: صفا اور مروہ دو پہاڑیاں جو حرم سے متصل ہیں ان پر ایک پہاڑی سے دوسری پہاڑی پر دوڑ کر پہنچنے کو سعی کہتے ہیں۔

سعی کا حکم: حج ہو یا عمرہ سعی واجب[1] ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر سعی نہ کی تو ایک دم واجب ہوگا۔

سعی کا وقت: سعی کا وقت طواف کے بعد ہے۔ حج اور عمرہ میں ایک سعی ضروری ہے۔ چاہے طوافِ قدوم کے بعد یا طوافِ زیارت کے بعد۔ سعی اس طواف کے بعد کی جاسکتی ہے جس میں رمل اور اضطباع کیا گیا ہو۔

متفرق مسائل

☆ طوافِ کعبہ سے پہلے سعی جائز نہیں۔

☆ باوضو سعی کرنا مسنون ہے۔ اگر کسی نے بلاوضو یا جنابت کی حالت میں سعی کر لی تو سعی درست ہو جائے گی۔

☆ طواف کی طرح سعی میں بھی سات چکر ہوتے ہیں اور ساتوں واجب ہیں۔

☆ طواف اور سعی کے درمیان فصل کرنا مکروہ ہے۔ طواف کے فوراً بعد ہی سعی کرنا سنت ہے البتہ اگر کوئی شخص تھکان یا بیماری کی وجہ سے وقفہ کے بعد سعی کرتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

---

[1] امام اعظم کے علاوہ دیگر ائمہ کے نزدیک سعی رکن ہے۔ یعنی سعی نہیں تو حج نہیں۔

☆ ابتداء صفا سے کرنا واجب ہے۔
☆ صفا سے چل کر مروہ تک پہنچنا ایک شوط کہلاتا ہے۔
☆ بلا عذر سواری سے سعی کرنا جائز نہیں۔
☆ پیدل سعی کرنا واجب ہے۔ سعی پیدل کرنا افضل ہے۔ عذر کی وجہ سے سوار ہو کر بھی سعی کی جا سکتی ہے۔
☆ بعض لوگ صفا سے اترتے ہوئے ایک مخصوص دعا پڑھتے ہیں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ اسی طرح سعی کرتے ہوئے اجتماعی طور پر بلند آواز سے دعائیں پڑھنا بھی صحیح نہیں ہے۔ آہستہ سے دعا کرنی چاہیے خاص طور پر عورتوں کو۔
☆ اگر کسی کو سعی کے چکروں میں شک ہو جائے تو کم کا اعتبار کر کے سات چکر پورے کر لئے جائیں۔ سعی کے دوران اگر اقامت یا رفعِ حاجت کا تقاضا ہو یا پیاس لگے تو سعی روک کر ضرورت پوری کی جائے اور بعد میں باقی چکر پورے کئے جائیں۔ جتنے چکر ہو چکے تھے انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔
☆ کچھ لوگ سعی کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے ہیں یہ خلافِ سنت ہے۔
☆ سعی نفل وسنت نہیں ہوتی جس طرح طواف نفل ہوتا ہے۔
☆ سعی کے درمیان بھی دعائیں کرنا مسنون ہے۔
☆ میلینِ اخضرین کے نزدیک مردوں کے لئے دوڑنا مسنون ہے۔
☆ سعی میں ترتیب واجب[1] ہے۔

---

[1] امام اعظم کے علاوہ دیگر ائمہ کے نزدیک ترتیب شرط ہے۔

سعی کا طریقہ

طواف اور دو رکعت نماز کے بعد پہلے صفا پر چڑھے اور اوپر چڑھ کر یہ آیت پڑھے۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔) اور صفا پر اس قدر اوپر جائے کہ خانہ کعبہ نظر آ جائے اور پھر بیت اللہ کی طرف منہ کر کے تین بار ''الله اکبر'' کہے اور پھر یہ دعا پڑھے۔

لَاإِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْدَهُ لَاشَرِيْكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَاإِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ اَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ۔

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اقتدار اس کا حق ہے حمد و شکر کا وہی مستحق ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس نے تنہا تمام کافر گروہوں کو شکست دی۔''

پھر درود شریف پڑھ کر جو دعائیں مانگنی ہوں مانگی جائیں۔ اپنے لئے اپنے عزیز اور رشتہ داروں کے لئے یہ قبولیتِ دعا کا مقام ہے اس لئے دنیا اور عقبٰی کی بھلائی اور سعادت کے لئے خوب ہی دعا کی جائے اور پھر یہ دعا پڑھی جائے۔

اَللّٰهُمَّ إِنَّكَ قُلْتَ ادْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ وَإِنَّكَ لَاتُخْلِفُ الْمِيْعَادَ إِنِّيْ اَسْئَلُكَ كَمَا هَدَيْتَنِيْ لِلْإِسْلَامِ اَنْ

لَاتَنْزِعَهُ مِنِّی حَتّٰی تَوَفَّانِیْ وَاَنَا مُسْلِمٌ.　　(موطا)

''اے اللہ تیرا ارشاد ہے کہ مجھ سے مانگو، میں قبول کروں گا اور تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا، میرا تجھ سے یہ سوال ہے کہ جس طرح تو نے مجھے اسلام لانے کی توفیق عطا فرمائی ہے تو اس دولت کو مجھ سے کبھی دور نہ کر، یہاں تک کہ تو مجھے موت نصیب فرمائے تو میرا خاتمہ اسلام پر ہو۔''

اس کے بعد صفا سے اتر کر مروہ کی طرف روانہ ہونا چاہیے اور چلتے ہوئے زبان پر یہ دعا رہے۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اِنَّکَ الْاَعَزُّ وَالْاَکْرَمُ۔

''میرے رب! مغفرت فرمادے۔ میری حالت پر رحم فرمادے تو انتہائی غالب اور انتہائی بزرگ ہے۔''

مروہ پر پہنچ کر ایک چکر ہوگیا۔ اسی طرح سات چکر پورے کیے جائیں۔ وہ عمل کریں جو صفا پر کیا تھا یہ ایک چکر پورا ہوگیا۔

صفا اور مروہ کے درمیان دو سبز ستون بنے ہیں۔ ان کے درمیان دوڑنا مسنون ہے۔ البتہ عورتیں آہستہ چلیں۔ اگر عورت کے ساتھ مرد کا رہنا ضروری ہو تو وہ بھی آہستہ چلے۔ اگر ازدہام زیادہ ہو اور دوڑنے سے خود کو یا دوسروں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو بھی آہستہ چلا جائے اسی طرح بیمار اور کمزور لوگ بھی آہستہ چل سکتے ہیں۔

وقوف کا بیان

وقوف کے معنیٰ ہیں ٹھہرنا، رکنا اور قیام کرنا، دوران حج کچھ خاص مقامات پر حاجیوں کو رکنا ہوتا ہے اسے وقوف کہتے ہیں یہ مقامات تین ہیں۔

(۱) عرفہ

(۲) مزدلفہ

(۳) منیٰ

وقوفِ عرفہ

وقوف عرفہ کا مطلب ہے میدان عرفات میں وقوف: یہ حج کا سب سے بڑا رکن ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے الحج عرفہ یعنی حج تو عرفات ہی ہے۔ یہ میدان مکہ سے ۱۵ کلو میٹر دور ہے۔

حکم: وقوف عرفہ فرض ہے۔ اگر کوئی حاجی میدان عرفات میں نہ پہنچا تو اس کا حج نہ ہوگا۔ وہاں جانا ضروری ہے خواہ چند لمحوں ہی کے لئے کیوں نہ ہو۔

وقت: وقوف عرفہ کا وقت ۹ رذی الحجہ کو زوال کے بعد سے ۱۰ رذی الحجہ کی صبح تک ہے۔ البتہ ۹ رذی الحجہ کی مغرب تک مسنون ہے بلا وجہ تاخیر مکروہ ہے۔

متفرق مسائل

☆ ۹ رذی الحجہ کو سورج طلوع ہونے کے بعد منیٰ سے عرفات روانہ ہونا چاہیے۔

☆ عرفات جاتے وقت وادی نمرہ میں زوال آفتاب تک رکنا چاہیے۔

☆ مسجد نمرہ میں ظہر اور عصر کی دونوں نماز یکجا پڑھنا چاہیے۔
☆ مسجد نمرہ میں امام کا خطبہ دینا مسنون ہے۔
☆ دونوں نمازوں کے لئے یک ہی اذان ہوگی۔[1]
☆ دونوں نمازوں کے لئے الگ الگ اقامت کہنا ہوگی۔
☆ دونوں نمازیں قصر ہوں گی۔
☆ دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نفل وسنت نہیں۔
☆ تنہا نماز پڑھنے والے کے لئے جمع بین الصلوتین جائز نہیں[2]۔
☆ میدان عرفات کے جس حصہ میں چاہے وقوف کیا جاسکتا ہے۔
☆ میدان عرفات سے باہر وقوف درست نہ ہوگا۔
☆ قبلہ رخ ہونا مسنون ہے۔
☆ وقوفِ عرفات کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔
☆ دعا کرنا، خدا کا ذکر کرنا، اپنے اور دوسروں کے لئے دعا کرنا، مغفرت چاہنا، تلاوتِ قرآن کرنا مسنون عمل ہیں۔

وقوف کیسے کیا جائے؟

مسجد نمرہ میں ظہر وعصر کی نماز پڑھ کر میدان عرفات میں پہنچیں پھر وہاں باوضو ہوکر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوں اور خدا کا ذکر، قرآن کی تلاوت دعا وغیرہ کریں اور جب سورج بالکل غروب ہو جائے تو مزدلفہ کو روانہ ہوں۔

حضرت جابرؓ کا بیان ہے۔ ''ظہر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد آپؐ (اپنی قصواء نامی اونٹنی پر) سوار ہوئے اور میدانِ عرفات میں خاص وقوف کی جگہ پر آئے۔ آپؐ نے اپنی اونٹنی کا رخ اُدھر کردیا جدھر پتھر کی دو بڑی چٹانیں ہیں اور پیدل مجمع کو اپنے سامنے کر کے آپ قبلہ رخ کھڑے ہوگئے اور وہیں کھڑے رہے یہاں تک کہ آفتاب بالکل غروب ہوگیا تو آپؐ (مزدلفہ کے لئے) روانہ ہوئے۔ (مسلم)

[1] امام مالک کے نزدیک دونوں نمازوں کے لئے الگ الگ اذان دینا ہوگی۔
[2] امام ابوحنیفہ کے علاوہ دیگر ائمہ کے نزدیک جائز ہے۔

میدان عرفات کی خاص دعائیں

میدان عرفات میں آپؐ یہ دعا کثرت سے پڑھتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ كَالَّذِيْ تَقُوْلُ وَخَيْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ لَكَ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ وَاِلَيْكَ مَآبِيْ وَلَكَ رَبِّ تُرَاثِيْ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَوَسْوَسَةِ الصَّدْرِ وَشَتَاتِ الْاَمْرِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَجِيْءُ بِهِ الرِّيْحُ (ترمذی)

"اے اللہ تو ایسی ہی حمد و تعریف کا مستحق ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف فرمائی ہے اور اس سے بہتر تعریف کا مستحق ہے جیسی ہم کر سکتے ہیں اے اللہ تیرے ہی لئے ہے میری نماز اور میری قربانی، میری موت اور میری زندگی اور تری ہی طرف مجھے لوٹ کر کے آنا ہے اور تیرے ہی لئے ہے میرا سب کچھ اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں قبر کے عذاب سے، دلوں میں پیدا ہونے والے وسوسوں سے، معاملات کی خرابی اور خلفشار سے، اے اللہ میں تیری پناہ میں آتا ہوں ان فتنوں سے جنہیں ہوائیں لے کر آئیں۔

آپؐ سے یہ دعا بھی منقول ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَئَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ۝ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ رَبَّنَا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا

إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ○ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

"اے اللہ میں تجھ سے اس بھلائی کا طالب ہوں جو تجھ سے تیرے نبیؐ نے مانگی ہے اور ساری چیزوں کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں جن کے شر سے تیرے نبیؐ نے تیری پناہ ڈھونڈھی ہے۔ پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے اور اگر تو ہماری مغفرت نہ فرمائے اور ہم پر رحم نہ کھائے تو ہم ان میں سے ہیں جو سراسر گھاٹے میں ہیں۔ اے میرے رب مجھے نماز قائم کرنے والا اور میری اولاد کو بھی اس کی توفیق دے۔ پروردگار! ہماری دعا کو شرف قبولیت عطا فرما۔ پروردگار! میری مغفرت فرمادے۔ میرے والدین کی مغفرت فرمادے اور سارے مسلمانوں کو بخش دے جس روز حساب کتاب ہوگا۔ اے میرے رب میرے والدین پر رحم فرما جس طرح دونوں نے میرے بچپن میں میری (شفقت و محبت سے) پرورش کی ہے۔ پروردگار! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ایمان لانے میں ہم سے سبقت لے گئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ان کے خلاف کوئی کینہ کپٹ نہ ہونے دے جو ایمان لائے۔ ہمارے پروردگار بلاشبہ تو بہت ہی مہربان ہے اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ پروردگار تو سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ تو ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور بہت زیادہ رحم کھانے والا ہے۔ معصیت سے بچنے کی کوئی طاقت اور فرمانبرداری کی استطاعت کہیں سے حاصل نہیں ہوسکتی سوائے اللہ کے جو بہت ہی بلند اور بڑی ہی عظمت والا ہے۔"

نبی کریمؐ نے ہدایت فرمائی کہ میدانِ عرفات میں یہ دعا کثرت سے کیا کرو۔

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

"اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں جہنم کی آگ سے بچا۔"

ان دعاؤں کے علاوہ دیگر مسنون دعاؤں کو بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ کوئی قید نہیں ہے کہ انہیں دعاؤں کو پڑھا جائے۔ آپ تو دعا کیجیے کسی بھی زبان میں کیجیے اپنے مالک سے مانگیے کچھ بھی مانگیے۔

وقوفِ مزدلفہ

☆ مزدلفہ کا وقوف واجب ہے۔[1]

☆ مزدلفہ بھی ایک میدان کا نام ہے جو عرفات سے ۵ کلومیٹر دور ہے۔

☆ عرفہ کے روز غروبِ آفتاب کے بغیر نماز پڑھے مزدلفہ کے لئے روانہ ہونا مسنون ہے۔

☆ مزدلفہ کے لئے چھوٹا راستہ حاجیوں کو اختیار کرنا چاہیے۔

☆ مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز قصر کر کے پڑھی جائے۔ اگر قضا ہونے کا اندیشہ ہو تو راستہ ہی میں پڑھ لی جائے۔

☆ دونوں نمازیں ایک ساتھ جمع کر کے پڑھی جائیں گی۔

☆ دونوں نمازوں کے لئے ایک اذان اور ایک ہی اقامت[2] ہوگی۔

☆ دونوں نمازوں کے لئے درمیان میں کوئی سنت اور نفل نہیں۔

☆ دونوں نمازوں کی سنن ونوافل دونوں نمازوں کے بعد پڑھی جائیں گی۔

☆ ۹ اور ۱۰ ذالحجہ کی درمیانی شب کا مزدلفہ میں گزارنا مسنون ہے۔

☆ وقوف کا وقت نماز فجر کے بعد سے صبح کے روشن ہونے تک ہے۔

☆ دورانِ وقوف، تکبیر، تہلیل، توحید وغیرہ کا بیان کرنا مسنون ہے۔

☆ میدانِ مزدلفہ میں کسی بھی جگہ وقوف کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] مزدلفہ کا وقوف حنفیہ کے نزدیک واجب ہے اور جمہور علماء کے نزدیک سنت ہے۔

[2] امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک دو اقامتیں ضروری ہیں۔

☆ وقوف مزدلفہ مشعر حرام کے نزدیک مسنون ہے۔

☆ وادی محسر (جہاں اصحاب الفیل کا واقعہ پیش آیا تھا) میں وقوف کرنا جائز نہیں۔

☆ صبح صادق کے بعد وقوف کے لئے غسل مسنون ہے۔

☆ مزدلفہ میں رات گزارنا بعض علماء کے نزدیک واجب اور بعض علماء کے نزدیک سنت ہے۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مزدلفہ میں رات کو جاگ کر ذکر و عبادت میں مشغول رہنا مستحب ہے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ سنت یہ ہے کہ عشاء پڑھ کر آرام کیا جائے۔ مسلم کی روایت ہے کہ نبی کریمؐ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے۔

☆ منیٰ کو روانگی سے پہلے مزدلفہ سے کنکریاں اٹھانا مسنون ہے۔

☆ وقوف کے وقت قبلہ رو ہونا مسنون ہے۔

☆ وقت مقررہ سے پہلے یا بعد میں وقوف نہ ہوگا۔

☆ سورج نکلنے سے کچھ پہلے رمی کے لئے منیٰ کی طرف روانہ ہونا مسنون ہے۔ البتہ بیماروں، عورتوں اور کمزور لوگوں کے لئے جائز ہے کہ وہ آدھی رات کے بعد منیٰ چلے جائیں۔ عورتوں کے ساتھ ان کے محرم یا ڈرائیور وغیرہ جن کا جانا ضروری ہو وہ بھی جا سکتے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھرانے کے کمزور افراد کے ساتھ منیٰ روانہ کر دیا تھا۔ آدھی رات سے پہلے جانا ممنوع ہے۔

رمی کا بیان

معنی ومفہوم: لغوی معنیٰ پھینکنا اور نشانہ لگانا، شرعی اصطلاح میں حج کا وہ عمل ہے جس میں حاجی پتھر کے تین ستونوں پر کنکریاں مارتے ہیں۔ پورا نام رمی جمرات ہے عربی میں جمرات کنکریوں کو کہتے ہیں۔

حکم: رمی جمرات واجب ہے۔

کنکریوں کی تعداد: رمی کے لئے سات کنکریاں واجب ہیں۔ یعنی جب بھی رمی کی جائے گی سات کنکریاں ماری جائیں گی۔ سات سے کم زیادہ پر رمی جمرات درست نہیں۔

وقت: رمی کا وقت ۱۰ رذی الحجہ کو فجر بعد سے لے کر غروب آفتاب تک ہے۔ اور مسنون وقت زوال تک جمرہ عقبیٰ کی رمی کی جاتی ہے اور ۱۱ر۱۲ ذی الحجہ کو تینوں جمرات کی رمی کی جاتی ہے۔[۱]

جگہ: منیٰ کے راستہ میں کچھ دوری پر تین بڑے بڑے ستون کھڑے ہیں ان کے نام ہیں جمرہ اولیٰ، جمرہ وسطیٰ اور جمرہ عقبیٰ، رمی ان تینوں جمرات پر کی جاتی ہے۔

مختلف مسائل

☆ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ کنکریاں مزدلفہ سے لینا مستحب ہے۔ یہ خیال درست نہیں ہے۔ کنکریاں مزدلفہ یا منیٰ جہاں سے چاہیں لے سکتے ہیں۔ آنحضور ﷺ کے لئے حضرت ابن عباسؓ نے منیٰ سے کنکریاں لی تھیں۔ اسی طرح بعض لوگ سمجھتے

[۱] امام شافعیؒ کے نزدیک رمی کا وقت آدھی رات سے شروع ہو جاتا ہے۔

ہیں کہ وادی محسر سے کنکریاں لینا مسنون ہے۔ یہ خیال بھی غلط ہے۔ وادی محسر سے تو تیزی سے گزرنا سنت ہے چہ جائے کہ وہاں رک کر کنکریاں جمع کی جائیں۔

☆ کنکریاں جمرہ کے پاس سے اٹھانا مکروہ ہے۔

☆ ناپاک کنکریاں مارنا بھی مکروہ ہے۔

☆ ۱۰ ذی الحجہ کو رمی صرف جمرہ عقبیٰ پر کرنا واجب ہے اور اس کا وقت فجر کے بعد کا ہے۔

☆ ۱۱ اور ۱۲ ذی الحجہ کو تینوں جمرات کی رمی کی جائے اور اس کا وقت زوال آفتاب کے بعد سے غروب آفتاب تک ہے۔ رات کے وقت رمی کرنا مکروہ ہے البتہ کمزوروں، بیماروں اور عورتوں کے لئے رات کو بھی رمی کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ آج کل تو بہتر یہی ہے کہ عورتیں رات کو رمی کرلیں تا کہ ہجوم کی وجہ سے اختلاط اور جسموں کے باہمی مس سے بچا جا سکے۔ اسی طرح رمی کا وقت اگرچہ نماز فجر کے بعد شروع ہوتا ہے مگر عورتیں، بیمار اور کمزور مرد طلوع فجر سے پہلے رمی کر سکتے ہیں۔

☆ اگر حاجی ۱۲ ذی الحجہ کے بعد رات کو منیٰ میں قیام کرتا ہے تو اس کے لئے ۱۳ ویں تاریخ کو رمی کرنا مستحب ہے۔

☆ دسویں ذی الحجہ کو جمرۂ وسطیٰ اور جمرہ اولیٰ کی رمی بدعت ہے۔

☆ ۱۰ ذی الحجہ کی رمی جو کہ صرف جمرہ عقبہ پر کی جاتی ہے واجب ہے۔

☆ ۱۱/۱۲ ذی الحجہ کی رمی سنت ہے۔

☆ منیٰ میں رات گزارنے کے بعد رمی مسنون ہے۔

☆ جمرۂ عقبہ کی رمی سوار ہو کر کرنا افضل ہے۔

☆ بقیہ جمرات کی رمی پیدل افضل ہے۔

☆ رمی سے فراغت کے بعد محصب میں کچھ دیر ٹھہرنا مسنون ہے۔

☆ ان تمام چیزوں کی کنکریوں سے رمی جائز ہے جن سے تیمم جائز ہے۔

☆ اگر کوئی شخص عذر کی بنا پر دسویں کی رمی نہ کر سکا ہو تو وہ گیارہویں تاریخ کو دونوں دن کی رمی ایک ساتھ کر لے۔ اگر کوئی شخص گیارہویں ذی الحجہ کی رمی نہ کر سکا ہو تو وہ دونوں دن کی رمی ۱۲ر ذی الحجہ کو کر لے۔ اس طرح ۱۰ اور ۱۱ ذی الحجہ کی رمی بارہویں ذی الحجہ کو بھی کی جاسکتی ہے جبکہ شرعی عذر موجود ہوں۔

☆ ہر کنکری پر اللہ اکبر کہنا مسنون ہے۔

☆ ہر جمرہ پر سات کنکریاں ماری جائیں اگر کنکری کی تعداد میں شک ہو جائے تو کم کا اعتبار کر کے باقی کنکریاں مار کر تعداد پوری کر لی جائے۔

☆ ہر کنکری الگ الگ ماریں اگر ایک ساتھ کئی کنکریاں ماریں گے تو وہ ایک کنکری شمار ہوگی۔ کنکریاں دو یا زیادہ انگلیوں کے پوروں سے پکڑ کر ماریں۔

☆ اگر کنکری ستون کو نہ لگے مگر اس دائرہ میں گرے جو ستون کے گرد بنا ہوا ہے تو رمی سمجھی جائے گی اور اگر دائرہ سے باہر گرے تو اس کے بدلہ دوسری کنکری مارنی چاہیے۔ اگر یہ پتہ نہ چل سکے کہ کنکری دائرہ میں گری ہے یا باہر تو یہ سمجھنا چاہیے کہ کنکری دائرہ میں نہیں گری ہے۔

☆ کنکریاں جمع کرتے وقت احتیاطاً زیادہ کنکریاں جمع کرنے چاہیے اور ہر جمرہ پر جاتے وقت سات سے زیادہ کنکریاں ہمراہ رکھنی چاہیں کہ اگر دو کنکریاں خطا ہوئی تھیں تو ان کی جگہ دوسری کنکریاں مارنے میں بلا عذر دیر نہ کی جائے۔

☆ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی اپنی رمی خود کرنا چاہیے۔ بعض لوگ ہجوم کی وجہ سے عورتوں کو اپنے ساتھ نہیں لے جاتے یہ درست نہیں ہے۔ عورتیں دسویں کی رمی آدھی رات کے بعد سورج طلوع ہونے سے پہلے تک کر سکتی ہیں اگر کسی وجہ سے نہ کر سکیں تو گیارہویں کی رات کو کر سکتی ہیں۔ رمی نہ کرنے کی صورت میں ان پر دم واجب ہوگا۔

☆ رمی کرتے وقت ہر کنکری کا جمرہ میں گرنا ضروری ہے۔

☆ تمام کنکریوں کا الگ الگ گرنا ضروری ہے۔

☆ ایک بار میں صرف ایک کنکری پھینکنا جائز ہے۔ ساری کنکری ایک ساتھ پھینکنا ناجائز ہے۔

☆ کنکری پھینکنے کا مستحب طریقہ یہ ہے کہ کنکری کو انگوٹھے اور شہادت کی انگلی سے پکڑ کر مارے۔ یہ صرف مستحب ہے ورنہ جس طرح چاہے پکڑ کر مارے جائز ہے۔

☆ رمی کرنے والا جمرہ سے پانچ ہاتھ کے فاصلہ پر کھڑا ہو۔ اس سے کم فاصلہ پر کھڑے ہو کر رمی کرنا مکروہ ہے البتہ زیادہ فاصلہ میں کوئی مضائقہ نہیں۔

☆ اگر بارہویں کو بھی نہ کر سکے تو تینوں دن کی رمی ۱۳ر ذی الحجہ کو ایک ساتھ کرلے۔

☆ رمی پیدل بھی کر سکتے ہیں اور سوار ہو کر بھی مگر ہجوم کی بنا پر پیدل کرنا بہتر ہے۔

☆ بہت سے لوگ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر کنکری مارتے یہ کلمات صرف اسلام کے موقف پر مسنون ہیں۔ رمی کے وقت صرف اللہ اکبر کہنا مسنون ہے۔

☆ بعض لوگ بڑے بڑے پتھر اور جوتے مارتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں اس جگہ شیطان ہے۔ یہ خیال درست نہیں ہے۔

قربانی کا بیان

حکم: متمتع اور قارن کے لئے قربانی واجب اور مفرد کے لئے مسنون ہے۔

وقت: ۱۰رذی الحجہ کو رمی جمرہ عقبیٰ کے بعد سے لے کر واجب قربانی ۱۲رذی الحجہ تک اور مسنون قربانی کسی بھی وقت کی جاسکتی ہے۔[1]

جگہ: منیٰ کا پورا میدان قربانی کا ہے البتہ عمرہ کرنے والے کے لئے سنت یہ ہے کہ وہ اپنی قربانی مکہ میں مروہ کے پاس کرے۔

جانور: دنبہ، بھیڑ، بکرا، بکری وغیرہ صرف ایک کی طرف سے اور اونٹ، بیل وغیرہ میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں۔ شرکت اس وقت درست ہے جبکہ سب کی نیت قربانی کی ہو۔[2]

اگر جانور نہ ملے یا کسی دوسری مجبوری کی بنا پر قربانی نہ کرسکتا ہو تو اسکے بدلہ میں ۱۰روزہ رکھنے ہوں گے۔ تین دوران حج مکہ میں اور سات واپس گھر لوٹ کر۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ (البقرہ:۱۹۶)

---

[1] امام شافعیؒ کے نزدیک ۱۰ سے ۱۳رذی الحجہ تک اور امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک ۱۰ سے ۱۲رذی الحجہ تک ہی قربانی کی جاسکتی ہے۔

[2] امام مالکؒ شرکت کے قائل نہیں اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک شرکت اس وقت بھی ہوسکتی ہے جبکہ کچھ کی نیت محض گوشت کھانے کی ہو۔

قربانی کے مسائل

☆ اپنے ہاتھ سے قربانی کرنا مستحب ہے۔ دوسروں سے قربانی کرانا جائز ہے۔

☆ بہتر یہ ہے کہ جانور کو بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹا کر ذبح کیا جائے۔ چھری تیز کر لی جائے۔ دوسرے جانوروں کے سامنے ذبح نہ کیا جائے۔ ذبح کرنے سے پہلے جانور کو پانی پلا لیا جائے۔ قربانی کرنے کے بعد یہ کلمات کہے جائیں۔ اَللّٰھُمَّ هٰذَا مِنْکَ وَلَکَ اللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّی ۔ ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَکْبَرُ پڑھنا چاہیے۔ اگر قربانی کسی دوسرے کی جانب سے کی گئی ہو تو ''منی'' کے بجائے ''من'' کہہ کر اس کا نام لیا جائے۔

☆ ذبح کا افضل طریقہ یہ ہے کہ خون کی دونوں رگیں کاٹ دی جائیں اور ساتھ میں سانس اور غذا کی دونوں نالیاں بھی کاٹ دی جائیں تا کہ جانور کی جان آسانی سے نکل جائے اور خون بھی بہہ جائے۔

☆ قربانی کے لئے جانوروں کی عمر درج ذیل ہونی چاہیے۔

اونٹ: پانچ سال مکمل کر کے چھٹے سال میں داخل ہو گیا ہو۔

بھینس اور بیل وغیرہ: دو سال مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو گیا ہو۔

بکرا، بکری وغیرہ: ایک سال مکمل کر کے دوسرے سال میں داخل ہو گیا ہو۔

بھیڑ دنبہ: بعض علماء کے نزدیک ایک سال کا ہونا چاہیے اور بعض علماء کے

نزدیک چھ ماہ کے بھی جائز ہیں۔ مگر احتیاط کا تقاضہ یہ ہے کہ سال بھر کا ہو۔

جنین: (جو بچہ ماں کے پیٹ میں ہو) اس کی تین صورتیں ہیں:

(الف) جانور کو ذبح کرنے سے پہلے اگر بچہ مر گیا ہے تو مردار ہے اور اس کا کھانا حرام ہے۔

(ب) اگر جانور ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ میں مردہ بچہ پایا گیا اور اس کی تخلیق مکمل ہو گئی ہو تو وہ حلال ہے۔ جمہور کی یہی رائے ہے کہ ماں کو ذبح کرنے سے بچہ بھی ذبح ہو جاتا ہے البتہ احناف کا فتویٰ اس کے خلاف ہے۔

(ج) جانور ذبح کرنے کے بعد اگر اس کے پیٹ میں بچہ زندہ پایا جائے تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے۔

☆ حج کی قربانی کا گوشت خود کھانا درست ہے۔

☆ کسی کفارہ کے طور پر کی جانے والی قربانی میں سے گوشت کھانا جائز نہیں ہے[1]

---

[1] امام شافعی کے نزدیک کفارہ کی قربانی کی طرح حج کی قربانی کا گوشت خود کھانا بھی ناجائز ہے۔

حلق اور تقصیر کا بیان

مفہوم: حلق کا مطلب ہے منڈانا اور تقصیر کا مطلب ہے بال کٹانا۔

حکم: حلق یا تقصیر واجب ہے۔[1] اگر رہ جائے تو ایک جانور کی قربانی واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ آمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُؤُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَاتَخَافُوْنَ (الفتح ۲۷)

''اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دکھایا کہ اگر اللہ نے چاہا تو تم لوگ ضرور ہی مسجد حرام میں امن کے ساتھ اپنے سروں کو منڈواتے اور بال کترواتے داخل ہو گے اور تمہیں کوئی ڈر نہ ہوگا۔''

وقت: ۱۰/ ذی الحجہ کو قربانی کے بعد سے ۱۲/ ذی الحجہ تک سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے۔

---

[1] ایک روایت میں امام شافعیؒ اسے حج کا رکن قرار دیتے ہیں یعنی اگر یہ رہ جائے تو حج نہیں ہوگا۔ (الفتح الربانی جلد ۱۲ صفحہ ۱۹۷)

حلق اور تقصیر کے مسائل

☆ سر کے پورے بال منڈوانا افضل ہے۔ بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔ [1]
☆ سر کا چوتھائی حصہ منڈوانے سے بھی حلق ہو جاتا ہے۔ [2]
☆ حلق یا تقصیر کے بعد ناخن ترشوانا مستحب ہے۔
☆ حلق یا تقصیر کے بعد احرام کھولنا جائز ہے۔
☆ اگر حلق یا تقصیر مقررہ وقت میں نہ کرائی تو قربانی واجب ہے۔ [3]
☆ جو لوگ عمرہ کے بعد حج کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے لیے بہتر ہے کہ عمرہ میں تقصیر کریں اور حج کے بعد حلق کرائیں۔
☆ بہتر ہے کہ پہلے سر کے دائیں حصہ کا حلق یا تقصیر کرائیں اور پھر بائیں حصہ کا۔
☆ بعض لوگ حلق یا تقصیر کے لیے قبلہ رو ہو کر بیٹھتے ہیں یہ بے اصل ہے اسی طرح بالوں کو دفن کرنے کی بھی کوئی اصل نہیں ہے۔
☆ عورتوں کے لیے سر منڈوانا منع ہے وہ اپنے بالوں کی ہر لٹ سے ایک پور کے برابر بال کاٹیں۔
☆ اگر کسی شخص کے سر پر بال نہ ہوں تو وہ صرف استرہ اپنے سر پر پھیر لے۔

---

[1] یہی امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ البتہ امام مالکؒ اور احمد بن حنبلؒ کے نزدیک واجب ہے۔
[2] امام شافعیؒ کے نزدیک صرف تین بال منڈوانے سے بھی حلق کا وجوب پورا ہو جاتا ہے۔
[3] امام شافعیؒ کے نزدیک کوئی قربانی واجب نہ ہوگی۔

آنحضورؐ کا حج

حضرت جابرؓ نے نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی تفصیل کچھ اس طرح بیان کی ہے:

آپ نے اپنے ہاتھ کی ۹ انگلیوں کو اوپر اٹھاتے ہوئے کہا کہ نبیؐ نے ہجرت کے بعد ۹ سال تک کوئی حج نہیں کیا۔ ہجرت کے دسویں سال اعلانِ عام کرادیا گیا کہ رسولؐ اللہ اس سال فرائض حج کی ادائیگی کے لئے جارہے ہیں۔ اس منادی کے سنتے ہی اصحاب رسول کی ایک کثیر تعداد آپؐ کے ساتھ جانے کو تیار ہوگئی کیونکہ ہر کوئی آرزومند تھا کہ وہ اس مبارک سفر میں آپ کا ہم رکاب ہو۔

سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں یہ قافلہ مدینہ سے نکل کر ''ذوالحلیفہ'' کے مقام پر ٹھہرا اور ایک رات ہی قیام کیا۔ اس مقام پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بیوی اسماء بنت عمیسؓ کے لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمد رکھا گیا۔ حضرت اسماء نے آپؐ سے دریافت کیا کہ اس حالت میں میرے لئے کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: احرام کا غسل کرلو اور لنگوٹ باندھ لو، ذوالحلیفہ میں اگلے دن نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد آپؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہوگئے، تاحد نظر انسانوں کا سمندر تھا جو آپ کی اتباع کررہا تھا۔ قافلے میں کچھ لوگ پیادہ تھے اور کچھ لوگ سواری پر تھے۔ آپؐ پر قرآن کریم نازل ہوتا تھا آپ اس کو خوب سمجھتے تھے آپؐ جیسا کرتے ہم بھی ویسا ہی کرتے۔ جب آپ کی اونٹنی کھڑی ہوگئی تو آپ نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھا۔ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لَاشَرِیْکَ لَکَ تمام

اصحاب رسولؐ نے بھی باآواز بلند تلبیہ پڑھا۔آپؐ برابر تلبیہ پڑھتے رہے۔بعض صحابہؓ نے تلبیہ کے الفاظ میں چند کلمات کا اضافہ کیا مگر آپؐ نے منع نہیں فرمایا:

چونکہ ہماری نیت صرف حج کی تھی اور عمرہ کی نہ تھی ہم لوگ مسجد حرام میں داخل ہوئے تو آپؐ نے سب سے پہلے حجر اسود کا استلام کیا۔ پھر آپؐ نے طواف کا آغاز کیا اور ابتدائی تین چکروں میں رمل کیا (یعنی ذرا تیز چلے) اور آخری چار چکروں میں رمل نہ کیا پھر آپ مقام ابراہیم پر آئے اور آپ نے کہا'' اِتَّخِذُوْمِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلّٰى '' (اور مقام ابراہیم کو سجدہ گاہ بنالو۔)

آپؐ نے مقام ابراہیم کو اپنے اور بیت اللہ کے درمیان میں لے کر دو رکعت نماز ادا فرمائی جس میں سورۂ الکافرون اور سورہ اخلاص تلاوت فرمائی۔ پھر آپؐ نے حجر اسود کا استلام کیا اور باب الصفا سے نکل کر صفا کی طرف بڑھے۔قریب پہنچ کر آپؐ نے یہ آیت تلاوت کی۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ (بلاشبہ صفا و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے) اور پھر فرمایا۔

اَبْدَأُ بِمَا بَدَءَ اللّٰهُ بِهِ (میں صفا سے اپنی سعی شروع کرتا ہوں جس طرح اللہ نے اس آیت میں اس کے ذکر سے شروع کیا۔)

آپؐ صفا پر اتنے اوپر چڑھے کہ آپ کو کعبہ نظر آنے لگا تو قبلہ رو ہو کر آپ توحید و تکبیر میں مصروف ہوگئے اور آپ نے یہ دعا فرمائی۔

لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ۔

آپؐ نے یہ کلمات تین مرتبہ دہرائے اور ان کے بیچ میں دعا مانگی پھر آپؐ صفا سے اتر کر مروہ پر آئے اور وہی کچھ کیا جو صفا پر کیا تھا اس طرح سات شوط پورے کیے آخری چکر میں جب آپؐ مروہ پر تھے آپؐ نے فرمایا' اگر مجھے معلوم ہو جاتا تو میں اپنے ساتھ ہدی نہ لاتا اور اپنے احرام کو (جو عمرہ و حج کا ہے) صرف عمرہ کا بنالیتا۔لہٰذا جس شخص کے

پاس ہدی نہیں ہے اسے احرام کھول لینا چاہیے اور اپنے احرام کو عمرہ کا احرام بنالینا چاہیے۔''

سراقہ بن مالکؓ نے کھڑے ہوکر دریافت کیا: ''یارسول اللہ یہ حکم صرف اسی سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے؟'' آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ایک دوسرے میں پھنسا کر فرمایا اور آپؐ نے دومرتبہ فرمایا: ''نہیں عمرہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حج میں داخل ہوگیا۔''

حضرت جابرؓ نے آگے فرمایا: ''حضرت علیؓ یمن سے اونٹ لے کر پلٹے تو دیکھا حضرت فاطمہؓ نے احرام کھول کر رنگین کپڑے پہن رکھے ہیں اور سرمہ لگا رکھا ہے تو آپؐ کو یہ ناگوار ہوا اور آپؐ فاطمہؓ پر غصہ ہوئے تو حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ ایسا مجھے ابا جان نے حکم دیا ہے۔ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضورﷺ سے اس سلسلہ میں پوچھا تو آپؐ نے کہا کہ فاطمہؓ سچ کہہ رہی ہے۔ تم بتاؤ کہ جب تم نے حج کی نیت کی تو تم نے کیا الفاظ کہے تھے؟ میں نے کہا ''میں نے یہ الفاظ کہے تھے کہ اے اللہ جونیت تیرے رسولؐ نے کی ہے وہی میری بھی نیت ہے۔'' آپؐ نے فرمایا ''میرے ساتھ تو قربانی کا جانور ہے (اس لئے میں احرام نہیں کھول سکتا) لہٰذا تم بھی احرام نہ کھولو۔ حضرت علیؓ کے یمن سے لائے ہوئے اونٹ اور آپ کے مدینہ سے لائے اونٹ کل ملا کر سو تھے۔ چنانچہ نبیؐ اور وہ صحابہؓ جن کے ساتھ ہدی تھی ان کے علاوہ تمام لوگوں نے احرام کھول دیا۔

یوم الترویہ (۸رذی الحجہ) کو تمام لوگ منیٰ کی طرف روانہ ہوئے جو عمرہ کا احرام ختم کر چکے تھے۔ انہوں نے حج کا احرام باندھا اور نبیؐ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوکر منیٰ کو روانہ ہوئے۔ وہاں آپؐ نے ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی پانچ نمازیں ادا کیں۔ فجر کے بعد آپؐ منیٰ میں کچھ دیر اور ٹھہرے رہے یہاں تک کہ جب سورج نکل آیا تو آپؐ عرفات کے لئے روانہ ہوئے۔ قریش کو یقین تھا کہ رسول اللہ مشعرالحرام کے پاس ہی وقوف فرمائیں گے جیسا کہ زمانۂ جاہلیت میں ہمیشہ سے قریش کرتے رہے تھے لیکن آپ مشعرالحرام کی حدود سے آگے نکل آئے اور میدانِ عرفات کی حدود میں آئے،

آپؐ نے حکم دیا تھا کہ نمرہ کے مقام پر خیمہ لگایا جائے اس لئے آپ کا خیمہ لگا دیا گیا تھا اور آپ نے اس خیمہ میں قیام فرمایا۔

زوال آفتاب کے بعد آپؐ نے حکم دیا کہ قصواء پر کجاوا کس دیا جائے چنانچہ کجاوا کس دیا گیا آپؐ اس پر سوار ہو کر وادیٔ عرفہ کے نشیب میں پہنچے وہاں آپؐ نے خطاب فرمایا۔

''لوگو ناحق کسی کا خون بہانا اور ناروا طریقے پر کسی کا مال لینا تمہارے لئے حرام ہے بالکل اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا دن اس مہینہ اور اس شہر میں تمہارے لئے محترم ہے۔''

خوب سمجھ لو کہ دورِ جاہلیت کی ساری چیزیں میرے دونوں قدموں کے نیچے روندی گئی ہیں اور زمانہٴ جاہلیت کا خون معاف ہے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا یعنی ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کے فرزند کا خون معاف کرنے کا اعلان کرتا ہوں جو بنی سعد کے قبیلے میں دودھ پینے کے لئے رہا کرتے تھے۔ ان کو قبیلہٴ ہذیل کے لوگوں نے قتل کر ڈالا تھا۔ اور دور جاہلیت کے سارے سودی مطالبے اب ختم ہو گئے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات کے ختم کرنے کا اعلان کرتا ہوں آج ان کے سارے سودی مطالبات ختم ہیں۔

اے لوگو خواتین کے حقوق کے بارے میں خدا سے ڈرتے رہو۔ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر اپنی قید نکاح میں لیا ہے اور ان سے لذت اندوزی اللہ کے کلمہ اور قانون ہی کے ذریعہ تمہارے لئے حلال ہوئی ہے۔ تمہارا ان پر خاص حق یہی ہے کہ جس شخص کا تمہیں اپنے گھر میں آنا ناپسند ہو ان کو وہ تمہارے بستر پر بیٹھنے کا موقع نہ دیں اور اگر وہ یہ خطا کر بیٹھیں تو تنبیہ کے لئے تم ان کو معمولی سزا دے سکتے ہو اور ان کا خاص حق تم پر یہ ہے کہ تم اپنی حیثیت اور وسعت کے مطابق کشادہ دلی سے ان کے لباس اور کھانے پینے کا اہتمام کرو اور میں تمہارے درمیان وہ سرچشمہ ہدایت چھوڑ کر جاتا ہوں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑے رہے اور اس کی رہنمائی میں چلتے رہے تو کبھی تم راہِ حق

سے نہ بھٹکو گے یہ سرچشمہ ہدایت ہے۔ ''اللہ کی کتاب۔''

اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تم سے میرے بارے میں دریافت فرمائے گا کہ میں نے اللہ کا پیغام تم لوگوں تک پہنچا دیا یا نہیں؟ بتاؤ تم وہاں میرے بارے میں اللہ کو کیا جواب دو گے؟

سامعین نے ایک زبان ہو کر کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا آپؐ نے سب کچھ پہنچا دیا اور آپؐ نے نصح وخیر خواہی میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اس پر آپؐ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی پھر لوگوں کی طرف اس سے اشارہ کرتے اور جھکاتے ہوئے تین بار کہا ''اے اللہ تو بھی گواہ رہ، اے اللہ تو بھی گواہ رہ، اے اللہ تو بھی گواہ رہ، میں نے تیرا پیغام اور احکام تیرے بندوں تک پہنچا دیے اور تیرے یہ بندے گواہ ہیں کہ میں نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔''

پھر آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ پھر اقامت کہی گئی اور آپؐ نے ظہر کی فرض نماز پڑھی فوراً ہی آپؐ نے دوسری اقامت کہلوائی اور عصر کی نماز پڑھی ان دونوں نمازوں کے درمیان آپؐ نے کوئی نماز نہیں پڑھی۔ دونوں نمازوں کے بعد آپؐ جائے وقوف پر تشریف لائے آپؐ نے اپنی اونٹنی کا رخ بڑی بڑی چٹانوں کی طرف موڑ دیا اور تمام لوگوں کا رخ آپ کی طرف ہو گیا۔ آپؐ غروب آفتاب تک یہیں کھڑے رہے کہ سورج کی زردی بھی غائب ہو گئی، آپؐ نے حضرت اسامہ کو اپنے پیچھے اونٹنی پر سوار کیا اور مزدلفہ کی طرف روانہ ہو گئے، یہاں پہنچ کر آپؐ نے مغرب وعشاء کی نماز ایک اذان اور دو اقامتوں کے ساتھ پڑھی اور دونوں کے درمیان کوئی نماز نفل نہیں پڑھی پھر آپؐ نے آرام کیا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ آپؐ فجر کی نماز پڑھی پھر آپؐ قصواء پر سوار ہوئے اور مشعرِ حرام پر تشریف لائے آپؐ قبلہ رخ ہوئے اور دعا فرمائی۔ تکبیر، تہلیل اور توحید کی۔ آپؐ یہاں اجالا ہونے تک کھڑے رہے البتہ سورج نکلنے سے پہلے آپ روانہ ہو گئے۔ اب آپ نے فضل بن عباسؓ کو اپنے ساتھ بیٹھایا۔ فضل گورے رنگ کے بہت خوبصورت آدمی تھی۔ اور ان کے بال بہت خوبصورت تھے۔ جب رسولؐ روانہ ہوئے تو

کچھ عورتیں جارہی تھیں فضل ان کی طرف دیکھ رہے تھے رسولؐ نے اپنا ہاتھ حضرت فضل کے چہرے پر رکھ دیا۔ فضل نے اپنا رخ دوسری طرف کرلیا جب آپؐ وادی ''محسر'' کے درمیان پہنچے تو آپؐ نے قصواء کی رفتار کو تیز کر دیا پھر آپؐ محسر سے درمیانی راستہ سے نکل کر جو کہ جمرہ عقبہ پر آ کر نکلتا ہے اس جمرہ کے پاس آئے جو جمرہ عقبہ ہی کے پاس ہے آپؐ نے اس پر سات کنکریاں پھینکیں۔ ہر کنکری پھینکتے ہوئے آپ اللہ اکبر کہتے۔ یہ کنکریاں اس قدر چھوٹی تھیں کہ دونوں انگلیوں کے بیچ رکھ کر پھینکا جا سکتا ہے۔ آپؐ نے نشیب سے یہ رمی فرمائی۔ رمی سے فراغت کے بعد آپؐ قربانی کی جگہ آئے اور وہاں آپؐ نے ۶۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے اور باقی اونٹوں کو حضرت علیؓ نے ذبح کیا اس طرح آپؐ نے حضرت علیؓ کو اپنی قربانی میں شریک کرلیا۔ پھر آپؐ نے ہر اونٹ میں سے ایک ایک بوٹی لینے کا حکم دیا انہیں پکایا گیا حضرت علیؓ اور رسولؐ نے اس کو کھایا اور شوربہ پیا۔

نبیؐ اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مکہ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ طوافِ زیارت کریں۔ ظہر کی نماز آپؐ نے مکہ میں ادا فرمائی پھر آپؐ بنی عبدالمطلب کے پاس تشریف لائے جو کہ لوگوں کو زمزم پلا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا:

> ''اے عبدالمطلب کے بیٹو! پانی نکال کر لوگوں کو پلاتے رہو اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ لوگ تم سے (مجھے دیکھ کر) ڈول چھین لیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ پانی نکالتا۔ انہوں نے حضورؐ کو پانی کا ایک ڈول دیا اور آپؐ نے اس سے پانی پیا۔'' (مسلم)

ایّام حج میں کیا کریں؟

(یوم الترویۃ: ۸ ذی الحجہ)

اس دن درج ذیل اعمال کئے جاتے ہیں۔

☆ **غسل کریں**: غسل کر کے اپنی قیام گاہ سے احرام باندھیں، دو رکعت نماز احرام پڑھیں۔

☆ **تلبیہ کہیں**: احرام باندھنے کے بعد تلبیہ ایک مرتبہ کہنا فرض ہے لیکن مسنون یہ ہے کہ تین بار تلبیہ پڑھیں۔

☆ **طواف قدوم**: مکہ مکرمہ پہنچ کر طواف قدوم کریں اگر کوئی ۸ تاریخ سے پہلے ہی طواف قدوم کر چکا ہو تو وہ اب طواف نہ کرے۔

☆ **منیٰ پہنچنا**: زوال سے پہلے پہلے منیٰ پہنچنا چاہیے اور وہاں پانچوں نمازیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور نویں ذی الحجہ کی فجر پڑھنا چاہیے۔

(یوم العرفۃ: ۹ ذی الحجہ)

☆ **عرفات کو روانگی**: بعد نماز فجر منیٰ سے عرفات کو روانہ ہوں اور مسجد نمرہ میں ظہر اور عصر کی نماز ملا کر پڑھیں اور بعد نماز عرفات پہنچے۔

☆ **وقوف عرفہ**: عرفات پہنچ کر وقوف کریں اور مغرب تک وقوف کریں۔ وقوف کے دوران اپنے اور تمام احباب و متعلقین کے لیے دعا کریں۔

☆ **مزدلفہ کو روانگی**: بعد غروب آفتاب بغیر نماز پڑھے مزدلفہ کی طرف

روانہ ہوں اور مزدلفہ پہنچ کر مغرب اور عشاء کی نماز جمع کر کے پڑھیں۔

(یوم النحر : ۱۰ ذی الحجہ)

☆ وقوفِ مزدلفہ کریں۔
☆ مزدلفہ میں نماز فجر پڑھیں۔ نماز فجر کے بعد منیٰ کو روانہ ہوں۔
☆ منیٰ پہنچ کر سب سے پہلے صرف جمرۂ عقبہ کی رمی کریں۔
☆ رمی سے فراغت کے بعد جانور کی قربانی کریں۔
☆ قربانی کے بعد حلق یا تقصیر کرائیں۔ حلق کرانا بہتر ہے۔
☆ حلق کرانے کے بعد مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کریں۔ یہ طوافِ زیارت ہے جو فرض ہے۔
☆ اگر طوافِ قدوم کے بعد سعی نہ کی ہو تو سعی کریں۔
☆ مغرب سے پہلے پہلے منیٰ پہنچیں اور رات منیٰ میں گزاریں اور ۱۲/۱۱ ذی الحجہ تک منیٰ میں رکیں۔

(یوم تشریق ۱۲/۱۱ ذی الحجہ)

☆ اگر کسی وجہ سے ۱۰ تاریخ کو قربانی یا طوافِ زیارت نہیں کر سکا تو ۱۱ تاریخ کو کرے اور یہ بہتر ہے کہ ظہر سے پہلے فارغ ہو جائے۔
☆ ۱۱ تاریخ کو جمرۂ اولیٰ کی رمی کر کے دعا مانگیں۔
☆ پھر جمرہ وسطیٰ کی رمی کریں اور دعا کریں۔
☆ پھر جمرۂ عقبیٰ کی رمی کریں اور دعا نہ کریں۔
☆ ۱۲ تاریخ کو بھی مندرجہ بالا تینوں جمرات کی رمی کریں اور مکہ واپس آ جائیں۔
☆ اگر ۱۳ ذی الحجہ کو بھی رکیں تو تینوں جمرات کی رمی کریں یہ رمی مستحب ہے۔
☆ مکہ واپس ہو جائیں چاہے ۱۲ تاریخ کو آئیں یا ۱۳ تاریخ کو آئیں۔

آیئے عمرہ وحج کریں

آپ کتنے خوش قسمت ہیں کہ آپ کو حج کی سعادت نصیب ہورہی ہے اپنی اس خوش بختی پر دل وزبان سے خدا کا شکرادا کیجئے ۔ دل سے حج کی نیت کیجئے۔ اپنے گناہوں سے توبہ کیجئے، اعزہ واحباب ووالدین کی رضا حاصل کیجئے۔ اپنے پاک مال کا پاک حصہ اس نیک راہ میں خرچ کیجئے اور یہ ضرور یاد رکھئے کہ حج آپ صرف اور صرف خدا کی رضا کے لئے کر رہے ہیں نہ کہ اس لئے کہ لوگ آپ کو حاجی کہیں۔

نہ تو اب قدیم زمانے کی طرح موٹر سے سفر ہوتا ہے اور نہ پانی کے جہاز سے۔ اب تو فضائی طیارہ سے ہی سفر کیا جاتا ہے۔ ایئر پورٹ پہنچنے سے پہلے اپنی قیام گاہ سے بھی احرام باندھ سکتے ہیں اور ایئر پورٹ سے بھی یا جہاز اڑتے ہی فوراً تاکہ میقات فوت نہ ہوجائے۔ اس لئے قیام گاہ پر ہی احرام کی تیاری کرلیجیے۔ ناخن تراش لیجیے، بغل اور زیر ناف کے بال صاف کرلیجیے۔ سر اور مونچھوں کے بال درست کرلیجیے۔ غسل کرکے جسم پر خوشبو لگایئے۔ اب آپ قیام گاہ سے بھی احرام باندھ سکتے ہیں۔ ایئر پورٹ پر بھی اور ہوائی جہاز میں بھی۔ جہاں بھی آپ احرام باندھنا چاہیں۔ احرام کے کپڑے پہننے درست ہیں۔ آپ جہاں سے بھی سوار ہونا چاہیں وہاں ذرا کچھ دیر پہلے پہنچئے تاکہ سکون سے جہاز پر سوار ہوا جاسکے۔ آداب سفر کا خیال رکھئے۔

میقات پر احرام باندھئے۔ احرام سے پہلے اور بعد میں احرام کے مسائل کا دھیان رکھئے، خوشبو لگایئے پھر دو رکعت نماز پڑھیے اور حج کی نیت کیجئے۔

اگر آپ حج تمتع کر رہے ہیں جیسا کہ زیادہ تر ہندوستانی کرتے ہیں تو عمرہ کی نیت

کیجیے۔اس کے بعد تلبیہ پڑھیے اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لِعُمْرَۃٍ مرد بلند آواز سے اور خواتین آہستہ سے پڑھیں۔اس طرح آپ کا احرام مکمل ہو گیا۔اب تمام ممنوعات احرام اور مکروہات احرام سے گریز کیجئے۔ہر مستحب کام کو کیجئے اور ہر مکروہ کام سے بچئے تا کہ حج کا پورا ثواب مل جائے۔حدودِ حرم میں پیدل داخل ہونا افضل ہے لیکن چونکہ اب بذریعہ موٹر جایا جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔مکہ میں داخل ہونے سے پہلے غسل کیجئے اور باب المعلیٰ کی طرف سے مکہ میں داخل ہوئیے اور کہئے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لِیْ بِھَا قَرَارًا وَّارْزُقْنِیْ بِھَا حَلَالًا۔اور سیدھے مسجد حرام پہنچئے۔نہایت عاجزی وانکساری اور خشوع سے نیز محبتِ الٰہی سے سرشار ہو کر لبیک کہتے ہوئے قدم بڑھائیے باب السلام سے بِسْمِ اللّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ کہتے ہوئے پہلے دایاں پاؤں اندر رکھئے اور پھر بایاں پاؤں اور دعا پڑھیے۔اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔مبارک ہو اے زائرینِ حرم! آپ کے سامنے بیت اللہ ہے یعنی اللہ کا گھر آج آپ کی دلی مراد پوری ہو گئی تو دعا کیجئے۔

اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتَ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّتَعْظِیْمًا۔اور تلبیہ پڑھتے ہوئے حجر اسود کی طرف آیئے اگر کسی فرض نماز کا وقت نہ ہو تو طوافِ قدوم کیجئے۔اگر اس طواف کے بعد سعی کا ارادہ ہو تو اضطباع اور پہلے تین چکروں میں رمل کیجئے۔سات چکر پورے کرنے کے بعد اِتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاھِیْمَ مُصَلًّی پڑھتے ہوئے مقام ابراہیم پر آیئے، مقام ابراہیم کو بیت اللہ اور اپنے بیچ میں کر کے دو رکعت نماز مسنونہ ادا کیجئے پہلی رکعت میں سورہ کافرون اور دوسری میں سورہ اخلاص پڑھنا مسنون ہے۔

نماز طواف کے بعد ملتزم کے پاس تشریف لایئے اور ملتزم سے اس طرح چپٹ جایئے جس طرح ایک بھوکا، پیاسا بچہ اپنی ماں کے سینے سے چپٹ جاتا ہے۔یہ خدا کا در ہے رویئے، گڑگڑایئے، اپنے گناہوں کو معاف کرایئے اور دنیا و آخرت کا سب کچھ مانگئے۔جو مانگے گا خدا کے دربار میں مل جائے گا۔تمام مسنون دعاؤں میں سے جو یاد ہوں ان کو پڑھیے، کسی بھی زبان میں مانگ لیجئے خدا سب کچھ سمجھتا ہے۔

دعا سے فراغت کے بعد زمزم نوش فرمائیے اور اتنا پیجئے کہ سیر ہو جائیے، خوب پیجئے اور دعا کیجئے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا وَاسِعًا وَعَمَلًا صَالِحًا وَشِفَاءً مِنْ کُلِّ دَاءٍ۔

''اے اللہ میں تجھ سے نفع بخش علم کا سوالی ہوں مقبول عمل کا بھی سوالی ہوں، کشادہ روزی کا طالب ہوں اور ہر مرض سے شفا کا خواستگار ہوں۔''

زمزم پینے کے بعد حجر اسود کا استلام کیجئے اور پھر سعی کے لئے صفا کی طرف بڑھئے۔ صفا کے پاس پہنچ کر یہ پڑھیے۔ اَبْدَأُ بِمَا بَدَءَ اللّٰهُ بِهٖ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ۔ (میں اس سے آغاز کرتا ہوں جس سے اللہ نے شروع کیا بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے۔ پھر صفا ومروہ کی سعی کیجئے۔ سعی کی تکمیل کے بعد مطاف میں آکر دو رکعت نماز پڑھیے۔ آپ کا عمرہ مکمل ہو گیا۔ اب احرام کھول دیجیے جو چیزیں احرام کی وجہ سے آپ پر حرام ہو گئی تھیں وہ اب جائز ہو گئی ہیں۔ اب مکہ میں قیام کیجیے یا مدینہ کی زیارت کر آئیے۔

اگر مکہ میں قیام ہے تو زیادہ سے زیادہ طواف کر کے اجر وثواب حاصل کرتے رہئے۔ ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ سے آپ کے مناسک حج شروع ہوں گے۔ ذی الحجہ کو اپنی قیام گاہ سے حج کا احرام باندھنے، غسل کرنے، خوشبو لگانے کے بعد لباس احرام پہنئے اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ حَجَّةً کہہ کر دل سے حج کی نیت اور تلبیہ پڑھئے۔ اس کے بعد ۸ رذی الحجہ کو منیٰ میں پہنچیے وہاں ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نماز پڑھیے۔ ۹ ویں ذی الحجہ کو میدانِ عرفات کی طرف کوچ کیجئے اور مسجد نمرہ میں ظہر اور عصر کی نماز ملا کر ایک اذان اور دو اقامت سے پڑھیے اور پھر عرفہ پہنچئے۔

وقوفِ عرفہ کیجئے۔ مسنون ومستحب اعمال اور دعاؤں کا خیال رکھئے۔ بعد غروب آفتاب بغیر نماز پڑھے مزدلفہ کے لیے روانہ ہو جائیے وہاں پہنچ کر مغرب وعشاء ایک

اذان اور ایک اقامت سے پڑھیے۔ آج رات یہیں بسر کیجئے۔ بعد نماز فجر جو کہ اول وقت پڑھی جائے وقوف کیجئے تاوقت کہ صبح روشن ہو جائے اب دسویں ذی الحجہ شروع ہوگئی ہے۔

آیئے اب منیٰ چلیں اور سب سے پہلے جمرۂ عقبہ کی رمی کریں پھر اللہ کی راہ میں جانور کی قربانی دیں۔ اس کے بعد حلق یا تقصیر کرائیں۔ حلق اور تقصیر کے بعد بیوی سے صحبت کے علاوہ سب کچھ جائز کام حلال ہوگئے ہیں۔

اس کے بعد مکہ آ کر طوافِ زیارت کیجئے اور اگر سعی پہلے نہ کی ہو تو سعی بھی کیجئے۔ اس کے بعد ۱۱؍۱۲ ذی الحجہ کو رمی جمرات کیجئے اب آپ کا حج پورا ہوگیا۔ گھر واپس ہونے سے پہلے طوافِ وداع کیجئے۔ آپ کو حج مبارک ہو۔ مدینہ کی زیارت بھی کیجئے۔ مسجدِ نبوی میں نماز پڑھئے۔ روضۂ مبارک پر حاضری دیجئے اور آپؐ پر درود وسلام بھیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ بھی آپؐ کے پہلو میں مدفون ہیں ان پر بھی سلام بھیجئے۔ مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کیجئے اور گھر لوٹ آیئے۔

عمرہ اور اس کا طریقہ

عمرہ کا مفہوم: عمرہ کے لغوی معنیٰ کسی جگہ کا ارادہ کرنے یا قصد کرنے کے ہیں۔ لیکن شریعت میں خانۂ کعبہ کا قصد کرنے کو عمرہ کہتے ہیں۔

وقت :۹/ ذی الحجہ سے ۱۳/ ذی الحجہ تک کے ایام کو چھوڑ کر سال کے کسی بھی مہینہ اور دن میں کسی بھی دن کیا جا سکتا ہے۔[1]

حکم: زندگی میں ایک مرتبہ کرنا سنت موکدہ[2] ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ نے فرمایا ''حج جہاد ہے اور عمرہ تطوع'' (بیہقی)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ایک بدو نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سوال کیا: رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بتایئے کہ کیا عمرہ ''فرض'' ہے؟ آپ نے فرمایا: ''نہیں'' ہاں اگر تم عمرہ کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

عمرہ کے فرائض:

(۱) احرام باندھنا۔

(۲) طواف کرنا۔

---

[1] یہ مسلک امام ابو حنیفہؒ کا ہے ان کے علاوہ دیگر ائمہ کے نزدیک ۸/ ذی الحجہ سے ۱۳/ ذی الحجہ تک کے ایام میں بھی عمرہ کیا جا سکتا ہے۔

[2] دیگر ائمہ کے نزدیک عمرہ بھی حج کی طرح فرض ہے کیونکہ قرآن میں واتموالحج والعمرۃ کے الفاظ ہیں نیز حضرت زید بن ثابت سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا حج اور عمرہ دونوں فرض ہیں۔ (دار قطنی)

عمرہ کے واجبات

(۱) سعی کرنا۔
(۲) حلق یا تقصیر۔

عمرہ کی میقات: عمرہ کے لئے میقات "حل" ہے چاہے وہ آفاقی ہوں یا حلی یا اہل مکہ۔

عمرہ کی نیت: نیت دل سے کرنا ضروری ہے اور زبان سے افضل اور مسنون ہے۔

لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّی۔

"اے اللہ میں حاضر ہوں میں عمرہ کی نیت کرتا ہوں بس اس کو میرے لئے آسان کردے اور اس کو میری طرف سے قبول فرمالے۔"

سب سے بہتر عمرہ: سب سے بہتر عمرہ رمضان میں ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کے عمرہ کا ثواب اس حج کے برابر ہے جو میرے ساتھ کیا جائے۔

عمرہ کا طریقہ

عمرہ کا طریقہ یہ ہے کہ میقات پر احرام باندھ کر تلبیہ کہیں۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر طواف کریں اور اس میں اضطباع یعنی چادر کو بغل میں سے نکال کر بدن پر ڈالیں اور ابتدائی تین شوطوں (چکروں) میں رمل (ذرا تیز چلنا) کریں طواف کے بعد دو رکعت نماز پڑھیں یہ مسنون ہے۔ ملتزم پر حاضری دیں اور دعا کریں۔ اس کے بعد زمزم پئیں۔ پھر باب الصفا سے نکل کر سعی کریں۔ سعی کے بعد مطاف میں دو رکعت نماز پڑھیں یہ بھی مسنون ہے۔ نماز کے بعد حلق یا تقصیر کریں۔ اس کے بعد احرام کھول دیں عمرہ پورا ہو گیا۔

نوٹ : احرام، تلبیہ، طواف، سعی، ملتزم، زمزم، حلق اور تقصیر کے تفصیلی مسائل گزشتہ اوراق میں آچکے ہیں۔

جنایات کا بیان

جنایات جنایت کی جمع ہے۔ جس کا مطلب ہے کوئی غلط کام کرنا، کسی گناہ کا ارتکاب کرنا یعنی ایسا کام کرنا جس کا کرنا حاجی کے لئے ناجائز ہو۔

انسان خطاؤں کا پتلا ہے۔ اگر اس سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے جو حدودِ حرم میں حرام ہو یا حالتِ احرام میں حرام ہو تو اس کی تلافی درج ذیل تین طرح سے ہوتی ہے۔

(الف) کسی عمل کے غلط ہو جانے پر اس کا دوبارہ وقت کے اندر کر لینا۔ مثلاً طواف وداع حدث اصغر میں کر لیا تو پاک ہو کر دوبارہ طواف کر لینے سے کوئی فدیہ وغیرہ نہیں دینا پڑتا بلکہ طواف درست ہو جاتا ہے۔

(ب) صدقہ دے کر بھی بعض اعمال کی کوتاہی پوری کی جاتی ہے۔ یہ زیادہ تر مکروہات کے ارتکاب پر ہوتا ہے۔ مثلاً ناخن کاٹنا حالتِ احرام میں ممنوع ہے (ایک ہاتھ کے پانچوں ناخن کاٹنا ممنوع ہے) رہا یہ مسئلہ کہ کسی نے ایک ہاتھ کے چار ناخن کاٹے تو یہ مکروہ ہے اور ہر ناخن کے بدلہ ایک صدقہ دینا ہوگا۔

(ج) **روزہ رکھ کر**: اگر صدقہ دینے کی صلاحیت نہ ہو تو بعض مقامات پر روزہ رکھ کر اس کی کمی کو پورا کر دیا جاتا ہے۔

(د) **ھدی دے کر**: اس کا مطلب ہے کہ پورے اونٹ یا سالم بھینس، بیل یا گائے کی قربانی دینا یہ پورے حج میں صرف دو گناہ کے ارتکاب پر ہے جس کا بیان آگے آ رہا ہے۔

(ہ) **دم دے کر**: دم کا مطلب ہے خون لیکن اصطلاح میں بکری، بھیڑ کی قربانی کو دم کہتے ہیں۔

جنایات کی اقسام

جنایات کی دو قسمیں ہیں۔

جنایات احرام: یعنی وہ جنایات جو احرام کی وجہ سے ہوں۔

جنایات حرم: یعنی وہ جنایات جو حدود حرم میں ہوں۔

جنایاتِ احرام

جنایات احرام آٹھ ہیں۔

(۱) خوشبو لگانا (۲) سلا ہوا کپڑا پہننا

(۳) سر اور چہرہ کا چھپانا (۴) بال مونڈنا یا کترنا

(۵) ناخن کاٹنا (۶) جماع کرنا

(۷) طواف کے واجبات کو ترک کرنا (۸) خشکی کا شکار کرنا

(۱) خوشبو لگانا

☆ خوشبو اگر چوتھائی سر پر لگائی اور ایک دن رات اس طرح گزارا تو مرد پر دو قربانی واجب ہوں گی اور عورت پر ایک قربانی واجب ہوگی۔

☆ مہندی لگانا بھی خوشبو کے حکم میں ہے۔

☆ خوشبو اگر بدن کے بڑے عضو پر لگائی جیسے ہاتھ، ران، سر وغیرہ تو ایک دم واجب ہوگا چاہے لگاتے ہی چھڑا دی ہو۔

☆ اگر کسی چھوٹے عضو پر لگائی تو صدقہ واجب ہے۔

☆ اگر مختلف اعضا پر خوشبو لگائی تو دیکھا جائے گا کہ وہ کل ملا کر اگر ایک بڑے عضو کے برابر ہو جائے تو دم واجب ہوگا اور اگر ایک عضو کے برابر نہ ہو تو صدقہ واجب ہے۔

☆ کسی خوشبودار کمرے میں جانا، کسی عطر فروش کی دکان میں بیٹھنا، پھول سونگھنے میں کوئی حرج نہیں مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

☆ مصالحہ جات کھانے میں استعمال جائز ہے اگر چہ وہ خوشبودار ہی ہوں مثلاً، دار چینی وغیرہ۔

☆ خالص خوشبو کا کھانا پینا جائز نہیں اگر کھائی یا پی تو دم واجب ہے۔

☆ قہوہ، چائے، کوکا کولا، پیپسی وغیرہ میں اگر خوشبو بہت ہے تو دم واجب ہے ورنہ صدقہ۔

(۲) سلا ہوا کپڑا پہننا

☆ عورت کو سلا ہوا کپڑا پہننا جائز ہے۔

☆ مرد کو سلا ہوا کپڑا اتہبند کے علاوہ جائز نہیں۔

☆ اگر مرد کوئی کپڑا سلا ہوا ایک دن رات پہنے تو ایک دم واجب ہے۔

☆ اگر مرد سلا ہوا کپڑا ایک دن رات سے کم پہنے تو صدقہ ہے۔

☆ ایک ساتھ کئی کپڑے پہنے تو ایک ہی دم دینا ہوگا۔

☆ اگر کئی کپڑے الگ الگ اوقات میں پہنے تو الگ الگ صدقہ یا دم دینا ہوگا۔

(۳) سر اور چہرہ چھپانا

☆ مرد کے لئے سر اور چہرہ چھپانا منع ہے۔

☆ عورت کے لئے صرف چہرہ چھپانا منع ہے۔

☆ عورت بوقتِ ضرورت ہاتھ، دفتی، پنکھے سے چہرہ چھپا سکتی ہے۔

☆ ایک دن رات تک مرد نے سر یا چہرہ یا دونوں یا عورت نے چہرہ چھپایا (ڈھانپا) تو ایک دم واجب ہے۔

☆ ایک دن رات سے کم ڈھانپا تو صدقہ واجب ہوگا۔

(۴) بال مونڈنا یا کترنا (حلق یا تقصیر)

☆ حالتِ احرام میں حلق یا تقصیر عمرہ کرنے والے کو سعی کے بعد کرنا چاہیے۔

☆ حالتِ احرام میں حاجی کو قربانی کے بعد تقصیر یا حلق کرنا چاہیے۔

☆ مقررہ اوقات سے پہلے اگر کسی نے چوتھائی سر یا داڑھی یا اس سے زیادہ کے بال کاٹے، مونڈے تو دم واجب ہے۔

☆ عورت نے اگر ایک انگلی لمبے بال چوتھائی سر کے یا زیادہ کے کتروائے تو دم واجب ہے۔

☆ تمام گردن یا ایک بغل یا زیر ناف کے تمام بال صاف کرنے کرانے پر دم واجب ہے کم پر صدقہ۔

☆ ایک ہی وقت میں ایک ہی مقام پر کئی جگہ کے بال صاف کرائے تو دم واجب ہے۔

☆ اگر کئی جگہ کے بال الگ الگ اوقات ومقامات میں صاف کرائے تو الگ الگ دم واجب ہے۔

☆ تمام سینہ کے بال مونڈے یا کترے تو صدقہ واجب ہے۔

☆ دونوں لبیں اگر کتروائیں تو صدقہ ہے۔

☆ خود بخود کسی حصہ کے اگر تین یا زیادہ بال ٹوٹ جائیں تو صدقہ ہے۔

☆ روٹی پکاتے وقت بال جل جائیں تو صدقہ واجب ہے۔

☆ کسی بیماری سے بال جھڑ جائیں تو کوئی حرج نہیں۔

☆ بال مونڈنا، اکھاڑنا اور جلانا سب کا ایک ہی حکم ہے۔

(۵) ناخن کاٹنا

☆ ایک ہاتھ کے اگر پانچوں ناخن کاٹے یا کٹوائے تو دم لازم ہوگا۔

☆ دونوں ہاتھ یا دونوں پاؤں یا سب کے ناخن ایک ساتھ کاٹے تو ایک ہی دم لازم ہوگا۔

☆ اگر ایک ہاتھ کے ناخن ایک مجلس میں کاٹے اور دوسرے ہاتھ کے ناخن دوسری مجلس میں کاٹے تو دو دم واجب ہوں گے۔

☆ اگر پانچ ناخن مختلف ہاتھوں کے کاٹے تو ہر ناخن کے بدلہ صدقہ ہے۔

☆ ہر اعضا کے چار چار ناخن کاٹے گویا کل ملا کر ۱۶ ناخن کاٹے تو سولہ صدقہ واجب ہوں گے۔ البتہ اگر تمام صدقات کی رقم ایک دم کے برابر ہو جائے تو صدقہ میں کمی کر دینا چاہیے تاکہ دم اور صدقہ میں فرق باقی رہے۔

(۶) جماع کرنا

☆ اگر کسی نے حالتِ جنابت میں طواف زیارت کیا تو بدنہ (سالم اونٹ یا سالم گائے کی قربانی) لازم ہوگا۔

☆ حلق یا تقصیر سے پہلے مباشرت کی تو بھی بدنہ واجب ہوگا۔

☆ مندرجہ بالا دونوں صورتوں کے علاوہ اگر مباشرت کی تو دم واجب ہوگا۔

☆ کسی کا شہوت سے بوسہ لینا، چمٹانا وغیرہ تمام صورتوں میں دم واجب ہوگا۔

☆ اگر قارن نے طواف عمرہ اور وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو حج اور عمرہ دونوں فاسد ہو گئے، اس صورت میں حج وعمرہ کی قضا اور حج وعمرہ کے دو دم واجب ہوں گے اور قضا میں بھی تمام ارکان ادا کرنے ہوں گے۔

☆ اگر قارن نے طواف عمرہ اور وقوف عرفہ کے بعد سر منڈانے اور طواف زیارت کرنے سے پہلے جماع کر لیا تو حج اور عمرہ فاسد نہیں ہوگا، البتہ ایک بدنہ اور ایک دم واجب ہوگا۔ دم قران بھی لازم ہوگا۔

☆ اگر قارن نے طواف عمرہ پورکرنے کے بعد وقوف عرفہ سے پہلے جماع کیا تو صرف حج فاسد ہوگا۔ عمرہ درست ہو گیا۔ حج کی قضا اور دو دم واجب ہوں گے۔

(۷) طواف کے واجبات کو ترک کرنا

☆ جو چیزیں طواف میں واجب ہیں ان میں سے اگر کسی کو چھوڑ دیا تو دم واجب ہوگا۔

☆ اگر طوافِ زیارت (پورا یا اکثر) جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کیا تو بدنہ واجب ہوگا۔ اگر طوافِ قدوم طوافِ وداع یا نفلی طواف، جنابت یا حیض ونفاس کی حالت میں کیا تو دم واجب ہوگا۔ اگر طہارت کے بعد طواف کا اعادہ کرلیا تو کفارہ ساقط ہو جائے گا۔

☆ اگر پورا یا اکثر طواف زیارت بے وضو کیا تو دم واجب ہے اگر آدھے سے کم بے وضو کیا تو ہر پھیرے کے لئے صدقہ ہے۔

☆ طوافِ قدوم یا طوافِ وداع یا کوئی نفلی طواف بے وضو کیا تو ہر پھیرے کے بدلہ نصف صاع صدقہ واجب ہوگا اور اگر حدث اصغر سے پاک ہوکر طواف کو دہرا دیا تو کچھ واجب نہیں۔

☆ طوافِ وداع یا طوافِ قدوم یا سعی کے تین یا تین سے کم چکر چھوڑ دیے تو ہر چکر کے بدلہ میں یک صدقہ واجب ہوگا۔

☆ واجب رمی میں سے اگر کوئی کمی کرے تو ہر کنکری کے بدلہ ایک صدقہ واجب ہوگا۔

(۸) خشکی کا شکار کرنا

☆ احرام کی حالت میں خشکی کا شکار کرنا، کرانا، ہدایت دینا، اشارہ کرنا، مدد کرنا، ذبح کرنا سب کچھ حرام ہے۔ شکار کا مطلب یہ ہے کہ ان جانوروں اور پرندوں کا شکار جنہیں شکار کیا جاتا ہے مثلاً ہرن، کبوتر، نیل گائے وغیرہ کا شکار کرنا۔ رہے وہ جانور جو بطور غذا استعمال ہوتے ہیں تو وہ شکار کے حکم میں نہیں کیونکہ عرف عام میں ان کا شکار نہیں ہوتا مثلاً گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ ان کا ذبح کرنا جائز ہے۔

☆ احرام کی حالت میں شکار مارنے کی طرح کسی شکاری پرندے کے انڈے توڑنا بھی

منع ہے۔

☆ خشکی کا جانور وہ کہلاتا ہے جو خشکی میں پیدا ہوا ہو چاہے بعد میں پانی میں رہنے لگا ہو اور پانی کا جانور وہ کہلاتا ہے جو پانی میں پیدا ہو چاہے بعد میں خشکی میں رہنے لگا ہو۔

☆ کسی کبوتر پر کسی بلی نے حملہ کر دیا آپ نے اس کو چھڑایا کبوتر آپ کے ہاتھوں میں مر گیا تو کوئی حرج نہیں۔

☆ جزاء صرف اس شکار پر ہے جس کے مرنے یا زخمی ہونے میں آپ کسی طرح ملوث ہوں۔

☆ اگر شکار مر جائے یا اس قدر زخمی ہو جائے کہ موت وحیات برابر ہو تو اس کی قیمت صدقہ کرنا ہوگی۔ اور اگر اس کا مالک ہو تو اس کی قیمت کے مثل مالک کو دینا ہوگا۔ ورنہ صدقہ کرنا ہوگا۔

جنایاتِ حرم

مکہ اور اس کے متعینہ اردگرد کے علاقہ کو حرم کہتے ہیں اس کے نشانات واضح طور پر لکھے ہوئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہاں ناحق خون بہانا منع ہے اس کے تفصیلی مسائل درج ذیل ہیں۔

☆ حرم کے اندر خودرو گھاس پیڑ پودے، جھاڑ جھنکاڑ وغیرہ کا کاٹنا، توڑنا منع ہے۔ اگر ایسا کیا تو اس کی قیمت راہِ خدا میں صدقہ کرنا ہوگی۔ اور اگر وہ گھاس وغیرہ کسی کی ملکیت ہوں تو مالک کو بھی قیمت دینا ہوگی اور راہِ خدا میں صدقہ بھی کرنا ہوگا۔

☆ جو پیڑ، پودے خودرو نہ ہوں بلکہ انہیں لگایا یا بویا گیا ہو تو اگر اس کا مالک نہیں ہے تو جنایت نہیں ہے۔ اگر مالک ہے تو اس کی اجازت کے بغیر توڑنا جنایت ہے۔

☆ حرم کے اندر کے پرندوں کے انڈوں کو توڑنا، ان کو چھوڑنا وغیرہ بھی جنایات ہے اور اس کے مثل صدقہ کرنا ہوگا اور ملکیت ہونے کی صورت میں مالک کو بھی تاوان

دینا ہوگا۔

☆ حرم کی ٹڈیاں مارنا بھی جنایت ہے۔

☆ بغیر احرام کے میقات سے گزرنا بھی جنایت ہے اور ایسے شخص پر ایک دم ہے۔

☆ حدود حرم کے باہر حلق یا تقصیر بھی جنایت ہے ایسا کرنے پر ایک دم ہے۔

جنایت سے متعلق چند مسلمہ اصول

☆ حج تمتع اور حج افراد کے مقابلے میں حج قران پر دوگنا کفارہ واجب ہوتا ہے۔

☆ حج تمتع کرنے والا اگر ہدی کا جانور ساتھ لایا ہو تو بھی قران کے حکم میں ہے۔

☆ ممنوعاتِ احرام کے ارتکاب پر ہر حال میں جزاء واجب ہے خواہ عذر ہو یا عذر نہ ہو۔

☆ واجباتِ حج کو عذر کی وجہ سے ترک کرنے پر کوئی جزاء نہیں ہے۔

☆ ہر صدقہ کے بدلہ میں تین روزے بھی رکھے جاسکتے ہیں۔

☆ قصداً اگر کوئی جنایت کی اور دم یا صدقہ واجب ہوا تو وہی کرنا ہوگا۔

☆ واجب قربانی یا صدقہ کو خود استعمال کرنا ہرگز درست نہیں۔

☆ جس وقت جو دم یا جو صدقہ واجب ہو اس کا فوراً ادا کرنا افضل ہے عذر کی وجہ سے تاخیر درست ہے بلا عذر تاخیر مکروہ۔

مُحصَرُ کا بیان

اگر کوئی شخص حج یا عمرہ کا ارادہ کر کے احرام باندھ لے لیکن بعض وجوہات کی بنا پر حج یا عمرہ سے روک دیا جائے یا رک جائے تو ایسے شخص کو مُحصَرُ کہتے ہیں۔

وجوہات: یوں تو محصر کے لئے احصار کی متعدد وجوہات واسباب ہو سکتے ہیں البتہ بعض کا ذکر یہاں بطور مثال کیا جاتا ہے۔

☆ راستہ میں امن نہ ہو۔

☆ سفر خرچ چوری ہو جائے۔

☆ سفر خرچ کم پڑ جائے۔

☆ حکومتِ وقت ظالم ہو وہ روک دے۔

☆ عورت کو اس کا شوہر روک دے۔

☆ عورت کا شوہر طلاق دے دے یا اس کی موت ہو جائے۔

☆ محرم جو ساتھ گیا تھا ساتھ چھوڑ دے۔

☆ کوئی مرض ایسا ہو جائے کہ جانے کے لائق نہ رہے۔

☆ پاسپورٹ میں کسی غلطی کی بنا پر رکنا پڑ جائے وغیرہ۔

محصر کا حکم

☆ محصر کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے ایک قربانی اگر حج افراد یا عمرہ کر رہا ہو اور اگر حج قران یا تمتع کا ارادہ ہو تو دو دم مکہ بھیج دے جو وہاں جا کر قربان کئے جائیں اور

جب تک قربانی نہ ہومحصر کے لئے جائزنہیں کہ وہ احرام کھولے۔ کیونکہ قرآن میں ارشادربانی ہے۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُؤُسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ۔

''اوراللہ کے لئے حج اور عمرہ کی نیت کرلوتو اسے پورا کرواور اگر کبھی گھر جاؤ اور رک جانا پڑے تو جو قربانی میسر آئے اللہ کے حضور پیش کردو اور اپنے سروں کو نہ منڈاؤ جب تک کہ ہدی کا جانور اپنے ٹھکانے پر نہ پہنچ جائے۔''

☆ قربانی کے بعد ہی حلق یا تقصیر کرائے اور احرام کھولے۔
☆ احرام کی حالت میں تمام ممنوعات احرام سے اجتناب کرے۔
☆ احصار کی قربانی کا گوشت محصر کے لئے جائزنہیں۔
☆ قربانی کا جانور یا رقم جس کے ہاتھ بھیجی جارہی ہو اس سے قربانی کی تاریخ اور وقت طے کرلے تاکہ احرام کھولنے میں آسانی ہو۔

اگر محصر اپنی قربانی نہ بھیج سکے یا رقم نہ بھیج سکے خواہ اس کی وجوہات کچھ بھی ہوں تو حکم یہ ہے کہ جب تک قربانی حرم نہ بھیجی جائے گی محصر محرم[1] رہے گا حلال ہونے کی صورت تو بس یہی ہے کہ۔

(۱) عمرہ کرے۔
(۲) جانور حرم میں قربان کردے۔

[1] صرف امام ابو یوسفؒ کے نزدیک قربانی کے بدلہ اس کی رقم کو مسکین میں تقسیم کردے کہ ہر مسکین کو ایک صدقہ کے برابر مل جائے ورنہ ہر صدقہ کے بدلہ ایک روزہ رکھے۔ امام ابو یوسفؒ کے قول کو بعض ائمہ نے اس لئے اختیار کیا ہے کہ اس میں تکلیف مالا یطاق نہیں ہے۔ یہی اسلامی تعلیمات کا مزاج بھی ہے۔

حج بدل

تعریف: اگر کسی شخص پر حج فرض ہو چکا ہو مگر وہ اپنی کسی جسمانی معذوری کی بنا پر حج ادا نہیں کر سکتا تو شریعت نے اس کے لئے اجازت دی ہے کہ وہ اپنا حج کسی دوسرے شخص سے کرالے۔ اسے ''حج بدل'' کہتے ہیں۔

☆ جو حج بدل کرا رہا ہو اس پر شرعاً تمام شرائط کے ساتھ حج فرض ہو۔

☆ حج کرانے والا واقعتاً اس قدر معذور ہو کہ وہ حج نہ کر سکتا ہو۔

☆ وہ اپنا حج اپنے مال سے کرائے دوسرے کا خرچ نہ کرائے۔

☆ حج بدل کرنے والے کے اندر وہ تمام شرائط پائی جائیں جو حج صحیح ہونے کے لئے ضروری ہیں۔

☆ حج بدل کرنے والا کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے حج فاسد یا فوت ہو جائے ورنہ حج درست نہ ہوگا۔

☆ حج بدل کرنے والا ایک بار میں صرف ایک شخص کی طرف سے حِج بدل کر سکتا ہے۔ اور اسی کی طرف سے نیت کرے۔

☆ یہ کوئی ضروری نہیں کہ حج بدل کرنے والے نے اپنا کر لیا ہو۔ [۱]

☆ میت کی وراثت میں میت کی طرف سے حج بدل کرایا جا سکتا ہے اگرچہ اس نے وصیت بھی نہ کی ہو۔

---

[۱] علماء اہل حدیث کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ حج بدل کرنے والے نے اپنا فریضۂ حج ادا کر لیا ہو۔

بچّہ کا حج

حج چونکہ بالغ پر فرض ہے اس لئے نابالغ بچہ کا حج، حج تو ہوگا لیکن اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہ ہوگا، اور بالغ ہونے پر اگر اس کے اندر دیگر شرائط وجوبِ حج پائی گئیں تو دوبارہ حج ضروری ہوگا۔ البتہ بچہ کو اس کی حالت کم سنی کے حج کا ثواب ملے گا اور اس کے سرپرست کو بھی ثواب ملے گا۔

بچہ جو کام خود کر سکتا ہے اس کو خود انجام دے گا، جیسے: وقوفِ عرفہ، قیام مزدلفہ وغیرہ اور جو کام اس کی استطاعت سے باہر ہے اس کو اس کا ولی انجام دے گا جیسے: رمی جمرات، سعی صفا و مروہ وغیرہ۔

بچہ اگر احرام باندھ سکتا ہو تو وہی احرام باندھے گا ورنہ اس کا ولی احرام باندھے گا اور بچہ کی طرف سے نیت کرے گا۔ البتہ اس بات کی کوشش کرے گا کہ بچہ سے کوئی ایسا کام سرزد نہ ہو جو حالتِ احرام میں منع ہے۔

> عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ مقام روحاء میں ایک قافلے سے ملے اور پوچھا: ''آپ لوگ کون ہیں؟'' قافلے والوں نے جواب دیا۔ ''ہم مسلمان ہیں؟'' انہوں نے پوچھا: ''آپ کون ہیں؟'' آپؐ نے فرمایا: میں اللہ کا رسول ہوں۔ یہ سن کر ایک عورت نے اپنے بچہ کو پیش کیا اور پوچھا کیا اس کا بھی حج ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''ہاں اور ثواب تم کو ملے گا۔'' (احمد، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

امیراب مدینہ کوتوبھی رواں ہو

جوشخص بھی مکہ پہنچے اور وہ مدینہ کے سفر کی استطاعت رکھتا ہو تو مدینہ کا سفر ضرور کرے خواہ فرائضِ حج کی ادائیگی سے پہلے یا بعد میں اگر چہ مدینہ جانا، حج کا کوئی حصہ نہیں ہے لیکن بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ مکہ جا کر خالی واپس آ جائے اور مدینہ نہ جائے۔ اس لئے ضرور کوشش کرنا چاہیے کہ مدینہ پہنچے۔

اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا:

"میری اس مسجد میں ایک وقت کی نماز مسجد الحرام کے علاوہ دوسری مسجدوں کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔" (متفق علیہ)

اس لئے حاجی کو چاہیے کہ وہ پہلے یا بعد میں مسجد نبوی کی زیارت کے لئے سفر کرے اور جب مدینہ نظر آئے تو ذکر وتسبیح اور درود وصلوٰۃ سے اپنی زبان کو تر رکھے۔ مدینہ کی گلیوں، کوچوں اور عمارتوں کو حسرت بھری نظروں سے دیکھے کہ یہی وہ سرزمین ہے جس پر محبوبِ خدا کے قدم پڑے ہیں۔

مسجد نبویؐ میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھے:

"بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔

"اللہ کے نام سے اور درود وسلام ہو اللہ کے رسول پر، اللہ عظمت والے کی پناہ چاہتا ہوں اور اس کی بزرگ ذات اور قدیم سلطنت کی پناہ چاہتا ہوں شیطان

مردود سے۔اے اللہ میرے لئے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔"

اگر ممکن ہو تو باب جبرئیلؑ سے داخل ہو اور پھر "ریاض الجنہ" میں دو رکعت نماز ادا کرے۔ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: "میرے گھر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔" اگر ریاض الجنہ میں جگہ نہ ہو تو مسجد میں کہیں بھی دو رکعت ادا کرے۔ نماز کے بعد اللہ سے دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں مانگ لے۔ نماز و دعا سے فراغت کے بعد روضۂ اقدس پر حاضری دیے زبان پر صلوٰۃ وسلام کا ورد جاری رکھے۔ روضۂ اطہر کے پاس آ کر موزوں آواز میں سلام پیش کرے۔ اللہ سے رسول اکرمؐ کی شفاعت کی دعائیں کرے۔ جنہوں نے سلام کہلوایا ہے ان کا سلام پہنچائے۔ اس کام سے فراغت کے بعد حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی قبروں کی زیارت کرنے اور ان پر بھی سلام پیش کرے۔

سلام کے لئے کوئی مخصوص الفاظ ضروری نہیں ہیں بلکہ آپ کسی بھی الفاظ میں اور کسی بھی زبان میں سلام کہہ سکتے ہیں۔ شرک سے بچئے اور کوئی ایسا لفظ منہ سے نہ نکالیے جس سے شرک کی بو آتی ہو۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر سلام بھیجتے تھے تو اس سے زیادہ نہیں کہتے تھے۔

"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَابَكْرٍ ،اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَبَتَاهُ۔" اس کے بعد "جنت البقیع" کی زیارت کیجیے کیونکہ یہاں صحابۂ کرامؓ اور ازواج مطہراتؓ مدفون ہیں۔ یہاں پہنچ کر کہیے "اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ وَيَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ" اے قبر والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ ہم کو اور تم کو بخش دے۔ تم ہم سے پہلے گئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں۔

جنت البقیع کے بعد مسجد قبا میں دو رکعت نماز ادا کیجیے کیونکہ یہاں دو رکعت نماز کی ادائیگی کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔

جب تک مدینہ میں رہنے کی سعادت ملے تو نماز مسجد نبوی میں ہی ادا کیجیے۔ ذکر و تسبیح، تلاوت وغیرہ کا اہتمام کیجیے۔ وقت کو ضائع نہ کیجیے، رات کو بھی جاگئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں زیادہ سے زیادہ سلام پیش کیجیے۔ وقت کو غنیمت جانیے اور جتنا ثواب سمیٹ سکتے ہوں اور جس قدر گناہ معاف کرا سکتے ہوں کرا لیجیے۔ نہ معلوم دوبارہ ان آنکھوں کو یہ مناظر دیکھنے کو ملیں یا نہ ملیں۔

چند تاریخی مساجد کا تعارف

مسجد نبویؐ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''میری مسجد میں ایک نماز پڑھنا دوسری مساجد میں ایک ہزار نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام کے کہ وہاں پڑھنا میری مسجد میں سو نمازیں پڑھنے سے افضل ہے۔''

سرورِ دو عالمؐ ہجرت کر کے جب مدینہ پہنچے تو سب سے پہلے نماز کے لئے مسجد کی ضرورت محسوس ہوئی چنانچہ جس جگہ آپ کی اونٹنی ''قصویٰ'' جا کر رکی اسی مقام کو آپ نے مسجد کے لئے منتخب کیا یہ قطعہ دو یتیم بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھا۔ انہوں نے اصرار کیا کہ یا رسول اللہ آپؐ اس زمین کو ہماری طرف سے قبول فرما لیجیے لیکن آپ نے انکار کر دیا اور اس کو قیمتاً خرید لیا اور خود آپؐ نے اور آپ کے پیارے ساتھیوں نے اسے اپنے ہاتھ سے تعمیر کیا۔

روزِ اول سے ہی یہ مسجد اسلام کا مرکز رہی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے وہاں امامت کی، عدالتی فیصلے کئے، جنگی معاہدے کئے، فوجوں کو ترتیب دیا۔ مسائل کو حل کیا اور یہیں قیام بھی کیا۔ کھجور کی شاخوں، تنوں اور پتوں سے بنائی گئی یہ مسجد ایک پروقار عبادت گاہ تھی۔

شروع سے آج تک اس میں توسیع کا کام جاری ہے۔ اس وقت اس میں بہترین سنگ مرمر کی عمارت اور فرش ہے۔ اسلامی ثقافت کی بہترین نقاشی کی گئی ہے اور پوری

مسجد ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ مسجد نبوی کے کل دس دروازے ہیں۔

ریاض الجنہ

مسجد نبویؐ سے جب آپ باب جبرئیلؑ سے داخل ہوں گے تو آپ کے بائیں ہاتھ پر ایک حجرہ نظر آئے گا۔ یہ حضرت بی بی فاطمہؓ کا گھر تھا۔ جب آپ اس کے سامنے سے گزر جائیں تو فوراً بعد بائیں ہاتھ پر مسجد نبوی کا جو حصہ ہے وہ ''ریاض الجنہ'' ہے یعنی منبر رسول ﷺ اور قبر شریف کے درمیان کا حصہ ''ریاض الجنۃ'' کہلاتا ہے اس کی نسبت حدیث میں آیا ہے ''جو جگہ میرے گھر اور منبر کے درمیان ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔'' گھر سے مراد حضرت عائشہؓ کا حجرہ ہے۔ اس ریاض الجنۃ میں سرکار دو عالم ﷺ کا مصلیٰ بھی ہے جہاں آپ کھڑے ہوکر امامت فرمایا کرتے تھے۔ اس جگہ آج کل ایک بہت خوبصورت محراب بنی ہوئی ہے جو محرابِ نبوی کہلاتی ہے۔

سات ستون

ریاض الجنۃ میں سات ستون ہیں۔ یہ اصل مسجد نبوی کی نشانی ہیں۔ یہ بڑے خوبصورت ہیں۔

(۱) **ستون عائشہ صدیقہؓ**: آپؐ نے فرمایا میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر لوگوں کو وہاں نماز پڑھنے کی فضیلت کا علم ہوجائے تو وہ قرعہ اندازی کرنے لگیں۔ وہ یہی جگہ ہے۔

(۲) **ستون ابو لبابہؓ**: ایک صحابی حضرت ابولبابہؓ کا قصور اس جگہ معاف ہوا تھا انہوں نے اپنے آپ کو اس ستون سے باندھ لیا تھا اس لئے اس کا نام ''ستون ابولبابہ'' پڑ گیا۔

(۳) **ستون وفود**: اس جگہ نبی اکرمؐ باہر سے آنے والے لوگوں سے ملاقات

کرتے تھے۔

(۴) **ستون سدیر**: اس جگہ نبی اکرمؐ اعتکاف فرماتے تھے۔

(۵) **ستون حرس**: اس مقام پر حضرت علیؓ نماز پڑھتے تھے اس کو ستون علیؓ بھی کہتے ہیں۔

(۶) **ستون تہجد**: نبی اکرمؐ اس جگہ تہجد کی نماز ادا کرتے تھے۔

(۷) **ستون حنانہ**: آپ یہاں کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے۔

مسجد قباء

مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر مسجد قبا ہے۔ یہ اسلام کی تاریخ میں سب سے پہلی مسجد ہے۔ اس مسجد کی فضیلت سورۂ توبہ میں نازل ہوئی ہے۔

لَاتَـقُمْ فِيْـهِ أَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَـوْمٍ اَحَـقُّ اَنْ تَقُـوْمَ فِيْـهِ فِيْـهِ رِجَـالٌ يُّـحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ. (التوبہ ۱۰۸)

’’جو مسجد روزِ اول سے تقویٰ پر قائم کی گئی تھی وہی اس کے لئے زیادہ موزوں ہے کہ تم اس میں عبادت کے لئے کھڑے ہو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔‘‘ (آیت ۱۰۸)

مسجد قباء میں دو رکعت نماز پڑھنے کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔

مسجد قبلتین

یہ مسجد بھی مدینہ سے تین میل دور ہے حضور اکرم ﷺ بشر بن براء بن معرورؓ کے یہاں تشریف لے گئے تھے وہاں ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا تو آپ نے بنوسلمہ کی مسجد میں نماز پڑھائی ابھی دو رکعت ہی ہوئی تھیں کہ یہ آیت نازل ہوئیں۔

''قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِکَ فِی السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّکَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَکَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُ مَا کُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَکُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتَابَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ'' (البقرہ آیت:۱۴۴)

''یہ تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں۔ لو ہم اس قبلہ کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں جسے تم پسند کرتے ہو۔ مسجد حرام کی طرف رخ پھیردو اب جہاں کہیں تم ہو اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو۔'

آپؐ نے حالت نماز میں ہی رخ بدل دیا اور دو رکعت خانہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی گئی پس اسی روز سے اس مسجد کا نام مسجد قبلتین رکھ دیا گیا۔

مسجد جمعہ

مسجد قباء سے کچھ فاصلہ پر مدینہ منورہ کے راستہ میں قبیلہ بنو سالم آباد تھا۔ حضور اکرمؐ جب ہجرت کے موقع پر قباء کی بستی سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے تھے تو جمعہ کا روز تھا۔ ابھی آپؐ قبیلہ سالم بن عوف میں پہنچے تھے کہ جمعہ کی نماز کا وقت ہو گیا اسی مقام پر آپؐ نے نماز جمعہ ادا فرمائی تھی۔ اب وہاں مسجد بنادی گئی ہے۔

مسجد غمامہ

یہ مسجد، مسجد نبوی کے قریب ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم یہاں عیدین کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ اس کو مسجد ''مصلّی'' بھی کہتے ہیں۔ چونکہ ایک بار حضورؐ نے وہاں نماز استسقاء بھی پڑھائی تھی اور اس وقت بادل نمودار ہو گئے تھے۔ اس لئے اس کو مسجدِ غمامہ بھی کہتے ہیں۔

مسجد ابو بکر صدیقؓ

مسجد غمامہ کے قریب شمال میں مسجد ابوبکر صدیقؓ ہے۔

مسجد عمر فاروقؓ

یہ مسجد بھی مسجد غمامہ کے قریب ہے۔

مسجد علیؓ

یہ مسجد بھی مسجد غمامہ کے قریب ہے۔

مسجد ام ابراہیمؑ

یہ مسجد مسجد بنی قریظہ سے شمال کی جانب واقع ہے۔ یہ سیدنا ابراہیمؓ کی جائے پیدائش ہے اور حضور ﷺ نے اس جگہ بھی نماز پڑھی ہے۔

چند مشہور کنویں

بئر عرس

موضع ''قربان'' میں مسجد قبا سے تقریباً چار فرلانگ شمالی شرقی رُخ پر واقع ہے، اس کے پانی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ہے اور پیا بھی ہے، اور لعاب مبارک اور شہد بھی اس میں ڈالا ہے۔

بئر بضاعہ

شامی دروازہ سے باہر نکل کر پہلے باغ جمل اللیل میں یہ کنواں تھا اب ایک پختہ عمارت کے اندر آگیا ہے، مگر اندر جانے کی اجازت مل جاتی ہے، اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ مبارک ڈالا ہے، اور برکت کی دعا فرمائی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو لوگ اس کو اس کنویں کے پانی سے غسل دیتے تھے، اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمادیتے تھے، اس کنویں کا تذکرہ فقہ کی کتابوں میں پانی کی طہارت کے مسئلہ کے بیان میں خاص طور پر آیا ہے۔

بئر بصّہ

یہ کنواں قُبا کے راستہ میں بقیع سے متصل ہے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے اس کنویں پر سرِ مبارک دھویا اور جو پانی بچ رہا اس کو اس کنویں میں ڈال دیا اس جگہ دو کنویں ہیں، صحیح بات یہ ہے کہ بڑا کنواں بئر بصّہ ہے۔

بئر حاء

یہ کنواں باب مجیدی کے سامنے اصطفا منزل سے متصل ہے، یہ حضرت ابوطلحہؓ کا باغ تھا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اس جگہ جلوہ افروز ہوتے تھے، اور اس کا پانی پیتے تھے۔ جب آیت شریفہ ''لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ'' نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ سب سے محبوب مال مجھے بئر حاء ہے، لہٰذا یہ خدا کے لیے صدقہ ہے، جہاں آپ چاہیں صرف کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ دیا کہ اس کو اپنے اعزہ پر وقف کردو، بعد میں یہ کنواں بہاء الدین مزّور کے مکان کے پیچھے ایک مکان کے گوشہ میں آ گیا تھا اور آس پاس مکانات بن گئے تھے۔ اب مسجدِ نبویؐ کی جدید توسیع کے بعد مسجد نبوی کے شمالی صحن میں آ گیا ہے اور اس کے اوپر نام کندہ ہے۔

بئر عہن

عوالی میں مسجد قُبا سے مشرق میں مسجدِ شمس کے قریب ہے، اس سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ہے، اب اس کا پانی شور ہے، اس کو بیر الیسیرہ بھی کہتے ہیں۔

بئر رومہ

مدینہ کے شمال مغرب میں وادئ عقیق کے کنارے پر مدینہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر ہے، یہ کنواں ایک یہودی کا تھا، اس کا پانی بہت شیریں اور صاف تھا یہودی اس کا پانی فروخت کرتا تھا، مسلمانوں کو پانی کی تکلیف تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اس کے خریدنے کی ترغیب دلائی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس ہزار درہم میں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔

یہ وہ کنویں ہیں جن کا پانی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال فرمایا ہے۔

مسلمان اور سائنس

عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ موجودہ سائنسی علوم مغرب کی دین ہیں لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ تمام سائنسی علوم پر مسلمانوں نے اپنے دورِ عروج میں زبردست کام کیا ہے اور اسے ترقی وبلندی کے آسمان پر پہنچایا ہے جو تاریخ کا ایک زرّیں باب ہے۔

اس موضوع پر ہندوستان کے نامور صاحبِ قلم مولانا سراج الدین ندوی نے ایک مفصل اور جامع کتاب لکھ کر وقت کی اہم ضرورت کو پورا کیا ہے۔ اس کتاب میں:

☆ ۵۲ سائنس دانوں کا تصویروں کے ساتھ مختصر تعارف کرایا گیا ہے۔

☆ مسلمانوں کے سائنسی سفر کو صدی بہ صدی اختصار وجامعیت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

☆ ۷۳ مسلم سائنس دانوں کی حیات وخدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

☆ مختلف شعبوں میں مسلم سائنس دانوں کی حیات وخدمات اور ان کے سائنسی کارناموں کا مفصل جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

☆ مسلم سائنس دانوں کی ایجادات وانکشافات کو مستقل باب میں بیان کیا گیا ہے اور بہت سی ایجادات کے عکس بھی دیے گئے ہیں۔

یہ کتاب نہ صرف مسلم سائنس پر ایک وقیع دستاویز ہے بلکہ نئی نسل میں سائنسی عظمتِ رفتہ کی بازیابی کی تحریک پیدا کرتی اور سائنسی فکر وشعور کو بیدار کرتی ہے۔

ٹائٹل دیدہ زیب۔ کمپیوٹر کمپوزنگ۔ روشن طباعت۔ عمدہ کاغذ۔ صفحات ۴۲۴

سائز $\frac{23\times36}{16}$ قیمت 140 روپے